My Telegram Channel : New Madarsa

دار العلوم دیوبند کے ششماہی اور سالانہ پرچہ سوالات کا بحوالہ بہترین حل

تحفۃ المسلم

لحل اسئلۃ

الصحیح لمسلم

تائید و توثیق

نمونۂ اسلاف شیخ طریقت حضرت اقدس مولانا

محمد اسجد صاحب قاسمی مدظلہ

استاذ حدیث دار العلوم محمدیہ میل کھیڑلا بھرت پور راجستھان

از

عبد القیوم میواتی
متعلم دار العلوم دیوبند

محمد اکرام میواتی
متعلم دار العلوم دیوبند

باہتمام

مولوی محمد ایوب علی

مکتبۃ الیاسیۃ میوات

9813796840, 9050946826

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مسلم شریف جلد اوّل

(ششماہی امتحان)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سوال: (۱)، صفحہ: (۳)

(ششماہی امتحان ۱۴۳۲ھ/۱۴۳۹ھ)

ثُمَّ إِنَّا إِنْ شَاءَ اللهُ مُبْتَدِئُونَ فِي تَخْرِيجِ مَاسَأَلْتَ وَتَأْلِيفِهِ عَلَى شَرِيطَةٍ سَوْفَ أَذْكُرُهَا لَكَ وَهُوَأَنَّا نَعْمِدُ إِلَى جُمْلَةِ مَاأُسْنِدَ مِنَ الأَخْبَارِ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَقْسِمُهَا عَلَى ثَلَاثَةِ أَقْسَامٍ فَأَمَّا الْقِسْمُ الأَوَّلُ فَإِنَّا نَتَوَخَّى أَنْ نُقَدِّمَ الأَخْبَارَ الَّتِي هِيَ أَسْلَمُ مِنَ الْعُيُوبِ مِنْ غَيْرِهَا وَأَنْقَى مِنْ أَنْ يَكُونَ نَاقِلُوهَا أَهْلَ اسْتِقَامَةٍ فِي الْحَدِيثِ وَإِتْقَانٍ لِمَا نَقَلُوا لَمْ يُوجَدْ فِي رِوَايَتِهِمِ اخْتِلَافٌ شَدِيدٌ وَلَاتَخْلِيطٌ فَاحِشٌ كَمَا قَدْعُثِرَ فِيهِ عَلَى كَثِيرٍ مِنَ الْمُحَدِّثِينَ وَبَانَ ذٰلِكَ فِي حَدِيثِهِمْ فَإِذَا نَحْنُ تَقَصَّيْنَا أَخْبَارَ هٰذَا الصِّنْفِ مِنَ النَّاسِ أَتْبَعْنَاهَا أَخْبَارًا يَقَعُ فِي أَسَانِيدِهَا بَعْضُ مَنْ لَيْسَ بِالْمَوْصُوفِ بِالْحِفْظِ وَالإِتْقَانِ كَالصِّنْفِ الْمُقَدَّمِ قَبْلَهُمْ عَلَى أَنَّهُمْ وَإِنْ كَانُوا فِيمَا وَصَفْنَا دُونَهُمْ فَإِنَّ اسْمَ السَّتْرِ وَالصِّدْقِ وَتَعَاطِي الْعِلْمِ يَشْمَلُهُمْ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) ”وجملة ماأسند من الأخبار“ سے کیا مراد ہے؟ ”أسلم من العيوب وأنقى“ ہونے کی وجہ کیا ہے؟

(ج) امام مسلمؒ جملۂ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین قسم میں منقسم کریں گے یا ان

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے پاس جتنی احادیث ہیں ان کی تین قسم کریں گے؟ تیسری قسم کس قسم کے لوگوں کی احادیث ہیں؟ جس کو اپنی کتاب میں ذکر نہیں کریں گے؟ اس کو بھی لکھیں۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: اب ہم اللہ تعالیٰ کی مشیت سے آپ کی مطلوبہ احادیث کی تخریج و تالیف شروع کرتے ہیں ایک شرط کے ساتھ جس کا آگے تذکرہ کروں گا، اور وہ شرط یہ ہے کہ ہم حضور ﷺ سے مروی احادیث کے معتدبہ حصہ کا جائزہ لیں گے، اور ان کو تین قسموں میں تقسیم کریں گے اور ان کے رُوات کو تین حلقوں میں تقسیم کریں گے۔ رہی پہلی قسم تو ہم ارادہ کرتے ہیں کہ سب سے پہلے ان حدیثوں کو درج کریں جو بہ نسبت اور روایات کے عیوب سے زیادہ محفوظ اور پاک ہیں، بایں وجہ کہ ان کے راوی حدیثوں کو درستگی کے ساتھ بیان کرنے والے ہیں، اور جن روایات کو وہ نقل کرتے ہیں ان کو اچھی طرح یاد رکھنے والے ہیں، ان کی روایتوں میں بہت زیادہ مخالفت اور حد سے زیادہ خلط ملط (غت ربود) نہیں پایا جاتا ہے جیسا کہ بہت سے حدیث بیان کرنے والوں میں اس بات کا پتہ چلا ہے، اور ان کی مرویات میں یہ بات ظاہر ہوگئی ہے، پھر جب ہم اس قسم (درجہ اوّل) کے راویوں کی تمام حدیثیں بیان کر چکیں گے، تو اس کے بعد ہم وہ حدیثیں لائیں گے جن کی سندوں میں بعض ایسے راوی آگئے ہیں جو حفظ و اتقان کے ساتھ اس درجہ متصف نہیں ہیں جس درجہ وہ راوی متصف ہیں جن کا سابق میں ذکر کیا گیا ہے، علاوہ ازیں وہ لوگ اگرچہ مذکورہ صفات (حفظ و اتقان) میں پہلی قسم کے رُوات سے فروتر ہیں؛ مگر مستوریت، صداقت اور علمِ حدیث کے ساتھ اشتغال کا ان پر بھی اطلاق ہوتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) جملة ما أسند کی مراد:

جملة ما اسند سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں تمام احادیثِ صحیحہ وضعیفہ کا مجموعہ مراد ہے، حالاں کہ ایسا نہیں ہے؛ بلکہ اس سے مراد ان احادیث کا مجموعہ ہے جو امام مسلم کے سامنے تھیں اور ان کی تعداد تین لاکھ ہے، انہیں احادیث کو تین قسموں میں منقسم کیا گیا ہے۔

ليس المراد جميع الأخبار المسندة فقد علمنا أنهٗ لم يذكر الجميع ولاالنصف وقد قال ليس كل حديث عندي صحيح وضعته ههنا.

(حاشیہ مسلم للنووی: ص ۳)

أسلم من العيوب وانقى ہونے کی وجہ کیا ہے؟

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ امام مسلم نے اپنے قول ''مِنْ أَنْ يَكُوْنَ نَاقِلُوْهَا'' میں ''مِنْ'' تقلیلیہ لاکر اسلم اور انقی ہونے کی وجہ بیان فرمائی ہے کہ جو راوی اپنی مرویات کو درست بیان کرنے کا اہتمام کرتا ہے اور اپنی منقولات کو اچھی طرح یاد رکھتا ہے اس کی روایت أَسْلَمَ مِنَ الْعُيُوْبِ اور أَنْقىٰ ہوجاتی ہے اور پھر اس راوی کی روایت میں اختلافِ شدید نہیں پایا جاتا۔ (مسلم: ج/۱،ص/۳)

(ج):

سوال: کیا امام مسلمؒ جملہ احادیث کو تین قسم پر منقسم کریں گے یا جو احادیث ان کے پاس تھیں ان کی تین قسمیں کریں گے؟

جواب: امام مسلمؒ نے تمام احادیثِ رسول کو تین قسم پر منقسم نہیں کیا؛ بلکہ ان احادیث کو جو امام مسلمؒ کے پیش نظر تھیں تین قسموں میں منقسم کیا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تیسری قسم کس قسم کے لوگوں کی احادیث ہیں؟

امام مسلمؒ نے فرمایا: کہ قسم ثالث میں غیرعادل متہم بالوضع والکذب رواۃ کی احادیث ہیں، جن کو امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں ذکر نہیں کیا ہے۔

سوال: (۲)، صفحہ: (۴)

(ششماہی امتحان ۱۴۳۲ھ)

فَإِذَا نَحْنُ تَقَصَّيْنَا أَخْبَارَ هٰذَا الصِّنْفِ مِنَ النَّاسِ أَتْبَعْنَاهَا أَخْبَارًا يَقَعُ فِي أَسَانِيدِهَا بَعْضُ مَنْ لَيْسَ بِالْمَوْصُوفِ بِالْحِفْظِ وَالإِتْقَانِ كَالصِّنْفِ الْمُقَدَّمِ قَبْلَهُمْ فَأَمَّا مَاكَانَ مِنْهَا عَنْ قَوْمٍ هُمْ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ مُتَّهَمُونَ أَوْعِنْدَ الأَكْثَرِ مِنْهُمْ فَلَسْنَا نَتَشَاغَلُ بِتَخْرِيجِ حَدِيثِهِمْ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) دوسرے نمبر پر جن رُواۃ کی حدیثیں امام مسلمؒ نے لی ہیں وہ حفظ واتقان سے متصف نہ ہونے کے باوجود کس درجہ کے ہو گئے؟

مصنفؒ نے جملہ احادیث کو تین قسموں پر منقسم کر کے کس قسم کو بیان کیا ہے اور کس کو ترک کیا ہے؟ حاکم اور بیہقی کیا کہتے ہیں، اور مصنفؒ کی عبارت سے کیا معلوم ہوتا ہے؟ وضاحت کریں۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: پھر جب ہم اس قسم (درجۂ اوّل) کے راویوں کی تمام حدیثیں بیان کر چکیں گے، تو اس کے بعد ہم وہ حدیثیں لائیں گے، جن کی سندوں میں بعض ایسے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

راوی آ گئے ہیں، جو حفظ واتقان کے ساتھ اس درجہ متصف نہیں ہیں جس درجہ وہ راوی متصف ہیں، جن کا سابق میں ذکر کیا گیا ہے، اور رہی وہ حدیثیں، جو ایسے راویوں سے مروی ہیں، جو تمام محدثین کے نزدیک یا اکثر کے نزدیک (وضعِ حدیث میں) بدنام ہیں، تو ہم ان کی حدیثوں کی تخریج میں مشغول نہیں ہوں گے۔

(ب) امام مسلمؒ نے دوسرے نمبر پر جن رُوات کی احادیث ذکر کی ہیں وہ کس درجہ کے ہیں؟

امام مسلمؒ نے دوسرے نمبر پر جن رُوات کی احادیث ذکر کی ہیں، اگر چہ وہ حفظ و اتقان میں درجۂ اوّل کے رُوات سے کم تر ہیں؛ لیکن مستوریت، صداقت اور علمِ حدیث کے ساتھ، اشتغال کی بناء پر وہ درجۂ دوم کے راوی ہو گئے۔

امام مسلمؒ نے جملہ احادیث کو تین قسموں میں منقسم کیا ہے:

اور ان تین قسموں میں سے درجۂ اوّل و دوم کے رُوات کی حدیثوں کو ذکر کیا ہے، اور درجہ سوم کے رُوات کی احادیث کو ذکر نہیں کیا، اور امام مسلمؒ کی عبارت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔

حاکمؒ اور بیہقیؒ کی رائے:

حاکم ابوعبداللہ اور امام بیہقیؒ رحمہما اللہ کا خیال یہ ہے کہ امام مسلمؒ نے ہر طبقہ کی احادیث کو الگ الگ کتاب میں جمع کرنے کا وعدہ فرمایا اور صحیح مسلم میں صرف طبقۂ اولیٰ ہی کی احادیث کو بیان کیا ہے اور دوسرے اور تیسرے طبقہ کی احادیث کو الگ الگ کتابوں میں جمع کرنے سے پہلے ہی ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ (نعمت المنعم: ص ۶۹)

فائدہ:

امام مسلمؒ نے رُواتِ حدیث کی تین قسمیں کی ہیں:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۱) قسم اوّل ان راویوں کی ہے جو عادل، تام الضبط ہیں، ان کی روایتوں میں وہم وغلطی شاذ ونادر ہے اور ان کی احادیث کو اصول بنایا ہے۔

(۲) قسمِ ثانی سیئ الحفظ راویوں کی روایت کردہ احادیث ہیں، ان میں اکثریت ایسی حدیثوں کی ہے جن میں وہم وغلطی واقع ہوئی ہے، اس طرح کے رواۃ کی احادیث کو بطورِ متابعات وشواہد کے لائے ہیں۔

(۳) قسمِ ثالث میں غیر عادل، متہم بالوضع والکذب کی احادیث ہیں، اور ان کی احادیث کو امام مسلمؒ اپنی صحیح میں نہیں لائے ہیں۔ (فیض المنعم: ص ۲۷، نعمت المنعم: ص ۵۲)

سوال: (۳)، صفحہ: (۵)

(ششماہی امتحان ۱۴۳۴ھ/۱۴۳۵ھ)

لِأَنَّ حُكْمَ أَهْلِ الْعِلْمِ وَالَّذِي يُعْرَفُ مِنْ مَذْهَبِهِمْ فِي قَبُولِ مَا يَتَفَرَّدُ بِهِ الْمُحَدِّثُ مِنَ الْحَدِيثِ أَنْ يَكُونَ قَدْ شَارَكَ الثِّقَاتِ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ وَالْحِفْظِ فِي بَعْضِ مَا رَوَوْا وَأَمْعَنَ فِي ذٰلِكَ عَلَى الْمُوَافَقَةِ لَهُمْ فَإِذَا وُجِدَ كَذٰلِكَ ثُمَّ زَادَ بَعْدَ ذٰلِكَ شَيْئًا لَيْسَ عِنْدَ أَصْحَابِهِ قُبِلَتْ زِيَادَتُهُ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) عبارت میں مذکورہ زیادتی کا اصطلاحی نام کیا ہے؟ اس زیادتی کے مقبول ہونے کے لیے امام مسلمؒ کیا شرط بیان فرما رہے ہیں؟ اس کی وضاحت کریں۔

(ج) کس وقت یہ زیادتی معتبر نہیں ہوگی؟ نیز اگر پورا متن غریب ہو تو اس کے مقبول ہونے کی کیا شرط ہے؟ تحریر کریں۔

(د) منکر حدیث کی علامت بیان کریں؟ اور بتائیں کہ راوی کو غالب علی حدیثہ المنکر کب کہا جاتا ہے؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف)

ترجمہ: اس لیے کہ محدثین کا جو فیصلہ اوران کا جو مذہب مشہور ہے اس حدیث کو قبول کرنے کے سلسلہ میں جس کا راوی منفرد ہے وہ یہ ہے کہ راوی ثقہ حفاظ محدثین کے ساتھ شریک رہا ہو ان کی بعض مرویات میں، اور اس نے اِنتہائی جدّ وجہد کی ہو ان کی موافقت کرنے میں تو جب کوئی راوی ایسا ثابت ہو جائے پھر وہ کوئی زائد بات بیان کرے، جو اس کے ساتھیوں کی روایت میں نہ ہو، تو اس کی زیادتی قبول کی جائے گی۔

(ب) عبارت میں مذکورہ زیادتی کا اصطلاحی نام کیا ہے؟

عبارت میں مذکورہ زیادتی کا اصطلاحی نام زیادتی ثقہ ہے، اور اس کو حدیثِ غریب اور فرد کہتے ہیں۔ (نووی: ص ۵، نعمت المنعم: ص ۸۰)

مذکورہ زیادتی کی قبولیت کے لیے امام مسلمؒ نے کیا شرط لگائی ہے؟

مذکورہ زیادتی کی قبولیت کے لیے امام مسلمؒ نے یہ شرط لگائی ہے کہ جس حدیث کو روایت کرنے والا ایک شخص ہو، اس کو حدیث غریب اور فرد کہتے ہیں۔

حدیثِ غریب کا سلسلۂ اسناد مشہور تھا، اس سلسلۂ اسناد سے ایک شخص روایتوں کو نقل کرتا ہے، اور اس کی نقل کردہ روایتیں دیگر ثقات راویوں کی روایتوں کے موافق ہیں جس کی وجہ سے اس کا ضابط وحافظ ہونا معلوم ہوگیا، اب اگر اسی سلسلۂ سند سے ایک دو حدیث ایسی نقل کرتا ہے جس کو اس کے دوسرے ثقہ ساتھی نقل نہیں کرتے ہیں، تو اس کی وہ حدیث غریب معتبر ہوگی، اس کا یہ تفرد اس بات کی دلیل ہوگی کہ اس کو استاذ کی حدیث کا زیادہ اہتمام ہے۔ (نعمت المنعم: ص ۷۸، فیض المنعم: ص ۴۷)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج) کس وقت یہ زیادتی غیر معتبر ہوگی؟

حدیثِ غریب کا راوی ایسی سند سے نقل کرے جس کا سلسلہ مشہور تھا، اور اس حدیث غریب کے سوا دوسری کوئی حدیث نقل نہیں کرتا ہے، اور اس استاذ کے دوسرے ثقہ شاگرد اس سے اس حدیث کو نقل نہیں کرتے ہیں، تو ان کا نقل نہ کرنا اس حدیث کو مشکوک بنادے گا۔

اگر دوسری اور روایتیں اس استاذ سے نقل کرتا، اور دیگر ساتھیوں کی روایتوں سے مطابقت وموافقت ہوتی تو اس کو حافظ وضابط مان کر اس استاذ کی احادیث کو زیادہ اہتمام و اعتناء کرنے والا شمار کرلیا جاتا، اور اس حدیثِ فرد کا اعتبار کرلیا جاتا؛ مگر جب ایسا نہیں ہے تو اس کو ضابط ومتقن قرار نہیں دیا جاسکتا، بنابریں، امام مسلمؒ نے فرمایا: فغیر جائز قبول حدیث هٰذا الضرب من الناس. (نعمت المنعم: ص ۷۹)

اگر پورا متن غریب ہو تو اس کے مقبول ہونے کی شرط کیا ہے؟

اگر پورے متنِ حدیث کو نقل کرنے میں راوی منفرد ہے، تو اس متنِ حدیث کی قبولیت کا مدار راوی کے ضابط ومتقن ہونے پر ہے، اور اس کے ساتھ ثقہ کی عدمِ مخالفت پر ہے: لہٰذا اگر اس زیادتی کا راوی ثقہ ومتقن ہے اور اپنے سے زیادہ ثقہ کی مخالفت اس میں نہیں ہے تو اس زیادتی کا اعتبار کیا جائے گا۔

اور اگر اس زیادتی کا راوی غیر متقن ہے یا متقن ہے؛ مگر اپنے سے زیادہ ثقہ کی مخالفت اس میں لازم آتی ہے تو اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ (نعمت المنعم: ص ۸۰)

حدیثِ منکر کی علامت:

کسی بھی محدث کی حدیث کے منکر ہونے کی علامت یہ ہے کہ اگر اس کی روایت کا معتبر حفاظ کرام کی روایت سے موازنہ کیا جائے تو وہ قطعاً اس سے مختلف ہوں یا مشکل سے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

موافقت پیدا کی جاسکے، جس راوی کی بیشتر مرویات اس قسم کی ہوں گی وہ راوی متروک الحدیث، نا قابلِ احتجاج اور غیر مقبول الروایۃ ہے۔ (مسلم: ص ۴، فیض المنعم: ص ۴۴)

راوی کو غالب علی حدیث المنکر کب کہا جاتا ہے؟

راوی کو غالب علی حدیثہ المنکر اس وقت کہا جاتا ہے جب اس کی بیشتر روایات منکر یا غلط ہوں۔ (مسلم: ص ۵، نعمت المنعم: ص ۷۵)

سوال: (۴)، صفحہ: (۶)

(ششماہی امتحان ۱۴۳۴ھ/۱۴۳۶ھ/۱۴۳۷ھ)

اعْلَمْ أَنَّ الْوَاجِبَ عَلَى كُلِّ أَحَدٍ عَرَفَ التَّمْيِيزَ بَيْنَ صَحِيحِ الرِّوَايَاتِ وَسَقِيمِهَا وَثِقَاتِ النَّاقِلِينَ لَهَا مِنَ الْمُتَّهَمِينَ أَنْ لَا يَرْوِيَ مِنْهَا إِلَّا مَاعَرَفَ صِحَّةَ مَخَارِجِهِ وَالسِّتَارَةَ فِي نَاقِلِيهِ وَأَنْ يَتَّقِيَ مِنْهَا مَا كَانَ مِنْهَا عَنْ أَهْلِ التُّهَمِ وَالْمُعَانِدِينَ مِنْ أَهْلِ الْبِدَعِ وَالدَّلِيلُ عَلَى أَنَّ الَّذِي قُلْنَا مِنْ هٰذَا هُوَ اللَّازِمُ دُونَ مَا خَالَفَهُ قَوْلُهُ تَعَالَى: (يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوْا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ) وَقَالَ تَعَالَى: (مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ) وَقَالَ تَعَالَى: (وَأَشْهِدُوا ذَوَىْ عَدْلٍ مِنْكُمْ) فَدَلَّ بِمَا ذَكَرْنَا مِنْ هٰذِهِ الآيِ أَنَّ خَبَرَ الْفَاسِقِ سَاقِطٌ غَيْرُ مَقْبُولٍ وَأَنَّ شَهَادَةَ غَيْرِ الْعَدْلِ مَرْدُودَةٌ وَالْخَبَرُ وَإِنْ فَارَقَ مَعْنَاهُ مَعْنَى الشَّهَادَةِ فِي بَعْضِ الْوُجُوهِ فَقَدْ يَجْتَمِعَانِ فِي أَعْظَمِ مَعَانِيهِمَا.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) وہ اُمور جن میں خبر وشہادت کا اتفاق ہے ان کی وضاحت کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج) ''صحة المخارج'' اور ''الستارة في الناقل'' کا مطلب واضح کریں۔

(د) صحیح وسقیم روایات کی اقسام تحریر کریں، مخارج کی مراد اور ان کی صحت کا مفہوم واضح کریں، ''والستارة في ناقليه'' میں ناقلین کے مستور ہونے کا ایک خاص مفہوم ہے وہ کیا ہے؟ اور عام حالت میں مستور کا کیا مطلب ہوتا ہے؟ واضح کریں۔

(ہ) اعظم معانی جس میں خبر وشہادت کا اجتماع ہے اس کی وضاحت کریں، نیز ان کے علاوہ جن اُمور میں خبر وشہادت کے مابین فرق ہوتا ہے انھیں واضح کریں۔

الجواب

(الف)

ترجمہ: جان لیجیے کہ ہر اُس شخص پر جو صحیح اور ضعیف روایتوں کے مابین امتیاز کر سکتا ہے اور حدیث کے ثقہ راویوں کو متہم راویوں سے ممتاز کر سکتا ہے اس پر واجب ہے کہ صرف وہ حدیثیں روایت کرے جن کے رُوات کی درستگی اور ناقلوں کی عدالت جانتا ہے اور جو روایتیں متہم اور معاند گمراہ لوگوں سے مروی ہیں اُن سے اجتناب کرے۔ اور اس بات کی دلیل کہ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے کہ وہی لازم ہے اور اس کا خلاف جائز نہیں ہے، اللہ پاک کا یہ ارشاد ہے: (اے ایمان والو! اگر کوئی بدکار آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو خوب تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی قوم کو نادانی میں کوئی نقصان پہنچا دو، پھر اپنے کیے پر پچھتاؤ) اور اللہ پاک کا یہ ارشاد ہے: (ایسے گواہوں میں سے جن کو تم پسند کرتے ہو) اور یہ ارشاد ہے (اور اپنے میں سے دو معتبر آدمیوں کو گواہ بنا لو) یہ آیتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ فاسق کی خبر نا قابلِ اعتبار، غیر مقبول ہے اور یہ کہ غیر عادل کی گواہی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مردود ہے اور خبر بعض اعتبار سے اگرچہ شہادت سے جداگانہ چیز ہے؛ مگر بنیادی بات میں دونوں متحد ہیں۔

(ب) وہ اُمور جن میں خبر وشہادت کا اتفاق ہے:

أمّا الأوصاف اللتي يشتركان فيها، وهي الإسلام، والعقل، والبلوغ، والعدالة، والمروة، وضبط الخبر، والمشهود به، عند التحمل والأداء.

(نووی: ص/٦)

وہ اوصاف جن میں خبر وشہادت کے مابین فرق ہے:

أما الأوصاف اللتي يفترقان فيها، وهي الحرية، والذكورية، والعدد، والتهمة، وقبول الفرع مع وجود الأصل فتعبر هذه الشروط في الشهادة دون الخبر. (نووی: ص٦)

(ج) صحة المخارج- الستارة فی ناقلیه کا مفهوم:

المخارج: مخارج جمع المخرج، أي محل الخروج والمراد به رواة الأسانيد، لأنهم محل خروج الرواية والحديث. (نووی: ص٦)

مخارج مخرج کی جمع ہے بمعنی نکلنے کی جگہ، اس سے مراد رُواتِ حدیث ہیں؛ اس لیے کہ حدیث انھیں کے واسطے سے آتی ہے۔ (نعمت المنعم: ص۸۵)

الستارة: هي مايستتر به وكذلك السترة وهي هنا إشارة إلى الصيانة والعدالة. (نووی: ص٦)

ستارۃ سے مراد وہ چیز ہے جس کے ذریعہ پردہ حاصل کیا جائے اور یہاں صیانت و عدالت کے معنی میں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صحیح اور سقیم روایات کی اقسام

(د):

صحیح: صحیح سے مراد وہ حدیث ہے جس کے اندر صحیح یا حسن ہونے کی شرائط پائی جائیں، پھر صحیح کی چار قسمیں ہیں:

(۱) صحیح لذاتہٖ (۲) صحیح لغیرہٖ (۳) حسن لذاتہٖ (۴) حسن لغیرہٖ

سقیم: سقیم سے مراد وہ حدیث ہے جس کے اندر صحیح یا حسن کی شرائط نہ پائی جائیں، اور اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱) وہ حدیث جس کی سند متصل نہ ہو اور اس کی چار قسمیں ہیں:

(۱) معلق (۲) مرسل (۳) معضل (۴) منقطع

(۲) وہ حدیث جس کے رُوات میں اسبابِ طعن پائے جائیں، اور اس کی بھی چار قسمیں ہیں: (۱) موضوع (۲) متروک (۳) منکر (۴) معلل (القول الملهم: ص ۱۱)

مخارج کی مراد اور ان کی صحت کا مفہوم:

مخارج کی مراد (ج) کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

اور ان کی صحت کا مفہوم یہ ہے کہ راوی حدیث عادل، اور تام الضبط ہوں۔

(نعمت المنعم: ص ۸۵)

ناقلین کے مستور ہونے کا خاص مفہوم:

والستارة في ناقليه: میں ناقلین کے مستور ہونے کا خاص مفہوم یہ ہے کہ وہ راوی عادل ہونے کے ساتھ خفیف الضبط اور مستور الحفظ ہوں۔ (فیض المنعم: ص ۵۶)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حالتِ عامہ میں مستوریت کی مراد:

حالتِ عامہ میں مستوریت کا مفہوم یہ ہے کہ اس سے مراد وہ راوی ہیں جن کی خوبیاں ہم کو معلوم ہوں اور بُرائی ہمارے علم میں نہ ہو۔ (فیض المنعم: ص ۵۶)

(ہ):

خبر و شہادت میں جن اُمور میں اتفاق و اختلاف ہے، اس کی وضاحت (ب) کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

سوال: (۵)، صفحہ: (۱۰)

(ششماہی امتحان ۱۴۳۸ھ)

عَنْ طَاوُسٍ قَالَ جَاءَ هٰذَا إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ يَعْنِي بُشَيْرَ بْنَ كَعْبٍ فَجَعَلَ يُحَدِّثُهُ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ عُدْ لِحَدِيثِ كَذَا وَكَذَا. فَعَادَ لَهُ ثُمَّ حَدَّثَهُ فَقَالَ لَهُ عُدْ لِحَدِيثِ كَذَا وَكَذَا. فَعَادَ لَهُ فَقَالَ لَهُ مَا أَدْرِي أَعَرَفْتَ حَدِيثِي كُلَّهُ وَأَنْكَرْتَ هٰذَا أَمْ أَنْكَرْتَ حَدِيثِي كُلَّهُ وَعَرَفْتَ هٰذَا فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ إِنَّا كُنَّا نُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ لَمْ يَكُنْ يُكْذَبُ عَلَيْهِ فَلَمَّا رَكِبَ النَّاسُ الصَّعْبَ وَالذَّلُولَ تَرَكْنَا الْحَدِيثَ عَنْهُ. وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرَى لَمْ نَأْخُذْ مِنَ النَّاسِ إِلَّا مَا نَعْرِفُ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) ترکنا الحدیث کا مطلب کیا ہے؟ دوسری روایت کی روشنی میں بیان کریں۔

(ج) نیز حدیث کے صحیح وغلط ہونے کا یہ معیار جو بیان کیا گیا ہے اسے بوضاحت تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت طاؤس کہتے ہیں کہ یہ شخص یعنی بشیر بن کعب حضرت ابن عباسؓ کے پاس آئے اور حدیث بیان کرنے لگے تو (چند حدیث سننے کے بعد) ابن عباسؓ نے ان سے کہا فلاں فلاں حدیثیں دوبارہ سنایئے؛ چناں چہ اس نے دوبارہ سنائی، پھر وہ حضرت ابن عباسؓ کے سامنے اور حدیثیں بیان کرنے لگے تو (چند حدیثوں کے بعد) پھر ابن عباسؓ نے فرمایا: کہ فلاں فلاں حدیثیں دوبارہ بیان کیجیے؛ چناں چہ انہوں نے وہ دوبارہ بیان کیں، پھر بشیر نے ابن عباسؓ سے کہا کہ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ آپ نے میری سب حدیثوں کو معتبر سمجھا اور ان چند کے بارے میں آپ کو شبہ ہوا یا میری سب حدیثوں کو غیر معتبر سمجھا، اور ان چند کو معتبر جانا؟ تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیثیں بیان کرتے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ نہیں بولا جاتا تھا، پھر جب لوگ اچھی بُری سواری پر چڑھنے لگے تو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کی جانے والی حدیثوں کو قبول کرنا چھوڑ دیا (سچ وجھوٹ بولنے لگے) اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ ہم صرف وہی حدیثیں لیتے ہیں جن کو ہم جانتے ہیں۔

(ب) ترکنا الحدیث کا مطلب:

ترکنا الحدیث کا مطلب ''نحدث'' کے معروف ومجہول ہونے پر موقوف ہے، معروف ہونے کی صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے حدیثیں بیان کرنا چھوڑ دیا۔

اور مجہول ہونے کی صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے بیان کی جانے والی حدیثوں کو قبول کرنا چھوڑ دیا۔ (فیض المنعم ص ۷۴)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج) حدیث کے صحیح وغلط ہونے کا معیار:

حدیث کے صحیح وغلط ہونے کا جو معیار بیان کیا گیا ہے، اس کی وضاحت یہ ہے کہ فن حدیث کے اکابرؒ سے رجوع کیا جائے، اور ان سے معلوم کیا جائے کہ کون سی حدیث صحیح ہے اور کون سی غیر صحیح، جیسا کہ لوگ اپنا سونا، چاندی پرکھوانے کے لیے ماہر سنار کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ (فیض المنعم، ص ۷۶)

سوال: (٦)، صفحہ: (۱۰)

(ششماہی امتحان ۱۴۳۱ھ)

عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ كَتَبْتُ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما أَسْأَلُهُ أَنْ يَكْتُبَ لِي كِتَابًا وَيُخْفِي عَنِّي، فَقَالَ: وَلَدٌ نَاصِحٌ أَنَا أَخْتَارُ لَهُ الْأُمُورَ اخْتِيَارًا وَأُخْفِي عَنْهُ قَالَ فَدَعَا بِقَضَاءِ عَلِيٍّ فَجَعَلَ يَكْتُبُ مِنْهُ أَشْيَاءَ وَيَمُرُّ بِهِ الشَّيْءُ فَيَقُولُ وَاللهِ مَا قَضَى بِهٰذَا عَلِيٌّ إِلَّا أَنْ يَكُونَ ضَلَّ.

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کیجیے۔

(ب) باوضاحت مطلب لکھیں، ابن ابی ملیکہ کون ہیں؟ ''ویخفی'' کا معنیٰ کیا ہے؟ کیا کوئی نسخہ اور بھی ہے؟ اگر ہے تو اُس کے معنیٰ لکھیے۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: ابن ابی ملیکہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ کے پاس خط لکھ کر درخواست کی کہ مجھے (حضرت علیؓ کے فیصلوں کی) ایک کتاب لکھ دیں اور غیر معتبر باتیں مجھ سے بیان نہ کریں، تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اچھا لڑکا ہے،

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

میں اس کے لیے اچھی باتیں منتخب کروں گا، اور غیر معتبر باتیں اس سے مخفی رکھوں گا، تو ابن ابی ملیکہ نے کہا: کہ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت علیؓ کے فیصلہ منگوائے اور اس میں سے نقل کرنے لگے اور کچھ چیزیں جب ان کی نگاہ سے گزرتی تو فرماتے: بخدا! حضرت علیؓ نے یہ فیصلہ نہیں کیا؛ مگر یہ کہ وہ گمراہ ہو گئے ہوں۔

(ب) تشریح:

امام مسلمؒ نے یہاں پر صحتِ اسانید کو پہچاننے کا ایک بہت ہی عمدہ ضابطہ بیان کیا ہے کہ جو بات جس کے بارے میں کہی جائے تو دیکھا جائے گا کہ وہ اس کے جانے پہچانے احوال کے متعلق ہے یا نہیں اگر ہے، تو قبول کر لی جائے گی؛ ورنہ نہیں، اسی ضابطہ کے تحت حضرت ابن ابی ملیکہ نے حضرت ابن عباسؓ کے پاس ایک خط بھیجا اور درخواست کی کہ مجھے حضرت علیؓ کے فیصلہ کو لکھ دیں، تو حضرت ابن عباسؓ نے حضرت علیؓ کے فیصلوں کی ایک کتاب منگوائی، اور فیصلوں کا جائزہ لیا، اور جو فیصلہ حضرت علیؓ کے جانے پہچانے احوال کے مطابق نہیں تھے، ان کو یہ کہہ کر رد کر دیا کہ بخدا یہ حضرت علیؓ کے فیصلہ نہیں ہو سکتے، الا یہ کہ وہ گمراہ ہو گئے ہوں، اور حضرت علیؓ کا ہدایت پر ہونا یقینی ہے، لہٰذا یہ حضرت علیؓ کے فیصلے نہیں ہو سکتے۔ (نعمت المنعم: ص/۱۱۸)

ابن ابی ملیکہ کون ہیں؟

ابن ابی ملیکہ کا نام عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ ہے اور آپ کو دوسرے دادا کی طرف نسبت کرتے ہوئے ابن ابی ملیکہ کہا جاتا ہے۔

ویخفی عنه کا معنیٰ اور دوسرا نسخہ:

یخفی من الاخفاء بمعنیٰ چھپانا۔

اور دوسرا نسخہ یحفی ہے من الاحفاء بمعنیٰ الامساک مطلب بہر صورت ایک ہی ہے۔ (نعمت المنعم: ص/۱۱۸)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال:(۷)، صفحہ:(۱۱)

(ششماہی امتحان ۱۴۴۰ھ)

عَنِ ابْنِ سِيرِينَ قَالَ: لَمْ يَكُونُوا يَسْأَلُونَ عَنِ الإِسْنَادِ فَلَمَّا وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ قَالُوا سَمُّوا لَنَا رِجَالَكُمْ فَيُنْظَرُ إِلَى أَهْلِ السُّنَّةِ فَيُؤْخَذُ حَدِيثُهُمْ وَيُنْظَرُ إِلَى أَهْلِ الْبِدَعِ فَلَا يُؤْخَذُ حَدِيثُهُمْ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) بتائیں کہ فتنہ سے کیا مراد ہے؟ پھر اثر مذکور کا حاصل تحریر کریں۔

(ج) بدعت کی تعریف کریں، اور اہلِ بدعت سے حدیث کی روایت کرنے کے سلسلہ میں کیا مذاہب ہیں تحریر کریں۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: ابن سیرینؒ کہتے ہیں کہ سلف حدیث بیان کرنے والوں سے سند معلوم نہیں کیا کرتے تھے؛ مگر جب فتنہ رونما ہوا، تو انہوں نے حدیث بیان کرنے والوں سے پوچھنا شروع کیا کہ اپنی سند بیان کرو، تاکہ اہلِ سنت راوی دیکھے جائیں، اور ان کی حدیث قبول کی جائے، اور فرقِ باطلہ کے افراد دیکھے جائیں اور ان کی حدیث نہ لی جائے۔

(ب) فتنہ سے کیا مراد ہے اور اثر مذکور کا حاصل:

فتنہ سے مراد جنگِ صفین کے بعد کے حالات ہیں جب شیعیت، ناصبیت، (خارجیت) وغیرہ کی دعوت شروع ہوئی تو اس وقت جو صحابۂ کرام بقیدِ حیات تھے،

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

انہوں نے اسنادِ حدیث کی داغ بیل ڈالی، اور راویوں کی جانچ شروع کی۔

(فیض المنعم: ص ۷۹)

بدعت کی تعریف:

ایجاد شیئ لم یکن فی عهد الصحابةؓ ولاتابعین ولاتبع التابعین بنیة الثواب ولیس له أصل في الدین.

اہلِ بدعت سے حدیث قبول کرنے کے سلسلہ میں مذاہب کا بیان:

اوّلاً بدعت کی دو قسمیں ہیں: (۱) بدعتِ مکفرہ (۲) بدعتِ مفسقہ

بدعت مکفرہ: تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صاحبِ بدعتِ مکفرہ کی روایت قبول نہیں کی جائے گی۔

بدعتِ مفسقہ: بدعتِ مفسقہ کی روایت کے قبول وعدمِ قبول کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے؛ چناں چہ اس سلسلہ میں علامہ نوویؒ نے چار قول بیان کیے ہیں:

(۱) ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ ان کی روایت مطلقاً غیر مقبول ہے۔

(۲) دوسری جماعت وہ ہے جو بدعتی کی روایت کے مطلقاً مقبول ہونے کی قائل ہے، جب کہ وہ کذب کو حلال وجائز نہ سمجھے، چاہے بدعت کی دعوت دے یا نہ دے۔

قال النووی: هٰذا مُحکیٌ عن إمامنا الشافعیؒ.

(۳) تیسری جماعت وہ ہے جو اِس بات کی قائل ہے کہ بدعتی کی روایت قبول کی جائے گی، جب کہ وہ بدعت کا داعی نہ ہو، یہی جمہور محدثین کا مسلک ہے۔

(۴) چوتھی جماعت اِس بات کی قائل ہے کہ اگر اس کی بدعتِ صغریٰ ہے تو اس کی روایت مقبول ہوگی اور اگر بدعتِ کبریٰ ہے تو اس کی روایت قبول نہیں کی جائے گی۔

(نووی: ص ٦، المستفاد من نعمت المنعم: ص ۸۰ تا ۸۸)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال: (۸)، صفحہ: (۱۳)

(ششماہی امتحان ۱۴۳۹ھ)

سُئِلَ ابْنُ عَوْنٍ عَنْ حَدِيثٍ لِشَهْرٍ وَهُوَ قَائِمٌ عَلَى أُسْكُفَّةِ الْبَابِ فَقَالَ إِنَّ شَهْرًا نَزَكُوهُ إِنَّ شَهْرًا نَزَكُوهُ. قَالَ مُسْلِمٌ رَحِمَهُ اللهُ يَقُولُ أَخَذَتْهُ أَلْسِنَةُ النَّاسِ تَكَلَّمُوا فِيهِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں اور مطلب لکھیں۔

(ب) شہر کون صاحب ہیں، جن کی حدیث کے متعلق سوال ہوا ہے؟ امام مسلمؒ کو نزکوہ کی تشریح وتفسیر کی ضرورت کیوں پیش آرہی ہے؟ اس کی وجہ بھی تحریر کریں۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: (نضر بن شمیل کہتے ہیں کہ) ابن عون سے دریافت کیا گیا شہر بن حوشب کی حدیثوں کے بارے میں، دراں حالیکہ وہ دروازہ کی دہلیز پر کھڑے تھے، تو انہوں نے جواب دیا، شہر کو لوگوں نے نیزے مارے ہیں، شہر کو لوگوں نے نیزے مارے ہیں، امام مسلمؒ نے فرمایا: ابن عون کہہ رہے ہیں کہ لوگوں نے ان کی برائی کی ہے، ان پر عیب لگایا ہے۔

تشریح: فن حدیث کے تمام ائمہ اس بات پر متفق ہیں کہ اگر راوی میں کوئی کمزوری ہے تو اس سے لوگوں کو مطلع کر دینا چاہیے؛ کیوں کہ جرح راوی کا مقصد لوگوں کی غیبت یا برائی نہیں ہے؛ بلکہ دین کی صیانت وحفاظت ہے، اسی سلسلہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے امام مسلمؒ جرح رُوات کے بیان کو شروع کر رہے ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور سب سے پہلے شہر بن حوشب پر جرح کا تذکرہ کیا ہے کہ ان کے متعلق ابن عون سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: لوگوں نے ان کی بُرائی کی ہے، اور ان پر عیب لگایا ہے۔

(ب): شہر بن حوشب کون ہیں؟

شہر بن حوشب اشعری، شامی متوفی ۱۱۲ھ معمولی درجہ کے راوی ہیں؛ کثیر الارسال والاوہام ہیں، اور ابن عون نے ان پر جرح کی ہے۔ (فیض المنعم: ص ۸۷)

امام مسلمؒ کو "نزکوہ" کی تفسیر کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

النزك: نیزہ مارنا مراد جرح وطعن کرنا ہے، بعض لوگوں نے اس کو ترکوہ بالتاء پڑھا ہے، ترک کے معنی چھوڑنے کے ہیں، یہ پڑھنا صحیح نہیں ہے؛ اس لیے کہ شہر بن حوشب متروک راوی نہیں ہیں؛ اسی لیے امام مسلمؒ نے نزکوہ کی تفسیر أخذته السنة الناس سے کی ہے۔ (نعمت المنعم: ص ۱۳۳)

سوال: (۹)، صفحہ: (۱۴)

(ششماہی امتحان ۱۴۳۸ھ)

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ جَبَلَةَ يَقُوْلُ: قُلْتُ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُبَارَكِ مَنْ هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِي رَوَيْتَ عَنْهُ حَدِيثَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو يَوْمُ الْفِطْرِ يَوْمُ الْجَوَائِزِ قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ الْحَجَّاجِ قُلْتُ انْظُرْ مَا وَضَعْتَ فِي يَدِكَ مِنْهُ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) عبارت کی تشریح کرتے ہوئے بتائیں کہ "ماوضعت" مخاطب کا صیغہ ہے یا متکلم کا؟ ہر صورت میں اس کا مطلب بیان کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف):

ترجمه: عبداللہ بن عثمان کہتے ہیں کہ میں نے ابن مبارک سے پوچھا وہ کون راوی ہے جس سے آپ عبداللہ بن عمرو کی یہ روایت کہ عید الفطر انعام پانے کا دن ہے روایت کرتے ہیں، ابن مبارکؒ نے کہا کہ وہ سلیمان بن حجاج ہے، (میں نے کہا کہ) آپ دیکھ لیں کہ آپ نے اپنے ہاتھ میں اس شخص سے کیا چیز دھر لی ہے۔

(ب) تشریح:

اِس روایت سے امام مسلمؒ کا مقصد جرح کے جواز کو ثابت کرنا ہے، اور اِس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ "یوم الفطر یوم الجوائز" کی روایت ضعیف ہے؛ اس لیے اس کی سند میں سلیمان بن الحجاج طائفی مجہول الحال راوی ہے۔

یوم الفطر یوم الجوائز: امام نوویؒ نے پوری حدیث نقل کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جب عید الفطر کا دن آتا ہے تو فرشتے راستے کے ناکوں پر کھڑے ہوکر کہتے ہیں: اے مسلمانوں اپنے پروردگار کے پاس چلو جو نہایت رحم والا ہے اور نیکی کا حکم دیتا ہے، پھر اس پر ثواب کثیر عنایت کرتا ہے، اس نے تم کو حکم دیا تم نے روزہ رکھا اور اپنے پروردگار کی اطاعت کی، پس قبول کرو اپنے انعاموں کو، پھر جب عید کی نماز پڑھ لیتے ہیں تو آسمان سے ایک منادی ندا دیتا ہے کہ جاؤ اپنے اپنے گھروں کو کامیاب ہوکر کہ ہم نے تمہارے گناہوں کو معاف کردیا، اور اس دن کو یوم الجوائز کہتے ہیں۔ (نووی: ص ۱۴)

"وضعت" مخاطب کا صیغہ ہے یا متکلم کا؟

قال النووي "وَضَعْتَ" فضبطناه بفتح التاء ولايمتنع ضمها. وهو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مدح و ثناء علی سلیمان بن الحجاج. (نووی: ص ۱۴)

امام نوویؒ نے فرمایا: ''وَضَعْتَ'' مخاطب کا صیغہ ہے، اور اس کا متکلم کا صیغہ ہونا بھی ممنوع نہیں ہے اور مقصود سلیمان بن الحجاج کی مدح وثناء ہے، دونوں صورتوں میں؛ مگر قاضی شمس الدین الهَرَوی اپنی کتاب ''فضل المنعم'' شرح مسلم میں تحریر فرماتے ہیں: کہ وضعتُ متکلم کا صیغہ ہونے کی صورت میں ذم کا احتمال بھی رکھتا ہے اور مطلب یہ ہوگا کہ میں نے آپ کے سامنے جو اس کا ضعف رکھا ہے تو اس میں غور کر لے۔ امام مسلمؒ کا اس روایت کو جرح کے باب میں لانا بھی ذم کے احتمال کو قوی بنا رہا ہے۔ (ج/۱/ص/۲۰۸)

سوال: (۱۰)، صفحہ: (۱۵)

(ششماہی امتحان ۱۴۲۹ھ)

عَنْ عَاصِمٍ قَالَ كُنَّا نَأْتِي أَبَاعَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيَّ وَنَحْنُ غِلْمَةٌ أَيْفَاعٌ فَكَانَ يَقُولُ لَنَا لَاتُجَالِسُوا الْقُصَّاصَ غَيْرَ أَبِي الْأَحْوَصِ وَإِيَّاكُمْ وَشَقِيقًا قَالَ وَكَانَ شَقِيقٌ هٰذَا يَرَى رَأْيَ الْخَوَارِجِ وَلَيْسَ بِأَبِي وَائِلٍ.

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کیجیے۔

(ب) مطلب باوضاحت لکھیے۔

(ج) ''ولیس بأبي وائل'' سے کیا کہنا چاہتے ہیں؟

الجواب

(الف):

ترجمہ: عاصم کہتے ہیں کہ ہم تابعیِ جلیل حضرت ابو عبدالرحمٰن عبداللہ بن حبیب سُلمی رحمہ اللہ کے پاس (حدیثیں پڑھنے) جایا کرتے تھے جبکہ ہم نوجوان لڑکے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تھے، پس وہ ہم سے فرمایا کرتے تھے کہ واعظوں کے پاس حدیثیں پڑھنے نہ جایا کرو، البتہ حضرت ابوالاحوص عوف بن مالک بن نضلہ کوفی اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اور شقیق سے بچا کرو۔ عاصم کہتے ہیں کہ یہ شقیق خارجیوں کا عقیدہ رکھتا تھا اور یہ وہ شقیق نہیں ہیں جن کی کنیت ابووائل ہے۔

(ب):

تشریح: محدثین کے نزدیک صوفیاء کی طرح پیشہ ور واعظوں کی حدیثوں کا بھی زیادہ اعتبار نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ طبقہ اپنی چند کمزوریوں کی وجہ سے عام طور پر غیر معروف حدیثیں بیان کرتا ہے، اس طبقہ کی سب سے بڑی حواہش یہ رہتی ہے کہ ایسی تقریر ہو کہ مجمع جھوم جائے، ظاہر ہے کہ یہ مقصد معروف مضامین بیان کرنے سے حاصل نہیں ہوسکتا؛ اس لیے ان لوگوں کو عجیب سے عجیب تر باتیں گھڑنی پڑتی ہیں، یا دوسروں کی گھڑی ہوئی سنانی پڑتی ہیں، اسی طرح یہ طبقہ علم میں پختہ بھی نہیں ہوتا؛ اس لیے بہت سی کمزور؛ بلکہ غلط باتیں بیان کردیتا ہے، اور سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ فن حدیث کی مہارت ان لوگوں کو حاصل نہیں ہوتی، اور وعظ میں حدیثیں بیان کرنا وہ اپنا موروثی حق سمجھتے ہیں؛ اس لیے جو بھی حدیث سامنے آجاتی ہے، اسے بیان کرنا شروع کردیتے ہیں۔

اسی وجہ سے ائمہ جرح وتعدیل نے واعظوں کی حدیثوں کو غیر معتبر قرار دیا ہے؛ مگر یہ کلیہ نہیں ہے، بعض حضرات اس سے مستثنیٰ بھی ہیں۔ (فیض المنعم: ص۹۷)

(ج):

ولیس بأبي وائل کی مراد: اس عبارت کا مقصد یہ ہے کہ شقیق نام کے دو شخص ہیں:

(۱) ابوعبدالرحیم شقیق ضبی کوفی جو خارجیوں کا عقیدہ رکھتا ہے اور عبارت میں شقیق سے یہی مراد ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) ابووائل شقیق ابن سلمہ اسدی، جو کبار تابعین میں سے ہیں اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے خاص شاگرد ہیں، اور حدیث شریف کے نہایت مضبوط راوی ہیں، یہاں ''ولیس بأبي وائل'' کی عبارت اِس بات کی طرف غمازی کر رہی ہے کہ یہاں وہ شقیق مراد نہیں، جن کی کنیت ابووائل ہے۔ (فیض المنعم: ص ۹۸)

سوال: (۱۱)، صفحہ: (۱۵)

(ششماہی امتحان ۱۴۳۱ھ)

عَنْ سُفْيَانَ قَالَ كَانَ النَّاسُ يَحْمِلُونَ عَنْ جَابِرٍ قَبْلَ أَنْ يُظْهِرَ مَا أَظْهَرَ فَلَمَّا أَظْهَرَ مَا أَظْهَرَ اتَّهَمَهُ النَّاسُ فِي حَدِيثِهِ وَتَرَكَهُ بَعْضُ النَّاسِ فَقِيلَ لَهُ وَمَا أَظْهَرَ؟ قَالَ الإِيمَانُ بِالرَّجْعَةِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب) مطلب واضح طور پر لکھیے اور بتائیے کہ ''ایمان بالرجعة'' کی تفسیر شیعہ کیا کرتے ہیں؟ اور خود جابر کیا کرتا تھا؟

الجواب

(الف):

ترجمہ: سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ جب تک جابر جعفی نے اپنی بداعتقادی ظاہر نہیں کی تھی، لوگ اس سے حدیثیں لیا کرتے تھے پھر جب اس نے اپنی بداعتقادی ظاہر کی تو لوگوں نے اس پر اس کی حدیثوں کے بارے میں بدگمانی کی اور بعض لوگوں نے اس کو چھوڑ دیا، ابن عیینہ سے پوچھا گیا کہ اس نے کیا بداعتقادی ظاہر کی؟ انہوں نے جواب دیا کہ: ''رجعت کا عقیدہ''

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب):

تشریح: ابوعبداللہ جابر بن یزید جعفی کوفی مشہور ضعیف راوی ہے، پہلے یہ شخص ٹھیک تھا، پھر سبائی شیعہ ہوگیا تھا؛ چناں چہ بعض ائمہ نے سابق احوال کے اعتبار سے اس کی توثیق کی ہے، اور اس کی روایتیں لی ہیں، اور دوسرے حضرات نے اس پر آخری احوال کے اعتبار سے جرح کی ہے، اور اس کی روایتیں ترک کردی ہیں، امام اعظم نے جو جابر کے ہم وطن تھے جابر پر سخت جرح کی ہے۔

ایمان بالرجعۃ کی تفسیر:

شیعوں کا ایک مشہور فرقہ اثناء عشریہ کا اعتقاد ہے کہ بارہواں امام غائب ہے اور قیامت سے پہلے دنیا میں واپس آئے گا، اسی کا نام ایمان بالرجعت ہے۔ اور جابر جس رجعت کا اعتقاد رکھتا تھا وہ یہ ہے کہ جب اولادِ علی میں سے کوئی خلافت و امامت کا دعویٰ کرے گا تو اس وقت تک اس کا ساتھ نہیں دیا جائے گا جب تک حضرت علی بادل میں سے آواز دے کر نہ کہہ دیں کہ اس کے ساتھ نکلو، گویا اس کا اعتقاد ہے کہ حضرت علی بادل میں ہیں۔ (نعمت المنعم:۱/۱۴۵)

سوال:(۱۲)، صفحہ:(۱۶)

(ششماہی امتحان ۱۴۲۹ھ/۱۴۳۰ھ)

حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ ذَكَرَ أَيُّوبُ رَجُلًا يَوْمًا فَقَالَ لَمْ يَكُنْ بِمُسْتَقِيمِ اللِّسَانِ وَذَكَرَ آخَرَ فَقَالَ هُوَ يَزِيدُ فِي الرَّقْمِ.

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کیجیے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) مطلب باوضاحت لکھیے۔

(ج) زيادت في الرقم کسے کہتے ہیں، اور یہاں کیا مراد ہے؟

(د) حماد بن زید سے قبل احمد بن ابراہیم دورقی کا ذکر آیا ہے، آپ دورقی نسبت کی وجہ لکھیے، پھر مطلب لکھتے ہوئے الزيادة في الرقم کی مراد واضح کیجیے۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: حماد کہتے ہیں کہ ایوب سختیانیؒ نے ایک دن ایک شخص کا تذکرہ کیا تو فرمایا: کہ وہ درست زبان نہیں تھا، اور ایک دوسرے شخص کا تذکرہ کیا تو فرمایا: کہ وہ قیمت بڑھایا کرتا تھا۔

(ب) تشریح:

اس عبارت سے امام مسلمؒ کا مقصد طلبہ کو جرح کا انداز سمجھانا ہے، اور اس کے لیے مجروح کا نام معلوم ہونا ضروری نہیں ہے، امام مسلمؒ کا مقصد ضعیف رواۃ کی معرفت نہیں ہے، اس کے لیے تو بڑی بڑی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ (فیض المنعم: ص ۱۰۳)

(ج) زيادت في الرقم کی مراد:

(۱) يزيد في الرقم کے اصلی معنٰی ہیں چیزوں پر پڑی قیمتوں میں تغیر کر دینا اور گاہکوں کو دھوکا دے کر زائد قیمت وصول کرنا۔ (۲) پھر بطورِ کنایہ یا بطورِ مجاز متعارف اس کے معنٰی ہونے لگے حدیثوں میں جھوٹ بولنا، اور اساتذہ سے لکھی ہوئی حدیثوں میں اپنی طرف سے بڑھا دینا اور شاگردوں کو دھوکا دے کر اپنی موضوعات چلا دینا۔

اور یہاں دوسری صورت مراد ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(د) دورقی نسبت کی وجہ:

(۱) دَورَقی اس زمانہ میں صوفی کو کہتے تھے اور ان کے والد بڑے عابد تھے، ان کی طرف نسبت کرتے ہوئے ان کو دورقی کہا جانے لگا۔

(۲) دورقی لمبی ٹوپی کو کہتے ہیں اور وہ لمبی ٹوپی پہنتے تھے، اسی کی طرف نسبت کرتے ہوئے ان کو دورقی کہا جاتا ہے۔

(۳) بعض لوگ کہتے ہیں کہ فارس میں دَوْرَق ایک شہر ہے، اس شہر کی طرف نسبت کرکے ان کو دورقی کہا جانے لگا۔ (نووی: ص ۱۶، نعمت المنعم: ص ۱۴۷)

الدورقي بفتح الدال واسكان الواو وفتح الراء وبالقاف. واختلف في معنٰى هٰذه النسبة.

(۱) فقيل كان أبوه ناسكا أي عابداً، وكانوا في ذلك الزمان يسمون الناسك دورقيا۔ وهو من أشهر الاقوال.

(۲) وقيل هي نسبة إلى القلانس الطوال اللتي تسمى الدورقية.

(۳) وقيل منسوب إلى دورق ببلدة بفارس أوغيرها. (نووی: ص ۱۶)

سوال: (۱۳)، صفحہ: (۱۹)

(ششماہی امتحان ۱۴۴۰ھ)

قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ نِعْمَ الرَّجُلُ بَقِيَّةُ لَوْلاَ أَنَّهُ كَانَ يَكْنِي الْأَسَامِي وَيُسَمِّي الْكُنٰى كَانَ دَهْرًا يُحَدِّثُنَا عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْوُحَاظِيِّ فَنَظَرْنَا فَإِذَا هُوَ عَبْدُ الْقُدُّوسِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) کنیت کو نام سے اور نام کو کنیت سے بدلنے کی کیا صورت ہے؟ اور ایسا کرنے کا کیا مقصد ہے؟

(ج) تدلیس اسناد اور تدلیسِ شیوخ کی تعریف کرتے ہوئے بتائیے کہ یہ فعل تدلیس اسناد ہے یا تدلیس الشیوخ؟ اور عبدالقدوس پر کیا جرح کی گئی ہے۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ بقیہ اچھے آدمی تھے، اگر وہ ناموں کو کنیت سے، اور کنیت کو ناموں سے نہ بدلا کرتے، وہ عرصہ تک ہمیں ابوسعید وحاظی سے حدیثیں سناتے تھے، پھر جب ہم نے غور کیا تو وہ عبدالقدوس نکلا۔

(ب) کنیت کو نام سے اور نام کو کنیت سے بدلنے کی صورت اور ایسا کرنے کا مقصد:

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ کنیت کو نام سے بدلنے کی صورت یہ ہے کہ جو شخص کنیت کے ساتھ مشہور ہے حدیث بیان کرتے وقت اس کی کنیت ذکر نہ کی جائے؛ بلکہ اس کا نام ذکر کیا جائے۔

اور نام کو کنیت سے بدلنے کی صورت یہ ہے کہ جو شخص نام سے مشہور ہو حدیث بیان کرتے وقت اس کا نام بیان نہ کیا جائے؛ بلکہ اس کی غیر معروف کنیت کو ذکر کیا جائے۔

(نووی: ص ۱۹، نعمت المنعم: ص ۱۶۲)

ایسا کرنے کا مقصد:

ایسا کرنے کے مختلف اغراض ہیں:

(۱) سب سے خراب قسم یہ ہے کہ اس کا شیخ ضعیف ہو، اور اس کے ضعف کو جاننا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بھی ہو، اور کوئی اس کا متابع بھی نہیں ہے، اور ظاہر کرنے میں کوئی فتنہ بھی نہیں ہے پھر بھی تدلیس کرتا ہے؛ تا کہ اس کے ضعف کا علم لوگوں کو نہ ہو، ایسا شخص مسلمانوں کے ساتھ خیانت کرتا ہے۔

(۲) یا امتحان کے مقصد سے کرتا ہے، اور یہ صورت جائز ہے۔ (نعمت المنعم: ص ۱۶۳)

(ج) تدلیس اسناد کی تعریف:

تدلیس اسناد یہ ہے کہ محدث کسی حدیث کو ایسے شیخ سے روایت کرے جو اس کا ہم عصر ہے؛ مگر اس سے ملاقات نہیں ہوئی، یا ملاقات تو ہوئی؛ مگر اس سے کوئی حدیث نہیں سنی، یا حدیث تو سنی ہے؛ مگر یہ حدیث جو بیان کر رہا ہے وہ نہیں سنی؛ بلکہ یہ حدیث اس محدث نے اس شیخ کے کسی ضعیف یا معمولی شاگرد سے سنی ہے، پھر اس واسطہ کو حذف کر کے اس شیخ سے اس طرح روایت کرے کہ سماع کا وہم ہوتا ہو۔

حکم: تدلیس کی یہ قسم مذموم اور ناجائز ہے۔ (فیض المنعم: ص ۱۲۰، نعمت المنعم: ص ۱۶۳)

تدلیس الشیوخ کی تعریف:

تدلیس شیوخ یہ ہے کہ محدث اپنے شیخ کا جو ضعیف یا معمولی درجہ کا راوی ہے تذکرہ غیر معروف نام یا غیر معروف کنیت یا غیر معروف نسبت یا غیر معروف صفت سے کرے؛ تا کہ لوگ اس کو پہچان نہ سکیں۔

حکم: تدلیس کی یہ صورت نا مناسب ہے؛ مگر جائز ہے۔

(فیض المنعم: ص ۱۲۰، نعمت المنعم: ص ۱۶۳)

اور یہ فعل تدلیس الشیوخ ہے۔

عبدالقدوس پر جرح:

ابوسعید عبدالقدوس بن حبیب کلائی دمشقی شامی جس کے بارے میں عبداللہ بن

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مبارکؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک ڈاکہ زنی عبدالقدوس شامی سے روایت کرنے سے بہتر ہے۔

امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اس کی حدیثیں اُلٹ سلٹ ہیں۔

فلاسؒ کہتے ہیں کہ محدثین کا اس کی حدیثوں کے ترک پر اتفاق ہے، اور ابن حبانؒ نے صراحت فرمائی ہے کہ یہ شخص حدیثیں گھڑا کرتا تھا۔ (فیض المنعم: ص ۴۱)

سوال: (۱۴)، صفحہ: (۱۹)

(ششماہی امتحان ۱۴۳۷ھ)

سَمِعْتُ أَبَانُعَيْمٍ، وَذَكَرَ الْمُعَلَّى بْنِ عِرْفَانَ، فَقَالَ: قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْوَائِلٍ، قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَاابْنُ مَسْعُوْدٍ بِصِفِّيْنَ، فَقَالَ أَبُوْنُعَيْمٍ: أَتُرَاهُ بُعِثَ بَعْدَالْمَوْتِ؟

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) ابونعیم کون ہیں؟ "أتراه"، فعل معروف ہے یا مجہول؟ معروف و مجہول میں معنی کے اعتبار سے کیا فرق ہے؟

(ج) صفین کیا چیز ہے؟ ابونعیم کے اس کہنے کا کیا مقصد ہے؟ وضاحت کرتے ہوئے بتائیں کہ عبارت میں حدیث کے صحیح وغلط کی تمیز کرنے کا کون سا طریقہ بیان ہوا ہے؟

الجواب

(الف)

ترجمہ: ابونعیم نے معلّی بن عرفان کا تذکرہ کیا تو فرمایا کہ اس نے کہا، بیان کیا ہم سے ابووائل نے کہ: "جنگِ صفین کے موقع پر حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہمارے پاس تشریف لائے" اس پر ابونعیم نے کہا: کہ "کیا آپ یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ مرنے کے بعد زندہ کیے گئے"۔

(ب) ابونعیم کون ہیں؟

هو الفضل بن دُكَيْن بن حماد بن زهير بن درهم التيمي وكان ابونُعيم أوْحَدَ زمانه في الحديث.

ابونعیم علم حدیث میں منفرد زمانہ تھے، محدثین کا آپ کی فضیلت، قدر و منزلت، ثقاہت وعدالت پر اتفاق رہا ہے۔ (فضل المنعم: ج/۱، ص/۳۷۸)

أتراه فعل معروف ہے یا مجہول؟

قال النووي أتراه هو بضم التاء أتظنه.

امام نوویؒ نے فرمایا: "أتراه" فعل مجہول ہے، بمعنی گمان کرنا۔
اور معروف کی صورت میں اس کے معنی یقین کے آتے ہیں۔

(ج) صفین کیا چیز ہے؟

قال النووي: الصفين بكسر الصاد والفاء المشددة وبعدها ياء وهٰذه هي اللغة المشهورة وهي موضع الوقعة بين أهل الشام والعراق مع علي رضي الله عنه ومعاوية رضي الله عنه. (نووی: ص ۱۹)

صفین ایک جگہ کا نام ہے جہاں حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کی جنگ ہوئی۔

ابونعیم کے اس کہنے کا کیا مقصد ہے؟

أتراه بعث بعد الموت: حضرت ابونعیم کے اس کہنے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا انتقال حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت میں ہوا، اور جنگِ صفین حضرت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

علیؓ کی خلافت کے دور میں ہوئی، ابن مسعودؓ کی وفات اور جنگِ صفین میں پانچ سال کا وقفہ ہے؛ اس لیے عبداللہ بن مسعودؓ اس جنگ میں شریک نہیں ہو سکتے، ہاں! اگر یوں کہو کہ وہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوئے اور شریک ہوئے تو کہہ سکتے ہو۔

(فیض المنعم: ص ۱۲۲، نعمت المنعم: ص ۱۶۴)

عبارت میں حدیث کے صحیح وغلط ہونے کا کونسا طریقہ بیان کیا گیا ہے؟

عبارت میں حدیث کے صحیح وغلط ہونے کا جو طریقہ بیان کیا گیا ہے وہ فن تاریخ ہے، کہ راویوں کے کذب کے معلوم کرنے کی ایک صورت تاریخ بھی ہے۔

چناں چہ سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں: لما استعمل الرواة الكذب استعملنا لهم التاريخ. (نعمت المنعم: ص ۱۶۴)

سوال: (۱۵)، صفحہ: (۲۱)

(ششماہی امتحان ۱۴۳۶ھ)

وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ مُنْتَحِلِي الْحَدِيثِ مِنْ أَهْلِ عَصْرِنَا فِيْ تَصْحِيحِ الْأَسَانِيدِ وَتَسْقِيمِهَا بِقَوْلٍ لَوْضَرَبْنَا عَنْ حِكَايَتِهِ وَذِكْرِ فَسَادِهِ صَفْحًا لَكَانَ رَأْيًا مَتِينًا وَمَذْهَبًا صَحِيحًا إِذِ الْإِعْرَاضُ عَنِ الْقَوْلِ الْمُطَّرَحِ أَحْرَى لِإِمَاتَتِهِ وَإِخْمَالِ ذِكْرِ قَائِلِهِ وَأَجْدَرُ أَنْ لَا يَكُونَ ذٰلِكَ تَنْبِيهًا لِلْجُهَّالِ عَلَيْهِ غَيْرَ أَنَّا لَمَّا تَخَوَّفْنَا مِنْ شُرُوْرِ الْعَوَاقِبِ وَاغْتِرَارِ الْجَهَلَةِ بِمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ وَإِسْرَاعِهِمْ إِلَى اعْتِقَادِ خَطَإِ الْمُخْطِئِيْنَ وَالْأَقْوَالِ السَّاقِطَةِ عِنْدَ الْعُلَمَاءِ رَأَيْنَا الْكَشْفَ عَنْ فَسَادِ قَوْلِهِ وَرَدِّ مَقَالَتِهِ بِقَدْرِ مَايَلِيقُ بِهَا مِنَ الرَّدِّ أَجْدٰى عَلَى الْأَنَامِ وَأَحْمَدَ لِلْعَاقِبَةِ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) کسی کے قول کی تردید کب کرنی چاہیے؟ مصنفؒ نے اس کا جو ضابطہ بیان کیا ہے آپ صرف وہ ضابطہ تحریر کریں، اور کوئی چیز مطلوب نہیں ہے۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: ہمارے زمانہ کے بعض نام نہاد محدثین نے سندوں کو صحیح اور ضعیف قرار دینے کے سلسلہ میں ایسی بات کہی ہے کہ اگر ہم ان کے قول کو نقل کرنے سے اعراض کرتے اور اس کا فساد ظاہر کرنے سے اعراض کرتے تو ہوتی وہ پختہ رائے اور صحیح مذہب؛ کیوں کہ مردود نظریہ سے اعراض کرنا زیادہ لائق ہے اس کو دفن کرنے سے، اور صاحب نظریہ کا نام مٹانے کے لیے اور زیادہ سزہ وار ہے (اِس بات کے) کہ وہ (تذکرہ) جاہلوں کی آگاہی کا سبب نہ بنے؛ مگر جب ہم نے خطرہ محسوس کیا انجام کی خرابی اور جاہلوں کے نئی نئی باتوں کے دھوکہ میں آنے کا، اور ان کے جلد معتقد ہوجانے کا خطا کاروں کی خطا اور ان اقوال کا جو علماء کے نزدیک نا قابلِ اعتبار ہیں تو ہم نے لوگوں کے لیے مفید سمجھا اس قول کے فساد کو ظاہر کرنا اور اس کی بات کی تردید کرنا (جتنی تردید اس کے لیے ضروری ہے) اور ہم نے قابلِ ستائش جانا انجام کے لیے۔

(ب) باطل نظریہ کی تردید کب ضروری ہے؟

اگر باطل نظریہ بلا آپ کی تردید کے لوگوں کے درمیان میں پھیل رہا ہو یا قوی اندیشہ ہو کہ لوگوں کے درمیان پھیل جائے گا اور لوگ اس سے متاثر ہوں گے تو اس کا ابطال وتردید ضروری ہے۔ (نعمت المنعم: ص ۱۸۰)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال: (۱۶)، صفحہ: (۲۳)

(ششماہی امتحان ۱۴۳۷ھ)

مَاعَلِمْنَا أَحَدًا مِنْ أَئِمَّةِ السَّلَفِ مِمَّنْ يَسْتَعْمِلُ الْأَخْبَارَ وَيَتَفَقَّدُ صِحَّةَ الْأَسَانِيدِ وَسَقَمَهَا مِثْلَ أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ وَابْنِ عَوْنٍ وَمَالِكِ بْنِ أَنَسٍ وَغَيْرِهِمْ مِنْ أَهْلِ الْحَدِيثِ فَتَّشُوا عَنْ مَوْضِعِ السِّمَاعِ فِي الْأَسَانِيدِ كَمَا ادَّعَاهُ الَّذِي وَصَفْنَا قَوْلَهُ مِنْ قَبْلُ وَإِنَّمَا كَانَ تَفَقُّدُ مَنْ تَفَقَّدَ مِنْهُمْ سَمَاعَ رُوَاةِ الْحَدِيثِ مِمَّنْ رَوَى عَنْهُمْ إِذَا كَانَ الرَّاوِيُ مِمَّنْ عُرِفَ بِالتَّدْلِيسِ فِي الْحَدِيثِ وَشُهِرَ بِهِ فَحِينَئِذٍ يَبْحَثُوْنَ عَنْ سَمَاعِهِ فِي رِوَايَتِهِ وَيَتَفَقَّدُوْنَ ذٰلِكَ مِنْهُ كَيْ تَنْزَاحَ عَنْهُمْ عِلَّةُ التَّدْلِيسِ فَمَنِ ابْتَغٰى ذٰلِكَ مِنْ غَيْرِ مُدَلِّسٍ عَلَى الْوَجْهِ الَّذِيْ زَعَمَ مَنْ حَكَيْنَا قَوْلَهُ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) ''موضع السماع فی الأسانید'' کی مراد واضح کریں، ''موضع السماع في الاسانيد'' کی تفتیش ائمۂ سلف کب ضروری سمجھتے ہیں؟ ''من حكينا قوله'' کا مصداق کون لوگ ہیں؟ اور یہ لوگ ''موضع السماع في الأسانيد'' کی تحقیق کب کب ضروری سمجھتے ہیں؟ بوضاحت تحریر کریں۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: اور ہم کسی کو نہیں جانتے، ان ائمہ متقدمین میں سے جو حدیثوں سے استدلال کرتے ہیں اور سندوں کی صحت وضعف کی چھان بین کرتے ہیں، جیسے ایوب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سختیانی، ابن عون، امام مالک بن انس وغیرہ، کہ انہوں نے سندوں میں سماع کے مقامات کی تفتیش کی ہو (کہ کہاں سماع ہے اور کہاں نہیں ہے؟) جیسا کہ اس شخص کا دعویٰ ہے، جس کا قول ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔ اور جن ائمۂ حدیث نے مروی عنہم سے رُواتِ حدیث کے سماع کی تفتیش کی ہے، وہ اسی صورت میں کی ہے، جب راوی بیانِ حدیث میں تدلیس کے ساتھ معروف ہو اور تدلیس میں اس کی شہرت ہو، تو اس وقت ائمۂ حدیث اس کی روایت میں سماع کی تحقیق کرتے تھے اور اس راوی کے متعلق اس چیز کی جستجو کرتے تھے، تا کہ اس سے تدلیس کی خرابی دُور ہو جائے مگر جو شخص غیر مدلس راوی سے اس بات کا خواہشمند ہے، جیسا کہ وہ شخص کہتا ہے جس کا قول ہم نے نقل کیا۔

(ب) موضع السماع في الأسانيد کی مراد:

موضع السماع في الأسانيد: کی مراد یہ ہے کہ راوی نے مروی عنہ سے حدیث کس جگہ سنی ہے، کہاں سنی ہے اور کب سنی ہے؟ (فیض المنعم: ص ۱۶۵)

موضع السماع في الأسانيد کی تفتیش ائمہ سلف کب ضروری سمجھتے ہیں؟

اکابر محدثین مروی عنہ راوی کے سماع کی تحقیق صرف اس صورت میں کرتے ہیں جب راوی تدلیس میں مشہور ہو، مدلس کی ہر حدیث میں سماع کی تحقیق ضروری ہے؛ تا کہ تدلیس کی خرابی دُور ہو جائے؛ مگر جو رواۃ تدلیس بالکل نہیں کرتے یا تدلیس میں مشہور نہیں ہیں ان کے سماع کی تحقیق کرنا کسی کا مسلک نہیں ہے۔ (فیض المنعم: ص ۱۶۶)

من حكينا قوله کے مصداق کون لوگ ہیں؟

قال النووي المراد به الإمام البخاري وعلي بن المديني. قال ابن كثير المراد به علي بن المديني خاصة دون البخاري. (نووی: ص ۲۱)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

امام نوویؒ نے فرمایا: اس سے مراد امام بخاریؒ اور ان کے استاذ علی بن المدینی ہیں،
اور ابن کثیرؒ نے کہا: اس سے مراد صرف علی بن المدینی ہیں نہ کہ امام بخاری۔

یہ لوگ موضع السماع في الأسانید کی تحقیق کب ضروری سمجھتے ہیں؟

یہ حضرات اس وقت سماع کی تحقیق ضروری سمجھتے ہیں جب غیر مدلس راوی معنعن کا اپنے معاصر مروی عنہ سے لقاء وسماع ثابت نہ ہو، اسی طرح عدمِ لقاء کا بھی ہمیں علم نہ ہو؛ لیکن امام مسلمؒ فرماتے ہیں کہ یہ رائے قطعاً غلط ہے اور جمہور محدثین کے مسلک کے خلاف ہے۔ (فیض المنعم: ص/ ۱۳۸)

سوال: (۱۷)، صفحہ: (۲۷)

(ششماہی امتحان ۱۴۳۴ھ)

أَنَّهُمْ يَزْعَمُوْنَ أَنْ لَّا قَدَرَ وَأَنَّ الْأَمْرَ أُنُفٌ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں، ''أنف'' کس معنیٰ میں ہے؟ اور اس کے بعد جو محذوف ہے اس کو ظاہر کر کے اس کے مطابق ترجمہ کریں۔

(ب) ''أن تعبد اللّٰه كأنّك تراه فإن لم تكن تراه فإنه يراك'' کی تشریح کرتے ہوئے بتائیں کہ ''ان لم تكن تراه'' میں ''إن'' کیسا ہے؟ اگر ''إن'' جزاء کو چاہتا ہے تو جزاء متعین کریں اور مطلب واضح کریں، اور اگر جزاء نہیں چاہتا ہے تو کیا مطلب ہوگا؟ بیان کریں۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: ان کا عقیدہ ہے کہ تقدیر کوئی چیز نہیں، اور دنیا کے واقعات بغیر تقدیر کے یوں ہی چلتے رہتے ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

''أنف'' کس معنی میں ہے؟

عربی زبان میں اُنف اس باغ کو کہتے ہیں جس میں سرسبزی کے باوجود جانور نے منہ نہ ڈالا ہو۔

فرقۂ قدریہ کا عقیدہ یہ ہے کہ تقدیر کوئی چیز نہیں ہے ہر چیز حادثہ ہے؛ بلکہ بندہ کی سعادت وشقاوت بھی خود اپنے ہی عمل سے پیدا ہوتی ہے، حق تعالیٰ کو نہ پہلے اس کا علم ہوتا ہے اور نہ ہی کہیں اس کی کتابت ہوتی ہے؛ بلکہ ہر چیز اچانک وجود میں آتی ہے، ہر انسان جب کسی عمل کا ارادہ کرتا ہے تو پہلے وہی خود اس کا نقشہ اپنے ذہن میں تیار کرتا ہے، پھر اس کے مطابق عملی جامہ پہنا دیتا ہے، اسی ذہنی نقشہ تیار کرنے کا دوسرا نام خلق ہے۔

(نصر المنعم: ص ۹۳)

''أنف'' کا ترجمہ بعد الحذوف:

و معنى أنّ الأمر أنف أي أنه مستانف العمل السعيد والشقي.

(القول المفهم: ص ۴۱)

یعنی بندہ اچھے بُرے کام کو از سرِ نو کرنے والا ہے اور تقدیر کوئی شئ نہیں ہے۔

(ب) أَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ... فَإِنَّهُ يَرَاكَ کی تشریح:

حدیث میں درحقیقت دو حالتیں بیان کی گئی ہیں: (۱) مشاہدہ (۲) مراقبہ۔

مشاہدہ کا مطلب: یہ ہے کہ ہم خدا کو دیکھ رہے ہیں۔

مراقبہ کا مطلب: یہ ہے کہ عابد کو مستحضر ہو کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے۔

عام شراح کی تحقیق یہ ہے کہ اس حدیث میں حالتِ مشاہدہ اور حالتِ مراقبہ دونوں کا بیان ہے؛ مگر مشاہدہ والی صورت میں مکاشفۂ قلب مراد ہوگا؛ کیوں کہ مکاشفہ کو بھی رؤیت سے تعبیر کر دیتے ہیں اور چوں کہ رؤیتِ باری تعالیٰ اس عالم میں ممکن نہیں ہے؛ اس لیے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حدیث میں کاف تشبیہ کا لایا گیا ہے جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث ہے: من تروا ربکم حتی تموت. (ج/۱/ص/۹۹)

لیکن امام نوویؒ اور دیگر بعض محققینؒ کی رائے یہ ہے کہ اس حدیث میں دو حالتوں کا بیان نہیں؛ بلکہ ایک ہی حالت کا بیان ہے، کہ عبادت میں پورے طور پر خشوع وخضوع اختیار کرو، جیسا کہ تم خدا کو دیکھ رہے ہو؛ اس لیے کہ اس طرح رعایت کرنے کا منشاء خود اپنا مشاہدہ نہیں ہے؛ بلکہ اللہ تعالیٰ کا دیکھنا ہے اور وہ ہر حال میں دیکھتا ہے، اسی حالت کا نام مراقبہ ہے اور امام نوویؒ صرف اسی کے قائل ہیں نا کہ مشاہدہ کے

إنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ میں إنْ وصلیہ ہے یا شرطیہ؟

پہلی توضیح کے مطابق إنْ شرطیہ ہے اور اس کی جزاء محذوف ہے، اور تقدیری عبارت: فإن لم تكن تراه فاستمر على إحسان العبادة فإنه يراك. اس عبارت میں فاستمر على احسان العبادة جزاء ہے۔

اور "فإنه يراك" یہ جزا نہیں ہوسکتا؛ کیوں کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو یا نہیں وہ ہر حال میں تم کو دیکھ رہا ہے؛ البتہ فإنّهٗ يراكَ جزا کے حذف پر دلیل ہوسکتا ہے۔

اور علامہ نووی کی توضیح کے مطابق إن وصلیہ ہوگا اور کچھ محذوف ماننے کی ضرورت نہیں۔ (نعمت المنعم: ص: ۲۲۳)

سوال: (۱۸)، صفحہ: (۲۹)

(ششماہی امتحان ۱۴۳۳ھ/ ۱۴۳۷ھ)

قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ مَا الْإِحْسَانُ؟ قَالَ: أَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنَّكَ فَإِنْ لَمْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ قَالَ يَارَسُولَ اللهِ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ مَاالْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ وَلٰكِنْ سَأُحَدِّثُكَ عَنْ أَشْرَاطِهَا إِذَا وَلَدَتِ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الْأَمَةُ رَبَّهَا فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا وَإِذَا كَانَتِ الْعُرَاةُ الْحُفَاةُ رُءُوسَ النَّاسِ فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا وَإِذَا تَطَاوَلَ رِعَاءُ الْبَهْمِ فِي الْبُنْيَانِ فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا فِي خَمْسٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللهُ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) خط کشیدہ الفاظ کی لغوی صرفی تحقیق لکھ کر ہر جملہ کا مطلب لکھیں۔

(ج) آنحضور ﷺ کی بعثت سے پہلے زیادہ تر بادشاہ حفاۃ، عراۃ اور رعاء البھم ہی ہوا کرتے تھے تو اس بات کو علاماتِ قیامت میں کیوں قرار دیا جاسکتا ہے؟ جواب لکھیے۔

(د) نیز مَا فِي الْأَرْحَامِ کی بہت سی باتیں آلات یا کشف وغیرہ کے ذریعہ بتادی جاتی ہیں اس پر ''لَا يَعْلَمُهُنَّ'' کیسے صادق آئے گا؟ بوضاحت لکھیں۔

(ہ) اس حدیث میں عبادت کے ایک طریقہ کو بیان کیا گیا ہے یا دو طریقوں کو؟ اگر ایک طریقہ کو بیان کیا گیا ہے تو إِنْ وصلیہ ہے یا شرطیہ واضح کریں،
اور اگر دو طریقوں کو بیان کیا گیا ہے تب بھی بتائیں کہ إِنْ وصلیہ ہے یا شرطیہ، اور جس صورت میں إِنْ شرطیہ ہوگا اس وقت اس کی جزا کیا ہوگی؟ واضح کریں۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا: اے اللہ کے رسول! احسان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی ایسی عبادت کرو گویا کہ تم خدا کو دیکھ رہے ہو، اگر تم خدا کو نہیں دیکھ رہے ہو، (حقیقتاً) لیکن وہ تمہیں حقیقتاً دیکھ رہا ہے، (اس کے بعد) حضرت جبرئیل نے کہا اے اللہ کے رسول! قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ مسئول عنہا سائل سے زیادہ جاننے والا نہیں ہے؛ لیکن میں تمہیں قیامت کی کچھ علامتیں بتلا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دیتا ہوں، کہ جب باندی اپنے آقا کو جننے لگے، اور ننگے پاؤں، ننگے بدن والے بکریوں کو چرانے والے لمبی لمبی عمارتیں بنانے لگیں، تو یہ قیامت کی علامتیں ہیں اور پانچ چیزوں کے بارے میں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(ب) خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق:

أشراط: واحدها شرط بفتح الشين والراء بمعنى العلامات۔

الحفاة: جمع حافٍ وهو من لا نعل له.

العراة: جمع عارٍ، بمعنی ننگے بدن۔

رعاء: جمع راعٍ بمعنی چرواہا۔

البهم: واحدها بهمة ومنه البهيمة، وهي صغار من أولاد الغنم، بکری کے چھوٹے چھوٹے بچے۔

ہر جملہ کا مطلب:

ما المسئول عنها بأعلم من السائل: اس جملہ میں مسئول اور سائل کا الف لام عہدی اور استغراقی دونوں درست ہیں۔

اگر عہدی ہو تو مراد مسئول آپ ہیں، اور سائل خاص افضل الملائک حضرت جبرئیلؑ۔

اور اگر الف لام استغراقی لیا جائے تو یہ مطلب ہوگا کہ وقتِ قیامت کے عدمِ علم میں سائل ومسئول دونوں برابر ہیں، جیسا کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے، کہ حضرت عیسیٰؑ نے یہی سوال حضرت جبرئیلؑ سے کیا تو حضرت جبرئیلؑ نے اپنا پر جھاڑا اور جواب دیا: مَاالْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ.

سأحدثك عن أشراطها: میں تجھ کو اس کی علامتیں بتاتا ہوں، یہاں اشراطِ ساعت سے مراد علاماتِ قیامت سابقہ قریبہ ہیں، یعنی عین وقوع کی علامتیں مراد نہیں ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

إذا ولدت الأمة ربّها: بعض روایات میں ''ربّتها'' اور بعض میں بَعْلَهَا ہے، بہر صورت مراد اس حدیث میں مالک اور سیّد ہی ہیں۔

(۱) اور مطلب یہ ہے کہ قربِ قیامت میں حالات اس قدر متغیر ہو جائیں گے کہ مربی اسم فاعل مربیٰ اسم مفعول ہو جائیں گے، عالی سافل ہو جائیں گے، چھوٹے بڑوں کا احترام نہیں کریں گے۔

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ عقوقِ والدین کی طرف اشارہ ہے، مطلب یہ ہے کہ لڑکے اور لڑکیاں اپنے والدین کے ساتھ ایسا سلوک و برتاؤ کریں گے جیسا کہ مالک نوکر کے ساتھ، آقا باندی کے ساتھ۔

الحفاة والعراة ورعاء الشاء: حاصل یہ ہے کہ کم درجہ کے لوگ غلبہ اور اقتدار حاصل کرلیں گے اور اشراف ذلیل و کمزور ہو جائیں گے، ریاست و سیادت غیر مستحقین کو مل جائے گی، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: إذا وسد الأمر إلى غير أهله فانتظر الساعة. (نفع المسلم: ص ۱۰۷)

(ج) آپ ؐ کی بعثت سے قبل زیادہ تر بادشاہ حفاۃ، عراۃ، اور رعاء البُھم ہی ہوا کرتے تھے، تو پھر یہ علامتِ قیامت کیوں؟

علاماتِ قیامت بریں بنا ہیں کہ اس حدیث ...

ہیں اور جو آپ ؐ کی بعثت سے قبل

ہی قائم ہوگی۔ (واللہ اعلم)

(د):

سوال (۱): مَافي الأرحام کی

بتلادی جاتی ہیں تو اس پر ''لایعلمهن'' ۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب(۱): اختصاص مطلق علم کا نہیں ہے؛ بلکہ علم غیب کا اختصاص ہے جس کا ادراک بذریعہ حواسِ خمسہ ہو یا دلائلِ عقلی کی بناء یا تجربہ کی بنیاد یا حساب کی بنیاد، یا دیگر عادی، یا طبعی اسباب کی بناء پر ہو، وہ غیب نہیں ہے۔ (نعمت المنعم:ص ۲۳٦)

(۲): لفظ ''ما'' غیر ذوی العقول کے لیے آتا ہے، اور ما في الأرحام سے مراد وہ بچہ ہے جس میں روح نہ پڑی ہو، اور آلات وغیرہ کے ذریعہ سے، روح پڑنے کے بعد پتہ لگایا جاتا ہے، لہٰذا اس پر ''لا یعلمهن'' کے صادق آنے میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

(أفادنا الشيخ البالن بوري خلال الدرس)

(۵):

اس جزء کا مکمل جواب سوال نمبر ١٦ میں (ب) کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

سوال: (۱۹)، صفحہ: (۳۰)

(ششماہی امتحان ۱۴۳۱ھ)

عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ يَقُوْلُ جَاءَ رَجُلٌ إِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَهْلِ نَجْدٍ ثَائِرُ الرَّأْسِ نَسْمَعُ دَوِيَّ صَوْتِهِ وَلَا نَفْقَهُ مَا يَقُوْلُ حَتّٰى دَنَا مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا هُوَ يَسْأَلُ عَنِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ فَقَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُنَّ قَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ وَصِيَامُ شَهْرِ رَمَضَانَ فَقَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُ فَقَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ وَذَكَرَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزَّكَاةَ فَقَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا قَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ قَالَ فَأَدْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُوْلُ وَاللهِ لَا أَزِيْدُ عَلٰى هٰذَا وَلَا أَنْقُصُ مِنْهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجیے۔

(ب) مطلب لکھیے، نمازِ وتر کو حضرت امام ابوحنیفہؒ واجب کہتے ہیں اور ''إلّا أن تطوع'' سے بظاہر وجوبِ وتر کی نفی ہوتی ہے سوچ کر جواب لکھیے۔

(ج) نیز ''واللّٰہ لاأزید علی ھٰذا الخ'' سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اس قسم کھانے والے کی قسم کو جائز قرار دیا، جب کہ نیکی نہ کرنے پر قسم کھانے کو آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے، اس تضاد کو ختم کرتے ہوئے جواب دیجیے۔

الجواب

(الف)

ترجمہ: حضرت طلحہ بن عبید اللہ سے روایت ہے کہ نجد والوں میں سے ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جس کے سر کے بال پراگندہ تھے، ہم اس کی آواز کی گنگناہٹ تو سن رہے تھے؛ لیکن (فاصلہ پر ہونے کی وجہ سے) یہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ آپ ﷺ سے کیا کہہ رہا ہے، یہاں تک کہ وہ آپ ﷺ کے بالکل قریب پہنچ گیا تو اچانک ہم نے سنا کہ وہ اسلام کے فرائض کے بارے میں سوال کر رہا ہے، رسول اللہ ﷺ نے (اس کے جواب میں) فرمایا کہ رات دن میں پانچ نمازیں فرض ہیں، (یہ سن کر) اس شخص نے کہا کیا ان نمازوں کے علاوہ مجھ پر کچھ اور نمازیں بھی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں؛ مگر نفل نمازیں تمہیں پڑھنے کا اختیار ہے، اور رمضان کے روزے فرض ہیں تو اس شخص نے کہا کیا ان روزوں کے علاوہ کچھ اور روزے مجھ پر فرض ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں؛ مگر تمہیں نفل روزوں کا اختیار ہے، (ابوطلحہ فرماتے ہیں کہ) آپ ﷺ نے اس سے زکوٰۃ کو بیان کیا تو اس نے کہا اور تو کوئی چیز مجھ پر فرض نہیں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں؛ مگر نفل صدقہ کا تمہیں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اختیار ہے، اس کے بعد وہ شخص یہ کہتے ہوئے چلا گیا کہ خدا کی قسم! نہ تو اس پر کوئی زیادتی کروں گا اور نہ اس میں کوئی کمی کروں گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر اس شخص نے سچ کہا ہے تو نجات پا گیا۔

(ب) تشریح:

جاء رجل: سے مراد ضمام بن ثعلبہ ہیں۔ قاضی عیاض اور ابن بطال کی یہی رائے ہے، اور قرینہ یہ ہے کہ امام مسلمؒ نے رجل مجہول کی روایت کے بعد ہی ضمام بن ثعلبہ کی روایت ذکر فرمائی ہے، اور دونوں روایتوں میں ان کے بدوی ہونے کا تذکرہ ہے، لاأزيد ولا أنقص کا قرینہ بتلاتا ہے کہ دونوں میں ایک ہی شخص مراد ہے۔

لیکن علامہ کشمیریؒ، امام نوویؒ، علامہ قرطبیؒ کی رائے یہ ہے کہ اس حدیث میں رجل سے مراد ضمام بن ثعلبہ ہی ہے؛ لیکن ایک دوسری روایت میں جس میں اعرابی کا ذکر آیا ہے، سعد بن اخرم مراد ہے۔

ثائر الرأس: یہ رجل کی صفت ہے اور بعد مسافت کی طرف اشارہ ہے۔

دوي: ایسی بلند اور مکرر آواز کو کہتے ہیں جو سمجھ میں نہ آئے جیسے شہد کی مکھی کی آواز ہوتی ہے۔

عن الإسلام: اسلام کے ان فرائض کے متعلق سوال کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماننے والے ہر موحد پر فرض ہوتے ہیں۔

اسلام کی حقیقت اور ماہیت اسلام کے متعلق سوال نہیں تھا، اسی وجہ سے جواب میں فرائض و ارکان کا ذکر آیا ہے، شہادتین کا ذکر نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ شخص پہلے سے ہی مسلمان تھا شہادتین کے ذکر کی ضرورت نہیں تھی۔

خمس صلوات: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کو اسلام کے تمام شرائع کی خبر دیدی تھی، یعنی پانچ نمازیں قائم کرنی ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

إلا أن تطوع: اس جملہ کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ تیرے ذمہ صرف فرض نمازیں تو پانچ ہیں، ہاں اگر نوافل ادا کرنا چاہو تو ادا کر سکتے ہو، یہی مطلب واضح ہے؛ مگر یہ اس وقت ہے جب استثناء منقطع ہو، اور إلّا بمعنی لکن ہو؛ لیکن اگر استثناء متصل ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ تیرے ذمہ صلوٰۃِ خمسہ کے سوا کوئی نماز واجب نہیں، ہاں اگر نوافل شروع کروگے تو وہ واجب ہو جائیں گے، جن کا مکمل کرنا ضروری ہوگا، بدلیل قولہ تعالیٰ: ﴿لَا تُبْطِلُوْا اَعْمَالَكُمْ﴾

نیز صحابۂ کرام کا نفل حج پر اجماع ہے کہ شروع فی الحج کے بعد اس کا اتمام واجب ہے۔ (نفع المسلم: ص ۱۱۴، توضیحات: ج/۱، ص/۱۸۸)

مسئلہ وجوبِ وتر:

سوال: اس روایت میں وتر کا ذکر نہیں ہے؛ بلکہ صلوٰۃِ خمسہ کے علاوہ سب کو نفل کہا گیا ہے، جس سے بظاہر وجوبِ وتر کی نفی ہوتی ہے؛ حالاں کہ حنفیہ کے نزدیک صلوٰۃِ وتر واجب ہے، اس کا جواب تحریر کریں۔

جواب (۱): یہ واقعہ وجوبِ وتر سے پہلے کا ہے، لہٰذا اس سے وجوبِ وتر کی نفی نہیں ہوتی ہے۔

جواب (۲): وتر عشاء کی نماز کے تابع ہیں؛ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ذکر نہیں فرمایا۔

جواب (۳): الزامی جواب یہ ہے کہ إلّا أن تطوع سے اگر عدمِ وجوبِ وتر پر استدلال ہو سکتا ہے تو پھر زکوٰۃ کے علاوہ کو بھی إلّا أن تطوع کہا گیا ہے، لہٰذا صدقۂ فطر کے وجوب یا (بقول امام بخاریؒ) اس کے فرض ہونے پر بھی استدلال غلط ہونا چاہیے؛ حالاں کہ خود شوافع صدقۂ فطر کو فرض، یعنی واجب عملی کہتے ہیں۔

فما هو جوابكم في فرضية صدقة الفطر فهو جوابنا في وجوب الوتر.

(نفع المسلم: ص ۱۱۵، درسِ مشکوٰۃ: ج/۱، ص/۶۰)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج):

سوال: واللہ لا أزید علی ھٰذا إلخ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اس قسم کھانے والے کی قسم کو جائز قرار دیا، جب کہ نیکی نہ کرنے پر قسم کھانے کو آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے؟

جواب (۱): علامہ ابن حجر نے اس کا جواب دیا ہے کہ یہ ممانعت ہر حال میں ہر شخص کے لیے نہیں؛ بلکہ احوال واشخاص کے اختلاف سے اس پر فرق پڑتا ہے، آپ ﷺ کا اس پر نکیر نہ فرمانا اس لیے تھا کہ اگر تطوع نہ کرے تو اس پر انکار نہیں کیا جاسکتا؛ اس لیے آپ ﷺ نے اس کی قسم پر نکیر نہیں فرمائی، لہٰذا غیر فرائض کے ترک پر گناہ نہیں ہے۔

(۲): لاأزید ولاأنقص کا مطلب یہ ہے کہ مقدارِ فرض میں کمی نہیں کروں گا مثلاً فجر کی نماز دو رکعت ہے تو اس میں کمی زیادتی نہیں کروں گا۔

(۳): اس کلام کا حاصل یہ ہے کہ ان احکام کی تبلیغ میں کمی بیشی نہیں کروں گا۔

(نعمت المنعم: ص ۱۴۰)

سوال: (۲۰)، صفحہ: (۳۵)

(ششماہی امتحان ۱۴۲۹ھ/ ۱۴۳۲ھ)

فَأَمَرَهُمْ بِأَرْبَعٍ وَنَهَاهُمْ عَنْ أَرْبَعٍ. قَالَ: أَمَرَهُمْ بِالْإِيمَانِ بِاللهِ وَحْدَهُ وَقَالَ: هَلْ تَدْرُوْنَ مَاالْإِيمَانُ بِاللهِ؟ قَالُوا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: شَهَادَةُ أَنْ لَّاإِلٰهَ إِلَّااللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ وَإِقَامُ الصَّلَاةِ وَإِيْتَاءُ الزَّكَاةِ وَصَوْمُ رَمَضَانَ وَأَنْ تُوَدُّوْا خُمُسًا مِنَ الْمَغْنَمِ. وَنَهَاهُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ. قَالَ شُعْبَةُ وَرُبَّمَا قَالَ (ابو جمرة): اَلنَّقِيْرُ.

(الف) عبارت پر اعراب لکھ کر ترجمہ کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) مطلب لکھیں۔

(ج) شروع حدیث شریف میں چار چیزوں کے امر کا ذکر ہے اور شمار کے وقت پانچ چیزوں کا تذکرہ ہوجاتا ہے اس کے جوابات لکھیں۔

(د) عبارت میں آنحضور ﷺ نے چار باتوں کا حکم دیا پھر ایک بات بیان فرما کر اس کی تفصیل میں پانچ چیزیں بیان فرمائیں اس اشکال کو حل کریں، حدیثِ جبرئیل میں ایمان کی تفسیر إیمان باللہ والملائکۃ وغیرہ سے کی ہے اور اس حدیث میں ایمان کی تفسیر ایسی چیز سے کی جارہی ہے جس کو وہاں اسلام کی تفسیر میں ذکر کیا گیا ہے، اس اشکال کا جواب تحریر کریں، پھر ''ربما قال النقير'' کا مطلب تحریر کریں۔

الجواب

(الف):

ترجمہ : (راوی کہتے ہیں کہ) آپ ﷺ نے انہیں چار باتوں کا حکم دیا اور چار باتوں سے منع فرمایا، راوی کا قول ہے کہ آپ ﷺ نے انھیں خدا پر ایمان لانے کا حکم دیا اور دریافت فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ ''ایمان باللہ وحدہٗ'' کیا چیز ہے، ان لوگوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی وحدانیت اور محمدؐ کی رسالت کی شہادت دینا، اور نماز پورے حقوق و آداب کے ساتھ ادا کرنا، زکوٰۃ دینا، رمضان کا روزہ رکھنا، اور غنیمت کے مال میں سے پانچواں حصہ دینا اور ان کو دباء، حنتم، مُزَفّت سے منع فرمایا، حضرت شعبہ کہتے ہیں کہ کبھی ''نقیر'' کا لفظ فرمایا۔

(ب) تشریح:

آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں وفد عبدالقیس حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے گزارش کی کہ یا رسول اللہ! ہم لوگ دور دراز سے مسافت طے کر کے آپ ﷺ کی خدمت میں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حاضر ہوئے ہیں، آپ ﷺ کے اور ہمارے درمیان کفارِ مضر کا قبیلہ حائل ہے، جس کی بناء پر ہم لوگ اس شہرِ حرام ہی میں آپ ﷺ کی خدمت میں آسکتے ہیں، لہٰذا ہمیں کوئی ایسا واضح حکم دیجیے کہ جس پر عمل کر کے ہم لوگ جنت میں داخل ہوجائیں، تو اس وقت آپ ﷺ نے انھیں چار باتوں کا حکم دیا اور چار باتوں سے منع فرمایا۔

الدباء: کدو کے اس برتن کو کہتے ہیں کہ کدو کو اس کے پودے پر ہی خشک کرلیا جائے، پھر اندر سے خشک گودا نکال کر برتن جیسا بنالیا جائے۔

الحنتم: الجرۃ الخضراء سبز رنگ کا گھڑا جس میں شراب بنائی جاتی تھی۔

النقیر: بمعنیٰ منقور کھجور کی جڑ کو کھود کر پیالہ سا بنالیتے ہیں اسے نقیر کہا جاتا ہے۔

المزفت: وہ گھڑا جس پر تارکول پھیرا گیا ہو۔ (نفع المسلم: ص ۱۴۰، نووی: ص ۳۴)

(ج) اجمال اور تفصیل میں مطابقت کیوں نہیں؟

سوال: یہ ہے کہ اجمال میں چار چیزوں کا تذکرہ ہے، جب کہ تفصیل میں پانچ چیزیں مذکور ہیں جس کی بناء پر اجمال وتفصیل میں مطابقت نہیں رہی؟

جواب (۱): بعض حضرات فرماتے ہیں کہ خمس کوئی الگ چیز نہیں؛ بلکہ زکوٰۃ ہی میں داخل ہے، لہٰذا تفصیل میں بھی چار چیزوں کا ہی تذکرہ ہے۔

(۲): أن تؤدوا من المغنم کا عطف أربع پر ہے یعنی آپ ﷺ نے چار چیزوں کا حکم فرمایا، اور اداءِ خمس کا بھی حکم دیا۔

(۳): اصل تو آپ ﷺ نے چار چیزوں کا ہی حکم دیا؛ مگر فائدہ کے طور پر اداءِ خمس کا بھی حکم فرمایا؛ کیوں کہ وہ کفارِ مضر کے حائل ہونے کا تذکرہ کررہے ہیں، جس کی بناء پر جنگ کی نوبت آسکتی ہے۔

(۴): ممکن ہے کہ نماز، روزہ کو ایک شمار کیا گیا ہو؛ کیوں کہ قرآنِ کریم میں بہت سارے مقامات پر دونوں کو ایک ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ (نفع المسلم: ص ۱۳۸، درسِ مشکوٰۃ: ص ۶۲)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۵): بعض حضرات فرماتے ہیں کہ عبارت میں تقدیم وتاخیر ہے، اصل عبارت یوں ہے: أمرهم بالإيمان بالله وحده وأمرهم بأربع. چنانچہ امام بخاریؒ نے ''الادب المفرد'' میں اسی طرح نقل کیا ہے۔ (نعمت المنعم: ص ۲۴۸)

(د):

سوال: حدیث جبرئیل میں ایمان باللہ کی تفسیر إيمان بالله والملائكة وغیرہ سے کی اور اس حدیث میں ایمان کی تفسیر ایسی چیز سے کی جارہی ہے جس کو وہاں اسلام کی تفسیر میں ذکر کیا گیا ہے؟

جواب: ایمان اور اسلام دونوں کی حقیقتِ شرعیہ اگرچہ الگ الگ ہے؛ مگر بطورِ مجاز ایک کا اطلاق دوسرے پر ہوتا ہے، جیسا کہ حدیثِ باب میں۔ (نعمت المنعم: ص ۲۴۸)

''ربّما قال النقير'' کا مطلب:

شعبہؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے راوی ابو جمرہ نے کبھی مزفت کی جگہ نقیر کا لفظ بھی استعمال کیا ہے۔

ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اوّل کے تینوں کے بارے میں تو یقین ہے؛ لیکن چوتھے کے بارے میں شک ہے، کہ وہ نقیر ہے یا مزفت۔ (نعمت المنعم: ص ۲۵۰)

سوال: (۲۱)، صفحہ: (۳۵)

(ششماہی امتحان ۱۴۳۶)

وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ: عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ وَالنَّقِيرِ قَالُوْا يَانَبِيَّ اللّٰهِ مَاعِلْمُكَ بِالنَّقِيرِ؟ قَالَ بَلٰى جِذْعٌ تَنْقُرُوْنَهُ فَتَقْذِفُوْنَ فِيهِ مِنَ الْقُطَيْعَاءِ ثُمَّ تَصُبُّوْنَ فِيهِ مِنَ الْمَاءِ حَتّٰى إِذَا سَكَنَ غَلَيَانُهُ شَرِبْتُمُوْهُ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حَتّٰى إِنَّ أَحَدَكُمْ أَوْ إِنَّ أَحَدَهُمْ لَيَضْرِبُ ابْنَ عَمِّهِ بِالسَّيْفِ فَقُلْتُ: فَفِيمَ نَشْرَبُ يَارَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ فِي أَسْقِيَةِ الْأُدُمِ الَّتِي يُلَاثُ عَلٰى أَفْوَاهِهَا قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ أَرْضَنَا كَثِيْرَةُ الْجِرْذَانِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ و مطلب لکھیں۔

(ب) حنتم، مزفت، دباء، نقیر، قطیعاء کی وضاحت کریں۔

(ج) ان برتنوں میں نبیذ بنانے کی ممانعت کی وجہ کیا ہے؟ کیا آج بھی وہ ممانعت باقی ہے؟ یا نہیں؟ اس بارے میں اگر ائمہ کرام کے درمیان اختلاف ہو تو مع دلیل تحریر کریں۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں چار چیزوں سے منع فرمایا، یعنی دباء، حنتم، نقیر اور مزفت سے تو انہوں نے کہا: کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نقیر کو جانتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں نہیں، ''ایک جڑ ہے'' جس کو تم کھودتے ہو، پھر اس میں چھوٹی چھوٹی کھجوریں ڈالتے ہو، پھر اس میں پانی ڈال دیتے ہو، یہاں تک کہ جب اس کے جھاگ ختم ہو جائیں تو تم اسے پی لیتے ہو، یہاں تک کہ اپنے چچازاد بھائی کو بھی قتل کر ڈالتے ہو، (جہم وفد عبدالقیس کے ایک فرد نے کہا) میں نے کہا: پھر ہم کن برتنوں میں نبیذ پیا کریں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: چمڑے کے برتن میں، جس کے منہ کو دھاگے سے باندھ دیا جاتا ہے (اس پر) ان لوگوں نے عرض کیا کہ ہمارے دیار میں چوہے بہت پائے جاتے ہیں۔

تشریح:

اس حدیث سے ایک اصول نکلا کہ اگر ایک طرف دینی فائدہ ہو اور دوسری طرف دنیاوی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فائدہ ہوتو دینی فائدہ کے لیے دنیاوی فائدے کو قربان کیا جائے گا؛ چوں کہ معاملہ ابتداء کا تھا اورابتداء میں سختی برتی جاتی ہے؛ اس لیے اس عذر کو قبول نہیں کیا گیا۔ (نفع المسلم: ص/۱۴۵)

(ب):

قطیعاء: ایک خاص قسم کی چھوٹی کھجور ہے جس کو شہریز کہا جاتا ہے۔

بقیہ الفاظ کی تحقیق سوال ۲۰ میں (ب) کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

(ج): مذکورہ برتنوں میں نبیذ بنانے کی ممانعت کی وجہ:

چوں کہ یہ برتن موٹے اور سخت ہوتے تھے جس کی وجہ سے نا تو ان کے اندر ہوا داخل ہوتی تھی اور نا وہ رِستے تھے؛ اس لیے ان کے اندر ڈالی ہوئی کھجوریں بہت جلد نشہ آور ہوجاتی تھیں اور پینے والوں کو محسوس بھی نہیں ہوتا تھا، یہی وجہ ہے کہ سالن کے برتنوں میں نبیذ بنانا ممنوع نہیں تھا ؛ کیوں کہ وہ ہلکے پھلکے ہوا کرتے تھے اور پھر بعد میں اجازت دیدی گئی۔ (فضل المنعم: ج/۲، ص/۱۴۴)

مذکورہ برتنوں میں نبیذ بنانے کے سلسلہ میں ائمہ کا اختلاف:

(۱) احناف وشوافع کے نزدیک مذکورہ برتنوں میں نبیذ بنانے کا حکم منسوخ ہو چکا ہے۔

(۲) امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک ان برتنوں میں نبیذ کی ممانعت کا حکم آج بھی باقی ہے۔

قولِ اوّل کی دلیل: كنت نهيتكم عن الانتباذ في الأواني الأسقية فانتبذوا في كل وعاء ولاتشربوا مسكرا.

قولِ ثانی کی دلیل: ابن عباسؓ کے فتویٰ سے استدلال کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا تو انہوں نے حدیث باب ہی سنائی، معلوم ہوا کہ یہ حکم منسوخ نہیں؛ بلکہ باقی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب: حضرت ابن عباسؓ کو نسخ کا علم نہ ہوسکا، جس کی بنا پر انہوں نے یہ روایت سنائی اور بعد میں ان سے رجوع ثابت ہے۔ (نفع المسلم: ص ۱۴۱)

سوال: (۲۲)، صفحہ: (۳۶)

(ششماہی امتحان ۱۴۳۰ھ)

أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو قَزَعَةَ أَنَّ أَبَا نَضْرَةَ أَخْبَرَهُ وَحَسَنًا أَخْبَرَهُمَا أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رضی اللہ عنہ أَخْبَرَهُ أَنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ لَمَّا أَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا يَانَبِيَّ اللّٰهِ جَعَلَنَا اللّٰهُ فِدَاكَ مَاذَا يَصْلُحُ لَنَا مِنَ الْأَشْرِبَةِ؟ فَقَالَ لَاتَشْرَبُوْا فِي النَّقِيْرِ قَالُوْا يَانَبِيَّ اللّٰهِ جَعَلَنَا اللّٰهُ فِدَاكَ أَوَتَدْرِي مَاالنَّقِيْرُ؟ قَالَ نَعَمْ. اَلْجِذْعُ يُنْقَرُ وَسْطُهٗ وَلَافِي الدُّبَّاءِ وَلَافِي الْحَنْتَمَةِ وَعَلَيْكُمْ بِالْمُوْكَا.

(الف) عبارت بااعراب لکھ کر ترجمہ کیجیے۔

(ب) سند میں ہے: ''أخبرني ابو قزعة ان أبا نضرة أخبره وحسنًا ان أبا سعيد الخدری رضی اللہ عنہ اخبره'' اس کی وضاحت کر کے ''الموکا'' کی وضاحت ضرور کیجیے۔

الجواب

الف):

ترجمہ: حضرت ابن جریج فرماتے ہیں کہ مجھ سے ابوقزعہ نے بیان کیا کہ ابونضرہ ابوقزعہ اور حسن سے بیان کیا کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کیا کہ وفد عبدالقیس جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو کہا اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم!

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اللہ تعالیٰ ہم کو آپ پر فدا کرے، ہمارے لیے کن برتنوں کا استعمال درست ہے؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا: نقیر میں مت پیو، ان لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول! آپ پر ہماری جان قربان ہو، کیا آپ کو معلوم ہے نقیر کیا چیز ہے؟ تو حضور ﷺ نے کہا: ہاں! کھجور کے درخت کی جڑ ہے جس کو کھود کر پیالہ بنالیا گیا ہو اور نہ ہی دباء (کدو کے برتن) میں نہ سبز رنگ کے گھڑے میں، اور مشکیزہ استعمال کیا کرو۔

(ب) تشریح:

أخبرني أبو قزعة أن أبا نضرة أخبره وحسنا أخبرهما أن أبا سعيد الخدري رضي الله عنه أخبره.

اس سند میں حسن سے مراد حسن بن مسلم بن یناق ہیں، ابونضرہ نے یہ حدیث ابوقزعہ اور حسن بن مسلم دونوں سے بیان کرتے ہوئے کہا کہ ابوسعید نے ان سے بیان کیا، أخبرهما پہلے جملہ کی تاکید ہے۔ (نعمت المنعم: ص ۲۴۹)

تشریح سوال ۲۰ میں (ب) کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

الموکا: اس کے معنی مشکیزہ کے ہیں، موکأ اسم مفعول کا صیغہ ہے باب افعال سے أوکأ یُوکی بمعنی باندھنا، الموکأ وہ مشکیزہ جس کا منہ باندھ دیا گیا ہو۔

سوال: (۲۳)، صفحہ: (۳۷)

(ششماہی امتحان ۱۴۳۳ھ)

لَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتُخْلِفَ أَبُوبَكْرٍ بَعْدَهُ وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِأَبِي بَكْرٍ كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ فَمَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ فَقَدْ عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ وَنَفْسَهُ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

إِلَّا بِحَقِّهِ وَحِسَابُهُ عَلَى اللهِ فَقَالَ أَبُوْبَكْرٍ وَاللهِ لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) بتائیں کہ کفر من کفر من العرب کے مصداق جو لوگ ہیں کیا وہ نماز پڑھتے تھے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے اس طرح کا سوال کیا، یا اس میں کوئی تفصیل ہے؟ بوضاحت لکھیں۔

(ج) حضرت ابوبکرؓ جن لوگوں سے زکوۃ کے بارے میں قتال کرنا چاہتے تھے وہ فرضیتِ زکوۃ کے منکر تھے یا ادائیگی زکوۃ کے، حضرت عمرؓ کا مکالمہ کن لوگوں کے بارے میں تھا؟ بوضاحت تحریر کریں۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: (جب آپ ﷺ کا وصال ہو چکا اور آپ ﷺ کے بعد حضرت ابوبکرؓ خلیفہ بنائے گئے، اور جن جن قبائل کو کافر ہونا تھا وہ کافر ہو گئے، جب حضرت ابوبکرؓ نے ان سے جنگ کرنے کا ارادہ فرمایا) تو حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا کہ اے ابوبکرؓ! آپ ان سے کس طرح جنگ کریں گے؛ حالاں کہ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا ہے مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں مشرکین سے جنگ جاری رکھوں، یہاں تک کہ وہ اقرار کرلیں کہ کوئی معبود نہیں خدا کے سوا، جس نے یہ اقرار کرلیا اس نے اپنے جان و مال کو مجھ سے محفوظ کرلیا، اور اس کا حساب خدا پر ہے، حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: خدا کی قسم جو شخص نماز اور زکوۃ کے درمیان فرق کرے گا میں اس سے ضرور جنگ کروں گا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب):

وقال الخطابي: إن أهل الردة كانوا صنفين، صنفٌ ارتدوا عن الدين ونابذوا الملة وعادوا إلى الكفر، وهم الذين عناهم أبو هريرة رضي الله عنه بقوله وكفر من كفر من العرب، وهذه الفرقة طائفتان، احداهما أصحاب مسيلمة، و أصحاب الأسود العنسي.

والطائفةُ الأخرى إرْتَدُّو عن الدين فأنكروا الشرائع وتركوا الصلوٰة والزكوٰة، وغيرهما من أمور الدين وعادوا إلى ماكانوا عليه في الجاهلية.

والصنف الآخر، هم الذين فرقوا بين الصلوٰة والزكوٰة فأقروا بالصلوٰة وأنكروا فرض الزكوٰة، ووجوب أدائها إلى الإمام و هؤلاء على الحقيقة اهلُ بغي.

وتَاوَّلُوا بأنها خاصة بزمن النبي ﷺ وهم الذين ناظر عمر أبابكر في قتالهم. (شرح المسلم للنووی: ج/۱، ص/۳۸)

علامہ خطابیؒ نے فرمایا کہ: مرتدینِ عرب کی دو قسمیں تھیں، ایک قسم وہ ہے جو دین سے مرتد ہو گئے اور کفر کی طرف لوٹ گئے اور وہ، وہ لوگ ہیں جن کو ابو ہریرہؓ نے اپنے قول "کفر من کفر من العرب" سے مراد لیا ہے، پھر اس فرقہ کے دو گروہ تھے:

(۱) ایک گروہ وہ تھا جو مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کے ساتھ ہو گئے۔

(۲) دوسرا گروہ وہ تھا جو دین سے مرتد ہو گئے، اور شرائع اسلام کا انکار کیا، اور نماز، زکوٰۃ وغیرہ کو ترک کر دیا اور اپنے سابق دین کی طرف لوٹ گئے۔

دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جنھوں نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق کیا، نماز کا اقرار اور زکوٰۃ کی فرضیت کا اور اس کی ادائیگی کے وجوب کا امام کو دینے سے انکار کیا۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے مناظرہ کیا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

:(ج)

سوال: حضرت ابوبکرؓ جن لوگوں سے زکوٰۃ کے بارے میں قتال کرنا چاہتے تھے؛ فرضیتِ زکوٰۃ کے منکر تھے یا ادائیگی زکوٰۃ کے؟ حضرت عمرؓ کا مکالمہ کن لوگوں کے بارے میں تھا؟

جواب: حضرت ابوبکرؓ جن لوگوں سے زکوٰۃ کے بارے میں قتال کرنا چاہتے تھے، وہ فرضیتِ زکوٰۃ کے تو منکر نہیں تھے؛ لیکن خلیفۂ وقت کو دینے کے منکر تھے، اور سورۂ توبہ کی آیت: ﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا، وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ﴾ کی تاویل کرتے تھے، کہ صدقہ کرنے والے کو حضور ﷺ کی دعائیں ملتی تھیں، جو صدقہ کرنے والوں کے لیے باعثِ سکون تھیں، اب آپ ﷺ نہیں رہے، پس کون دعائیں دے گا؛ اس لیے ہم خود غریبوں کو زکوٰۃ دیں گے، حکومت کو زکوٰۃ نہیں دیں گے، اور حضرت عمرؓ کا مکالمہ بھی ان ہی لوگوں کے بارے میں تھا۔

(ایضاح المسلم: ص ۲۰)

سوال: (۲۴)، صفحہ: (۴۰)

(ششماہی امتحان ۱۴۳۴ھ)

لَمَّاحَضَرَتْ أَبَاطَالِبِ الْوَفَاةُ جَاءَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "يَاعَمِّ! قُلْ لَاإِلٰهَ إِلَّااللّٰهُ كَلِمَةً أَشْهَدُ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللّٰهِ"... فَلَمْ يَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَعْرِضُهَا عَلَيْهِ وَيُعِيْدُ لَهُ تِلْكَ الْمَقَالَةِ حَتّٰى قَالَ أَبُوْطَالِبٍ اٰخِرَمَاكَلَّمَهُمْ: هُوَ عَلٰى مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وَأَبٰى أَنْ يَقُوْلَ: لَاإِلٰهَ إِلَّااللّٰهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "أَمَ وَاللّٰهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَالَمْ أُنْهَ عَنْكَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿مَاكَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ﴾ الآيَةَ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) بتائیں کہ وفات کے وقت کس مرحلہ میں کلمہ شہادت پڑھنا معتبر ہوتا ہے؟ نبی کریم ﷺ اور عام مؤمنین کو مشرکین کے لیے استغفار کرنے سے منع کیا گیا، مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام تو اپنے والد کے لیے استغفار کرتے تھے، اس کا قرآن کریم نے کیا جواب دیا ہے؟ تحریر کریں۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: جب خواجہ ابوطالب کی وفات کا وقت قریب آیا تو آنحضرت ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: اے چچا جان! آپ لا الٰہ الا اللہ کہہ لیجیے میں آپ کے حق میں خدا کے رُوبرو گواہی دوں گا۔ آنحضور ﷺ برابر کلمۂ شہادت ان پر پیش کرتے رہے، (اور ابوجہل وعبداللہ ابن اَبی اُمیہ بھی اپنی بات ان پر دہراتے رہے) یہاں تک کہ ابوطالب کی آخری بات ان سے یہ تھی کہ میں عبدالمطلب کے مذہب پر ہوں، اور ابوطالب نے لا الٰہ الا اللہ سے انکار کردیا، حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا کہ میں آپ کے بارے میں اس وقت تک استغفار کرتا رہوں گا جب تک مجھے آپ کے استغفار سے منع نہ کردیا جائے، اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے آیت نازل فرمائی کہ نبی اور مؤمنوں کو زیبا نہیں کہ وہ مشرکین کے حق میں استغفار کریں۔

(ب) کس مرحلہ میں کلمۂ شہادت پڑھنا معتبر ہے؟

قال النووي: فالمراد لما قربت وفاته، وحضرت دلائلها وذلك قبل المعاينة والنزع ولو كان في حال المعائنة والنزع لما نفعه الإيمان لقول الله تعالى: ﴿وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ حَتّٰى اِذَا حَضَرَ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْآنَ﴾ الآية. ويدل على أنّه قبل المعاينة محاورته للنبي ﷺ ومع كفار قريش. (شرح المسلم للنووی: ص ۴۰)

غرغرہ اور نزاع کی حالت سے پہلے عالمِ غیب کے منکشف ہونے سے پہلے ایمان معتبر ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ إلخ﴾ کی وجہ سے۔

سوال: نبی کریم ﷺ اور عام مومنین کو مشرکین کے لیے استغفار کرنے سے منع کیا گیا؛ مگر حضرت ابراہیمؑ تو اپنے والد کے لیے استغفار کرتے تھے؟

جواب: حضرت ابراہیمؑ کے دعائے مغفرت کرنے کی بات سورۂ توبہ آیت ۱۱۴ میں ہے، جب آپؑ ہجرت کر کے بیت المقدس روانہ ہوئے تو آخری بات جو انہوں نے اپنے باپ سے کہی وہ یہ تھی کہ "میں آپ کے لیے اپنے رب سے دعائے مغفرت کروں گا، بیشک وہ مجھ پر نہایت مہربان ہے" (سورۂ مریم، آیت: ۴۷) چنانچہ آپؑ نے اپنے والد کے لیے حسبِ وعدہ دعائے مغفرت کی، جس کا تذکرہ سورۂ ابراہیم (آیت: ۴۱) اور سورۂ شعراء (آیت: ۸۶) میں ہے؛ مگر یہ دعا باپ کی زندگی میں کی تھی، اور کافر کی حیات میں دعائے مغفرت کا مطلب اس کے لیے ہدایت طلبی کی دعا کرنا ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس کو ایمان نصیب فرمائے، تاکہ اس کی مغفرت ہو، اور یہ اب بھی جائز ہے۔

پھر جب ان کا انتقال کفر پر ہو گیا تو آپؑ نے تبری کی اور اس کے لیے دعا موقوف کر دی، كما في قوله تعالى: ﴿وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَا إِيَّاهُ. فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِّلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ﴾

(ایضاح المسلم: ج/۱، ص/۱۲۹، نعمت المنعم: ج/۱، ص/۲۵۶)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال: (۲۵)، صفحہ: (۴۶)

(ششماہی امتحان ۱۴۲۹ھ)

حَدَّثَنِی مَحْمُوْدُ بْنُ الرَّبِیعِ عَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِینَةَ فَلَقِیتُ عِتْبَانَ فَقُلْتُ حَدِیثٌ بَلَغَنِیْ عَنْكَ قَالَ أَصَابَنِیْ فِیْ بَصَرِی بَعْضُ الشَّیْءِ فَبَعَثْتُ إِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَنِّیْ أُحِبُّ أَنْ تَأْتِیَنِیْ فَتُصَلِّیَ فِیْ مَنْزِلِیْ فَأَتَّخِذَهُ مُصَلًّی قَالَ فَأَتَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنْ أَصْحَابِهِ فَدَخَلَ وَهُوَ یُصَلِّیْ فِیْ مَنْزِلِیْ وَأَصْحَابُهُ یَتَحَدَّثُوْنَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ أَسْنَدُوْا عُظْمَ ذٰلِكَ وَكِبْرَهُ إِلٰی مَالِكِ بْنِ دُخْشُمٍ قَالَ وَدُّوْا أَنَّهُ دَعَا عَلَیْهِ فَهَلَكَ وَوَدُّوْا أَنَّهُ أَصَابَهُ شَرٌّ فَقَضٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الصَّلَاةَ وَقَالَ أَلَیْسَ یَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالُوْا إِنَّهُ یَقُوْلُ ذٰلِكَ وَمَا هُوَ فِیْ قَلْبِهِ قَالَ لَا یَشْهَدُ أَحَدٌ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَیَدْخُلَ النَّارَ أَوْ تَطْعَمَهُ قَالَ أَنَسٌ فَأَعْجَبَنِیْ هٰذَا الْحَدِیثُ فَقُلْتُ لِابْنِیْ اُكْتُبْهُ فَكَتَبَهُ.

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کیجیے۔

(ب) مطلب لکھئے نیز حدیث پاک سے جو مسائل مستنبط ہوتے ہیں انہیں سپرد قلم کیجیے۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن ربیع نے بیان کیا کہ میں مدینہ آیا، پس حضرت عتبان بن مالک (بدری صحابی) سے ملاقات ہوئی، میں نے عرض

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کیا: آپ کی ایک حدیث مجھے (بالواسطہ) پہنچی ہے (میں وہ حدیث براہِ راست آپ سے سننا چاہتا ہوں) حضرت عتبانؓ نے فرمایا: میری آنکھ میں کچھ نقص پیدا ہوگیا یعنی بینائی کمزور ہوگئی، پس میں نے کسی کو یہ کہلا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا کہ میری تمنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر تشریف لائیں، اور میرے گھر میں نماز پڑھیں؛ تاکہ میں اس جگہ کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالوں، راوی کہتے ہیں کہ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے، اور جن صحابہ کو اللہ نے چاہا وہ بھی ہمراہ آگئے، پس آپ داخل ہوئے اور گھر کے اندر نماز شروع کی، اور صحابہؓ باہم باتیں کر رہے تھے، (دورانِ گفتگو منافقین کا تذکرہ آگیا تو) انہوں نے ان باتوں کا زیادہ تر ذمہ دار مالک بن دخشم کو قرار دیا، وہ چاہتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے حق میں بددعا فرمادیں، پس وہ ہلاک ہوجائے، اور وہ چاہتے تھے کہ اس کو خوب نقصان پہنچے، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا وہ اس بات کی گواہی نہیں دیتا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اور میں اللہ کا رسول ہوں، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا وہ گواہی تو دیتا ہے؛ مگر اس کے دل میں یہ بات نہیں یعنی دل سے گواہی نہیں دیتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ نہیں ہوسکتا کہ کوئی اِس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اور میں اللہ کا رسول ہوں، (فرمایا) آتشِ دوزخ اس کو جلا کر بھسم کردے، حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث بہت پسند آئی اور میں نے اپنے لڑکے سے کہا اسے لکھ لے، تو اس نے لکھ لی۔

(ب):

تشریح: حضرت عتبانؓ بدری انصاری صحابی ہیں، پھر انصار کے قبیلہ بنی سالم کے ہیں، وہ اپنے قبیلہ کے امام تھے، ان کی نگاہ کمزور ہوگئی تھی، انہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا، یا رسول اللہ! میں اپنی قوم کا امام ہوں، اور میں جہاں نماز پڑھاتا ہوں؛

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اس جگہ اور میرے گھر کے درمیان ایک نالہ ہے، بارش کے زمانہ میں اس میں پانی بھر جاتا ہے، اور میں مسجد تک نہیں پہنچ سکتا؛ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ اپنے گھر میں مسجد بناؤں اور لوگوں کو وہاں نماز پڑھاؤں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے کا وعدہ فرمایا، پھر ایک صبح نو دس بجے حضرت عتبان کے گھر تشریف لے گئے، حضرت ابوبکرؓ بھی ساتھ تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جاتے ہی پوچھا تم کہاں چاہتے ہو کہ میں نماز پڑھوں، حضرت عتبانؓ نے ایک جگہ بتائی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں باجماعت دو رکعت ادا فرمائیں، اتنی دیر میں محلہ والوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خبر ہوگئی؛ چناں چہ وہ جمع ہو گئے، حضرت عتبانؓ نے کھچڑا پکا رکھا تھا وہ پیش کیا، دورانِ گفتگو ابن الدخشم کا تذکرہ آیا کہ وہ نظر نہیں آرہا ہے، کسی نے کہا کہ وہ منافق ہے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں رکھتا، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا وہ لا الٰہ الا اللہ نہیں کہتا، کیا وہ اس کلمے سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی نہیں چاہتا؟ لوگوں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں؛ مگر یا رسول اللہ! ہم دیکھتے ہیں کہ اس کی دلچسپیاں منافقین کے ساتھ ہیں، وہ ان کے ساتھ اُٹھتا بیٹھتا ہے، اور ان کے مشوروں میں شریک رہتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ نہیں ہوسکتا کہ کوئی بندہ اللہ کی وحدانیت اور میری رسالت کی گواہی دے، پھر بھی دوزخ میں چلا جائے اور آتشِ دوزخ اس کو بھسم کر دے۔ (ایضاح المسلم: ج/۲، ص/۱۵۱)

استنباطِ مسائل

اس حدیث سے چند مسائل معلوم ہوتے ہیں:

(۱) آثارِ صالحین سے برکت حاصل کرنا درست اور مشروع ہے۔

(۲) علماء اور مشائخ کا اپنے شاگردوں اور مریدوں کے گھر جانا اور ملنا درست ہے۔

(۳) نمازی کے قریب باتیں کرنا جائز ہے، بشرطیکہ نمازی کو حرج نہ ہو۔

(۴) حدیث پاک کی کتابت درست ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۵) مفضول کا فاضل کو بلانا کسی ضرورت کی بنا پر شرعاً مشروع ہے۔

(۶) نفل نماز کی جماعت کا جائز ہونا۔ (نووی: ج ۱/ص ۴۷)

سوال: (۲۶)، صفحہ: (۴۸)

(ششماہی امتحان ۱۴۳۴ھ/۱۴۳۸ھ)

عَنْ عِمْرَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلُّهُ فَقَالَ بُشَيْرُ بْنُ كَعْبٍ: إِنَّا لَنَجِدُ فِيْ بَعْضِ الْكُتُبِ أَوِ الْحِكْمَةِ أَنَّ مِنْهُ سَكِيْنَةً وَوَقَارًا لِلّٰهِ وَمِنْهُ ضُعْفٌ قَالَ: فَغَضِبَ عِمْرَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَتّٰى احْمَرَّتَا عَيْنَاهُ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) حیاء کی تعریف کریں، حیاء کے سلسلہ میں حدیث شریف اور کلامِ حکمت کا جو تعارض ہے آپ اس کو رفع کریں۔

(ج) مطلب بوضاحت لکھیں۔

(د) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے ناراض ہونے کی وجہ تحریر کریں، بشیر کی بات بظاہر معقول معلوم ہوتی ہے، آپ اس کا جواب تحریر کریں۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت عمران نے ہم سے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شرم وحیاء تو سب ہی بہتر ہوتی ہے، تو بشیر بن کعب نے کہا ہم نے بعض کتابوں میں یا اقوالِ حکمت میں دیکھا ہے کہ بعض حیاء متانت اور اللہ کے لیے وقار ہوتی ہے؟ اور بعض حیاء کمزوری ہے، راوی کہتا ہے کہ حضرت عمران کو یہ سن کر غصہ آ گیا، یہاں تک کہ ان کی دونوں آنکھیں سرخ ہو گئیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) تشریح:

حضرت عمرانؓ نے جب یہ حدیث بیان کی کہ حیاء خیر ہی خیر ہے، تو بشیر بن کعب نے نہ صرف یہ کہ ان کو ٹوکا؛ بلکہ حکماء کے اقوال کی روشنی میں حیاء کی قسمیں بتانی شروع کردیں کہ ہر حیاء اچھی نہیں ہوتی؛ بلکہ بعض حیاء کمزوری کا نتیجہ ہوتی ہے، یہ بات حدیث شریف کی عظمت و ادب کے تو خلاف ہی تھی، بظاہر کلامِ رسول سے مقابلہ اور معارضہ کی صورت بھی تھی، حضرت عمرانؓ کو ان کی موشگافی ناقابلِ برداشت معلوم ہوئی تو انہوں نے ناگواری کا اظہار کیا؛ مگر جب دوبارہ بشیر نے یہی بات کہی تو حضرت عمران بھڑک گئے اور ان کا غصہ ساتویں آسمان پر پہنچ گیا؛ چناں چہ مجلس میں موجود لوگوں کو دخل دینا پڑا، انہوں نے یہ کہہ کر حضرت عمرانؓ کو ٹھنڈا کیا کہ بشیر کی نیت معارضہ کی نہیں وہ منافق و زندیق نہیں، وہ ہم میں سے ہے، ان کا مقصد کلامِ رسول سے معارضہ نہیں؛ اس لیے اِس بات کا بُرا نہ مانیں۔ (ایضاح المسلم: ص ۱۶۲)

(ج):

حیاء کی تعریف: الحیاء لغةً تغیر وانکسار یعتري الإنسان من خوف مایعاب به ویلام علیه. حیاء لغوی معنیٰ کے اعتبار سے انکساری اور شائستگی کو کہتے ہیں جو کسی سزا یا ملامت کے ڈر سے انسان کے دل میں پیدا ہوتی ہے۔

وشرعًا: خلق یبعث علی ترك القبیح ویمنع من التقصیر في حق ذي الحق. شرعی معنیٰ کے اعتبار سے حیاء وہ فطری ملکہ ہے جو قبیح چیز سے اجتناب اور کنارہ کشی پر آمادہ کرے اور صاحبِ حق کے حق میں کوتاہی کرنے سے روکے۔ (نووی: ص ۴۷)

حیاء اور حکمت کے درمیان دفع تعارض:

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمرانؓ کی بات ہی صحیح ہے، اور جو حکمت کی کتابوں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

میں موجود ہے وہ صحیح نہیں؛ کیوں کہ حدیث میں جس حیاء کا تذکرہ ہے اس سے مراد حیاءِ شرعی ہے۔

اور حیاءِ شرعی وہ ہے جس کی وجہ سے انسان جو چیز شرعاً مذموم ہے اس سے احتراز کرے، جو طبیعت کی کمزوری یا کوئی صاحبِ مروت ایسی چیزوں سے پرہیز کرتا ہو جس سے اس پر نکتہ چینی ہوتی ہو، یہ سب حیاءِ شرعی نہیں ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حدیث میں حیاء سے مراد حیاءِ شرعی ہے اور حکمت کی کتابوں میں جس حیاء کا ذکر ہے اس سے مراد حیاءِ عرفی ہے۔ (نعمت المنعم: ج/۱، ص/۲۶۹)

حضرت عمرانؓ کے ناراض ہونے کی وجہ:

(۱) کلامِ رسول کے بعد کلامِ حکمت کی ضرورت نہیں تھی۔

(۲) کلامِ رسول کے ساتھ حکمت کے خلط ملط ہونے کے اندیشہ کی بنا پر۔

(۳) حضرت عمرانؓ کی ناگواری کا سبب یہ تھا کہ بُشَیر کلامِ رسول کی تائید حکما کے اقوال سے کر رہے تھے جو ادب واحترام کے خلاف تھی، بشیر کی نیت خواہ یہ نہ ہو، اور ہو گی بھی نہیں؛ مگر ادب کا تقاضا یہ تھا کہ کلامِ رسول کو اوّلیت اور فوقیت رہے، نہ کہ اس کے لیے کسی دوسرے کے کلام کی تائید کی ضرورت ہو۔ (تفہیم المسلم: جز/۳، ص/۲۶)

سوال: (۲۷)، صفحہ: (۴۹)

(ششماہی امتحان ۱۴۴۰ھ)

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْإِيْمَانِ مَنْ كَانَ اللهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ أَنْ أَنْقَذَهُ اللهُ مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ و مطلب لکھیے۔

(ب) حلاوتِ ایمانی سے کیا مراد ہے؟ حدیث میں جو اللہ اور رسول کے ساتھ ان کے ماسوا سے زیادہ محبت کی بات کہی گئی ہے اس سے محبتِ عقلی مراد ہے یا طبعی؟ پھر عقلی و طبعی محبت کی وضاحت کیجیے۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جس شخص میں یہ تین باتیں ہوں اس نے ایمان کا مزہ چکھ لیا (۱) اللہ اور اس کا رسول تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہوں (۲) جب وہ کسی سے محبت کرے تو اللہ کے لیے کرے (۳) جب اللہ نے اس کو کفر سے بچالیا تو پھر اس کو کفر کی طرف لوٹنا آگ میں جھونکے جانے سے بُرا لگے۔

تشریح: ایمان کی حلاوت اسی آدمی کو محسوس ہوتی ہے جو اللہ اور رسول کی محبت میں ایسا سرشار ہو کہ ہر چیز سے زیادہ اس کو اللہ اور رسول سے محبت ہو، اور اس محبت کا اس کے دل پر ایسا قبضہ ہو کہ اگر وہ کسی اور سے بھی محبت کرے تو اللہ ہی کے لیے کرے، اور دینِ اسلام اس کو اتنا پیارا ہو کہ اس کے چھوڑنے کی تکلیف اس کے لیے آگ میں گرنے کی تکلیف کے برابر ہو۔ (تحفۃ القاری: ج/۱، ص/۲۱۶)

(ب) حلاوتِ ایمانی سے کیا مراد ہے؟

علماء نے حلاوت کے معنی یہ بیان فرمائے ہیں کہ: طاعتِ الٰہی میں لذت ملنے لگے، اللہ اور رسول کی رضا کے لیے مشقتوں کا تحمل گراں نہ رہے، اور ان کی رضا اسبابِ دنیا سے زیادہ محبوب بن جائے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اختلاف اس میں ہے کہ یہ حلاوت معنوی ہے یا محسوس چیز ہے۔

ایک جماعت کہتی ہے کہ حلاوت معنوی چیز ہے، معنوی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایمان جازم ہو اور احکام پر ثبات ہو، یہ رائے فقہاء وغیرہ کی ہے۔

دوسری جماعت حلاوت کو ایک محسوس چیز کہتی ہے، انھوں نے لفظ حلاوت کو ظاہری معنیٰ پر قائم رکھا ہے، یہ کہنے والی جماعت صوفیاء حضرات کی ہے۔

اِس بات کو اچھی طرح وہی شخص سمجھ سکتا ہے جس کو یہ مقام حاصل ہو جائے۔

(تفہیم المسلم: جزء/۳، ص/۳۹)

حدیثِ باب میں محبت عقلی مراد ہے یا طبعی؟ اور عقلی و طبعی کی وضاحت:

محبت سے مراد یہاں عقلی محبت ہے یعنی بتقضاءِ عقل سلیم نفس کی خواہش کے برخلاف اللہ اور رسول کی محبت کو ترجیح دینا، اس کی مثال ایسی ہی ہے، جیسے ایک مریض طبیعت کی خواہش نہ ہونے کے باوجود بھی دوا کی طرف رغبت کرتا ہے؛ کیوں کہ عقل کا تقاضا ہے کہ دوائے شافی کی طرف میلان ہو، جب انسان غور کرے کہ شریعت کے اوامر و نواہی اس کی بھلائی کے لیے ہیں، تو عقلاً ان کی طرف مائل ہوگا، عقلاً اس سے لذت بھی حاصل کرے گا اور نفس کی خواہش کو بھی عقل کے تابع بنائے گا، اسی کو حلاوتِ ایمانی کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (تفہیم المسلم: جزء/۳، ص/۳۹)

محبتِ طبعی وہ محبت ہے جو فطرۃً اسبابِ طبعیہ کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، مثلاً ماں باپ، بیوی بچے، اور بہن بھائی سے فطری محبت ہو جاتی ہے یہی محبتِ طبعی ہے۔

سوال: (۲۸)، صفحہ: (۵۱)

(ششماہی امتحان ۱۴۳۶ھ)

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: "مَنْ رَأَى مِنْكُمْ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ. فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) اس حدیث کا تعلق خاص مسلم معاشرہ سے ہے یا عام معاشرہ سے؟ اگر خاص مسلم معاشرہ سے ہے تو اس کی کیا دلیل ہے؟

(ج) "فليغيره بيده" میں قتال کر کے بادشاہ کو اس کی حکومت سے ہٹانا بھی داخل ہے یا اس کے بارے میں تفصیل ہے؟ تحریر کریں۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں: کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم میں سے جو شخص کوئی بات شریعت کے خلاف دیکھے اسے چاہیے کہ اپنے ہاتھ سے اس کی اصلاح کرے، اگر اس کی قدرت نہ ہو تو زبان سے اس کی مخالفت کرے، اگر یہ بھی نہ کر سکے تو کم از کم اپنے دل میں اس کی ناگواری برابر محسوس کرتا رہے، اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔

(ب) اس حدیث کا تعلق خاص مسلم معاشرہ سے ہے یا عام سے؟

اس حدیث کا تعلق خاص مسلم معاشرہ سے ہے، عام معاشرہ سے نہیں ہے، اس کی دو دلیل ہیں:

(۱) امام مسلمؒ نے اس حدیث کے بعد ابن مسعودؓ کی حدیث ذکر کی ہے جس میں صراحت کے ساتھ مسلمانوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے کا حکم ہے۔

(۲) دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر کافر ذمی ہے تو اس پر انکار کرنا جائز نہیں ہے جب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کفر جیسے منکر پر اس کو باقی رہنا دیا گیا تو کم درجہ کے منکر پر تو بدرجۂ اولیٰ باقی رہ سکتا ہے، لہٰذا واضح ہوگئی یہ بات کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا تعلق مسلمانوں سے ہے نا کہ کفار سے۔ (نعمت المنعم:۱/۲۸۱)

فلیغیرہ بیدہ: اس کا تعلق حکومت والے سلاطین و امراء سے ہے؛ کیوں کہ ان کے ہاتھ میں اقتدار ہے اور وہ منکرات کو اپنے بازوؤں کی طاقت سے مٹا سکتے ہیں۔

فبلسانہ: اس کی ذمہ داری علماء پر ڈالی گئی ہے؛ کیوں کہ علماء کے ہاتھ میں حکومت نہ ہونے کی وجہ سے وہ قرآن و سنت کی روشنی میں منکرات کی قباحت بیان کر سکتے ہیں۔

فبقلبہ: یہ ذمہ داری عوام الناس پر ڈالی گئی ہے؛ کیوں کہ نہ ان کے پاس اقتدار ہے، اور نہ علم ہے کہ اس کی قباحت بیان کر سکے۔ (مرقات المفاتیح: ج/۹، ص/۳۲۸)

(ج):

سوال: فلیغیرہ بیدہ میں قتال کر کے بادشاہ کو اس کی حکومت سے ہٹانا بھی داخل ہے یا اس کے بارے میں کوئی تفصیل ہے؟

جواب: اس میں تفصیل ہے، وہ یہ ہے کہ اوّلاً منکر کی دو قسمیں ہیں:

(۱) منکر لازم: وہ ہے جو منکر علیہ کی ذات کے ساتھ خاص ہو، جیسے زنا کرنا، شراب پینا وغیرہ۔

(۲) منکر متعدی: جس کا تعلق دوسرے سے ہو۔

پھر منکر لازم کی دو قسمیں ہیں:

(۱) منکر لازم فسق کے قبیل سے ہو (۲) منکر لازم کفر کے قبیل سے ہو

اسی طرح منکر متعدی کی بھی دو قسمیں ہیں:

(۱) دوسروں کے مال سے متعلق ہو (۲) دوسروں کے دین سے متعلق ہو

اسی طرح منکر علیہ کی بھی دو قسمیں ہیں:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۱) منکر علیہ عام آدمی ہو (۳) منکر علیہ امام وخلیفہ ہو

(۱) اگر منکر علیہ امام وخلیفہ ہو، اور منکر لازم فسق کے قبیل سے ہو تو ایسا تغیر بالید، جس میں خروج علی الامام لازم آئے جائز نہیں ہے، اِس باب میں احادیث مشہورہ مستفیضہ موجود ہیں، جن میں خروج کو منع کیا گیا ہے۔

(۲) اور اگر منکر علیہ امام وخلیفہ ہو اور منکر لازم کفر کے قبیل سے ہو، اور اس کا کفر ہونا واضح ومتفق علیہ ہو، نیز اس سے اس کفر کا صدور بھی قطعی ویقینی ہو، ایسی صورت میں اس پر خروج اور اس کو معزول کرنا بشرطِ قدرت شرعیہ واجب ولازم ہے یعنی جب ایسی قدرت ہو کہ اس کی جگہ ایسے شخص کو مقرر کیا جاسکے جس میں امامت کی شرائط پائی جاتی ہوں، اور اگر ایک ایسے ظالم وکافر کو ہٹا کر، دوسرے ایسے ہی ظالم وکافر کو یا اس سے بڑے ظالم وکافر کو مسلط کرنا ہو تو جائز نہ ہوگا۔

(۳) اور اگر منکر علیہ متعدی مظلومین کا مال ہو، اور اس کے عدمِ جواز میں کوئی شبہ نہ ہو اور منکر علیہ خلیفہ ہے تو اس حد تک اس کا دفاع وتغیر بالید صحیح ہے جس میں خروج لازم نہ آئے اور اگر اس پر صبر کرے تو اولیٰ ہے۔

(۴) اگر منکر علیہ مظلومین کا دین ہو اور اکراہ علی المعاصی یا کفر بطورِ اغاظہ مکرہ ہے تو اکراہ کے احکام اسی پر جاری ہوں گے۔ (نعمت المنعم: ص ۲۸۳)

سوال: (۲۹)، صفحہ: (۵۲)

(ششماہی امتحان ۱۴۳۲ھ)

عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَامِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللهُ فِيْ أُمَّةٍ قَبْلِي إِلَّاكَانَ لَهُ مِنْ أُمَّتِهِ حَوَارِيُّوْنَ وَأَصْحَابٌ يَأْخُذُوْنَ بِسُنَّتِهِ وَيَقْتَدُوْنَ بِأَمْرِهِ ثُمَّ إِنَّهَا تَخْلُفُ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوفٌ يَقُوْلُوْنَ مَالَا يَفْعَلُوْنَ وَيَفْعَلُوْنَ مَالَا يُؤْمَرُوْنَ فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَيْسَ وَرَاءَ ذٰلِكَ مِنَ الإِيْمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ قَالَ أَبُوْرَافِعٍ فَحَدَّثْتُهُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ فَأَنْكَرَهُ عَلَيَّ فَقَدِمَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فَنَزَلَ بِقَنَاةٍ الخ.

(الف) عبارت کا ترجمہ کریں۔

(ب) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو اس حدیث پر کیا اشکال تھا جس کی بنا پر انکار کیا، اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے دوبارہ تحقیق کی ضرورت پیش آئی؛ نیز فمن جاهدهم بيده کا مطلب واضح کریں۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے پہلے کسی امت میں اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو نہیں بھیجا؛ مگر اس کی امت میں ایسے لوگ ضرور گزرے ہیں جو اس کے معین و مددگار اس کے طریقۂ کار کے متبع و پیروکار اور اس کے ہر حکم کے مقتدی و فرماں بردار ہوا کرتے تھے، پھر اس کے بعد ان کے جانشین کچھ ایسے بداطوار لوگ ہوئے (جن کے قول و عمل میں بڑا فرق تھا) وہ جو بات اپنی زبانوں سے کہتے اس پر عمل نہ کرتے، اور وہ حرکتیں کرتے جن کا انھیں حکم نہیں دیا گیا تھا، جو شخص بھی ایسے لوگوں کا اپنے ہاتھ سے مقابلہ کرے وہ مؤمن اور جو زبان سے ان کی تردید کرے وہ مؤمن اور جو صرف قلبی ناگواری پر کفایت کرے وہ بھی ایک درجہ کا مؤمن ہے، اس کے بعد ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان کا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کوئی جز نہیں (ابورافع کہتے ہیں) کہ میں نے یہ حدیث عبداللہ بن عمر سے بیان کی تو انہوں نے اس کا انکار کیا، پس عبداللہ بن مسعودؓ تشریف لے آئے اور وادی قنات میں تشریف فرما ہوئے۔

حضرت ابن عمرؓ کے اشکال کی وجہ:

حضرت ابن مسعودؓ سے ایک حدیث اور مروی ہے اصبروا حتی تلقونی نبی کریم ﷺ نے فرمایا: فتنہ سے باز رہو، صبر سے کام لو، یہاں تک کہ حوضِ کوثر پر مجھ سے آکر ملو۔ اِس حدیث سے یہ حدیث معارض ہے؛ اس لیے کہ اس میں امام المسلمین اور ناہنجار مسلمانوں سے ہاتھ سے جہاد کرنے کا یعنی قتال کا حکم دیا گیا ہے اور یہ فتنہ کا باعث ہے جب کہ نبی کریم ﷺ نے فتنہ سے باز رہنے کی اور صبر کی تلقین فرمائی؛ اس لیے باب میں مذکور روایت کو قبول کرنے سے تکلف ہوا ہے اسی وجہ سے ابن عمرؓ نے نکیر کی تھی اس نکیر ہی کی وجہ سے ابن مسعودؓ سے دوبارہ تحقیق کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ (ایضاح المسلم: ج/۱، ص/۱۹۰)

فمن جاهدهم بيده: کسی منکر کو ہاتھ سے بدلنا یہ ہے کہ منکر میں مشغول لوگوں کو کسی بھی طرح اس سے روک دے، مثلاً آلات لہو ولعب توڑ دے، ان کی سرزنش اور پٹائی کرے؛ مگر یہ کام حاکم کا ہے، قوتِ نافذہ کے بغیر یہ کام کرنے سے فتنہ ہوتا ہے۔

(ایضاح المسلم: ج/۱، ص/۱۸۸)

سوال: (۳۰)، صفحہ: (۵۴)

(ششماہی امتحان ۱۴۳۰ھ)

عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ تَمِيْمِ الدَّارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ قُلْنَا لِمَنْ؟ قَالَ لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُوْلِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کیجیے۔

(ب) نصیحت کی لغوی تحقیق اور اس کا ماخذ بتایئے، پھر مطلب لکھتے ہوئے اللہ، اس کے رسول، کتاب اور ائمہ مسلمین وغیرہ کی نصیحت کی وضاحت کیجیے۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خیر خواہی کرنا دین ہے، ہم نے عرض کیا کس کی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ، اس کی کتاب، اس کے رسول، ائمہ مسلمین اور سب مسلمانوں کی۔

(ب):

تشریح: اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نصح و خیر خواہی کی اہمیت کو بتلایا ہے، اور اس کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ بعض دوسرے احکام مجبوری کی حالت میں ساقط ہو جاتے ہیں؛ مگر نصح و خیر خواہی اس وقت بھی ساقط نہیں ہوتی، قرآن کریم میں ہے: ﴿إِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ یہ آیت ان معذورین کے بارے میں اُتری ہے جو اپنی مجبوریوں کی وجہ سے جہاد میں شرکت نہیں کر سکتے، تو ان پر کوئی حرج نہیں؛ مگر شرط یہ ہے کہ دل میں نصح و خیر خواہی کا جذبہ ہو، یعنی دل میں یہ جذبہ ہو کہ اگر سامانِ جہاد مل گیا تو میں جہاد میں شرکت کروں گا۔

نصیحت کی لغوی تحقیق و ماخذ:

النصیحۃ مصدر ہے از فتح بمعنی خیر خواہی، وفاداری۔

مأخذ: النصیحۃ نصح الرجل ثوبہ إذا خاطَهٗ سے ماخوذ ہے، یا نصحت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

العسل إذا صفيته من الشمع سے ماخوذ ہے، لہٰذا نصیحت کے مفہوم میں صاف و خالص تر، اور اصلاح کرنا داخل ہے۔ (نعمت المنعم: ص ۲۸۷)

نصيحة لله: اللہ تعالیٰ کے لیے خیر خواہی یہ ہے کہ اس کا کوئی شریک نہ ٹھہرایا جائے اور اس کی صفات و جمال کا پوری طرح اعتراف کیا جائے، اور اس کے اوامر و نواہی کی پوری طرح اتباع کی جائے۔ (نووی: ص ۵۴)

نصيحة لكتاب الله: یہ ہے کہ پورے آداب کے ساتھ اس کی تلاوت کی جائے، دل و جان سے اس کے معانی کی تصدیق کی جائے، اس کے علوم کی نشر و اشاعت اور اس کی پیروی کی تمام عالم کو دعوت دی جائے، اور اس کے ہر ہر اوامر و نواہی کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا جائے۔ (نووی: ص ۵۴)

نصيحة لرسول الله: یہ ہے کہ اس کی رسالت کی تصدیق کی جائے جو دین لے کر وہ آئے ہیں اس کا ایک ایک حرف مانا جائے، ہر موقع پر اس کی مدد کے لیے سر بکف حاضر رہا جائے، ان کے اصحاب، ان کے اہلِ بیت سے محبت، اور ان کا ادب پورے طور پر ملحوظ رکھا جائے۔ (نووی: ص ۵۴)

نصيحة لأئمة المسلمين: یہ ہے کہ ہر حق معاملہ میں ان کی اعانت کی جائے، ان کے ساتھ جہاد میں شرکت، ان کے پیچھے نمازیں ادا کی جائیں۔
جو بیت المال کا حق ہے، وہ ان کو ایمان داری کے ساتھ بآسانی پہنچا دیا جائے، اور ان کے ساتھ غداری نہ کی جائے۔ (نووی: ص ۵۴)

سوال: (۳۱)، صفحہ: (۵۵)

(ششماہی امتحان ۱۴۳۵ھ)

يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَاسَلَمَةَ وَسَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

يَقُوْلَانِ: قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَؓ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ''لَا يَزْنِي الزَّانِي حِيْنَ يَزْنِيْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِيْنَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرُ حِيْنَ يَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ'' قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَأَخْبَرَنِيْ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِيْ بَكْرٍ أَنَّ أَبَابَكْرٍ كَانَ يُحَدِّثُهُمْ هٰؤُلَاءِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَؓ ثُمَّ يَقُوْلُ وَكَانَ اَبُوْهُرَيْرَةَ يُلْحِقُ مَعَهُنَّ: ''وَلَا يَنْتَهِبُ نُهْبَةً ذَاتَ شَرَفٍ''.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) مطلب لکھتے ہوئے بتائیں کہ حدیث میں مذکورہ گناہوں سے بظاہر ایمان کی نفی کی جارہی ہے جیسا کہ معتزلہ وخوارج اس کے قائل ہیں، اہلِ سنت اس کو ظاہر پر محمول نہیں کرتے، اس کی کیا دلیل ہے؟ بوضاحت لکھیں۔

(ج) ابن شہاب عبدالملک کی روایت سے کیا بتلانا چاہتے ہیں؟ وضاحت کریں۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: زنا کرنے والا شخص بحالتِ زنا مؤمن نہیں رہتا، چوری کرنے والا بحالتِ چوری مؤمن نہیں رہتا، اور شراب نوشی کرنے والا اس حالت میں مؤمن نہیں رہتا۔ ابن شہاب نے فرمایا: ایک روایت میں حضرت ابوہریرہؓ اتنا اور اضافہ کرتے ہیں: اور نہ لٹیرا اس وقت مومن ہوتا ہے جب کہ وہ ایسی بڑی لوٹ میں مشغول ہوتا ہے کہ لوگ (بے بس ہوکر) اسے نظریں اُٹھا اُٹھا کر دیکھا کریں (اور اس کا کچھ نہ بگاڑ سکیں)۔

(ب):

معصیت کی حالت میں ایمان کا نور باقی نہیں رہ سکتا، اگر یہ نور باقی رہتا تو وہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

معصیت ہی کیوں کرتا، مؤمن عاصی کی مثال اس بینا کی سی ہے جو اپنی آنکھیں بند کر لے، آنکھیں بند کر لینے کے بعد اسے کچھ نظر نہیں آتا، اور اس لحاظ سے یہ بینا اور ایک نابینا دونوں برابر ہو جاتے ہیں۔ نہ یہ دیکھتا اور نہ وہ دیکھتا ہے؛ لیکن فرق یہ ہے کہ نابینا نورِ بصری نہیں رکھتا، اور بینا اگرچہ نور تو رکھتا ہے؛ مگر غلافِ چشم کی وجہ سے وہ نور کام ہی نہیں کرتا؛ اس لیے نابینا کے برابر ہو جاتا ہے، اسی طرح ایک مؤمن کے نورِ بصیرت پر جب بہیمیت کا حجاب پڑ جاتا ہے تو وہ بھی کافر کی طرح معصیت و طاعت کا فرق نہیں پہچانتا؛ اس لیے یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ مؤمن جس حالت میں زنا کرتا ہے اس کا نورِ تصدیق جوشِ بہیمت سے ایسا مدھم پڑ جاتا ہے کہ اسے بھی معصیت کرنے میں کوئی باک نہیں رہتا اور تہور اور جرأت کے عالم میں اس پر مؤمن کا اطلاق بڑا مشکل ہوتا ہے، ہاں! اگر توبہ کر لے تو یہ حجاب بہیمت پھر چاک ہو جاتا ہے اور نورِ ایمانی پھر جگمگانے لگتا ہے۔ (تفہیم المسلم: جزء/۳، ص/۷۳)

اہلِ سنت والجماعت کا اس جیسی احادیث کو ظاہر پر محمول نہ کرنا:

اہلِ سنت والجماعت حدیثِ مذکور اور اس جیسی احادیث میں تاویل اس لیے کرتے ہیں تاکہ نصوصِ قطعیہ اور احادیثِ مشہورہ کی مخالفت لازم نہ آئے۔

(۱) قوله تعالى: ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾

(۲) عن أبي ذرٍ قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: من قال لا إله إلا اللّٰه دخل الجنة وإن زنى وإن سرق.

(ج) ابن شہاب، عبد الملک کی روایت سے کیا بتلانا چاہتے ہیں؟

ابن شہاب، عبد الملک کی روایت سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرنے والے "ابو سلمہ، سعید ابن المسیب اور عبد الملک بن ابی بکر"

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہیں، ابوسلمہ اور سعید بن المسیب کی روایت میں زنا، سرقہ اور شرب خمر کا تذکرہ ہے، جب کہ عبدالملک کی روایت میں "ولاینتهب نهبة" کا بھی اضافہ ہے، نیز اس سے اس طرف بھی اشارہ ہے کہ یہ جملہ حضرت ابوہریرہؓ پر موقوف ہے، مرفوع نہیں ہے۔

(نووی: ج ۱/ ص ۵۵)

سوال: (۳۲)، صفحہ: (۵۷)

(ششماہی امتحان ۱۴۳۱ھ/ ۱۴۳۳ھ/ ۱۴۳۹ھ)

عَنْ أَبِي عُثْمَانَ قَالَ: لَمَّا ادُّعِيَ زِيَادٌ لَقِيتُ أَبَا بَكْرَةَ رضی اللہ عنہ فَقُلْتُ لَهُ: مَاهٰذَا الَّذِي صَنَعْتُمْ؟ إِنِّي سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ رضی اللہ عنہ يَقُوْلُ: سَمِعَ أُذُنَايَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ يَقُوْلُ: مَنِ ادَّعٰى أَبًا فِي الْإِسْلَامِ غَيْرَ أَبِيْهِ يَعْلَمُ أَنَّهُ غَيْرُ أَبِيْهِ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ. فَقَالَ أَبُوْ بَكْرَةَ رضی اللہ عنہ: وَأَنَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ.

(الف) عبارت باعراب لکھ کر ترجمہ کریں۔

(ب) مطلب لکھیں، زیاد کا اصلی نسب کیا تھا اور بعد ازاں اس میں کیا ترمیم ہوئی؟ کیا ایسی صورت میں اس پر بالکل جنت حرام ہو جائے گی؟ صحیح جواب دیجیے۔

(ج) مطلب لکھتے ہوئے بتائیں کہ ابوعثمان نے ابوبکرہ سے اس طرح کیوں سوال کیا جب کہ انھیں بھی حدیث "من ادعٰی أبًا إلخ" معلوم تھی؟ "ادعی زیاد" کا کیا مطلب ہے؟ "الجنة عليه حرام" کا کیا مطلب ہے؟ واضح کریں۔

(د) حدیث سے متعلق واقعہ نقل کریں، حضرت ابوبکرہ کے جواب کا حاصل بیان کریں۔

(ہ) حضرت معاویہ نے ادعاء زیاد کا کام کیا، آپ ان کی طرف سے کوئی تاویل کر سکتے ہیں تو ضرور کیجیے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف):

ترجمہ: ابوعثمان سے روایت ہے کہ جب زیاد کے بارے میں (ابوسفیان کے لڑکا ہونے کا دعویٰ کیا گیا) تو میری ملاقات ابوبکرہ سے ہوئی، تو میں نے دریافت کیا یہ تم لوگوں نے کیا کیا؟ میں نے سعد بن ابی وقاص سے سنا ہے کہ وہ فرمارہے تھے کہ میں نے آپ ﷺ سے فرماتے ہوئے اپنے کانوں نے سنا کہ جو شخص اسلام لانے کے بعد جان بوجھ کر غیر باپ کی طرف نسبت کرے اس پر جنت حرام ہے، تو ابوبکرہ نے فرمایا کہ یہ ارشاد میں نے بھی حضور ﷺ سے سنا ہے۔

(ب) تشریح:

اِس حدیث میں ایسے حضرات کی موعظت کا سامان ہے جو اپنے حسب ونسب کے سلسلہ میں غلط بیانی سے کام کرتے ہیں، اپنے کسی آبائی پیشہ کو حقیر سمجھنے کی وجہ سے، اپنے آپ کو سیّد اور شیخ بنالینا ان کے لیے کسی طور پر جائز نہیں، دراصل اس فساد کی جڑ وہ ناہمواری اور طبقاتی نیت ہے جس نے پیشہ کی اونچ نیچ کا غیر اسلامی تصور پیدا کیا۔

(تفہیم المسلم: جز۳، ص۹۹)

زیاد کا اصلی نسب اور بعدازاں اس میں ترمیم:

زیاد کا اصلی نام زیاد بن عبید ثقفی تھا، اور بعدازاں اس میں یہ ترمیم ہوئی زیاد بن ابوسفیان۔ (نووی: ص۵۷)

کیا ایسی صورت میں جنت اس پر بالکل حرام ہوجائے گی؟

جواب(۱): یہ اس شخص کے بارے میں ہے جو اس عمل کو حلال سمجھ کر کرے، جس کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بنا پر وہ کافر ہوجاتا ہے اور کافر کے لیے جنت حرام ہے۔

(۲): اس سے مراد یہ ہے کہ اوّل مرحلہ میں دخولِ جنت سے محروم ہوگا۔ (نووی: ص ۵۷)

(ج):

مطلب تشریح کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

(د) واقعہ زیاد اور ابوبکرہ کے جواب کا حاصل:

واقعہ: زیاد ابوبکرہ کے ماں شریک بھائی تھے، اور یہ زیاد بن عبید ثقفی کے نام سے مشہور تھے، حضرت معاویہؓ نے زیاد کو اپنا بھائی بنالیا تھا، زیاد کی ماں سمیہ طائف کی زانیہ عورتوں میں سے تھی، اس کی شادی عبید سے ہوئی، اور زیاد اس کے فراش پر پیدا ہوئے، اور زمانۂ جاہلیت میں زانی عورتوں کی اولاد کبھی فال کی بنیاد پر، کبھی عورتوں کے کہنے اور کبھی زانیوں کے دعویٰ پر اس کا الحاق اس سے ہوجاتا تھا۔

اسلام نے ''الولد للفراش وللعاهر الحجر'' کا حکم دیا، حضرت معاویہؓ نے دیکھا کہ یہاں صاحبِ فراش کی طرف سے کوئی دعویٰ نہیں ہے، اور قصہ زمانۂ جاہلیت کا ہے، ابوسفیان نے اس کو اپنا بیٹا بنالیا ہے، اور امیر معاویہؓ کے سامنے دس آدمیوں نے گواہی دی کہ ابوسفیان نے اس کو قبل الاسلام اپنا بیٹا بنالیا تھا، جس سے ابوسفیان کا زمانۂ جاہلیت میں الحاق ثابت ہوگیا، جب امیر معاویہؓ نے دیکھا کہ اسلام نے زمانۂ جاہلیت کے الحاق کو باقی رکھا ہے، تو اپنا بھائی تسلیم کرلیا، زیاد نے کہا کہ گواہوں نے اگر صحیح گواہی دی تو ٹھیک ہے اور اگر غلط گواہی دی ہے تو ان لوگوں کو اللہ کے سامنے پیش کروں گا۔

بالآخر حضرت معاویہؓ کا اجتہاد بدل گیا تھا؛ کیوں کہ ابوسفیان کی طرف اس کی نسبت زمانۂ جاہلیت میں مشہور نہیں ہوئی، اور زمانۂ اسلام میں بھی اتنے دنوں کے بعد

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

شہادت دی ہے، اور اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ کا حکم بہرصورت ہے، اِلّا یہ کہ صاحبِ فراش اس کی نفی کرے؛ مگر زانی کی طرف کسی بھی صورت میں منسوب نہیں ہوگا، بنابریں اس سے رجوع کرلیا۔ (نفع المسلم: ص: ۲۴۸، نعمت المنعم: ص: ۲۹۴)

ابوبکرہ کے جواب کا حاصل:

ابوعثمان نے ابوبکرہ پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ تمہارے گھر میں یہ کیا جاہلانہ رسم زندہ ہورہی ہے، اور حدیث بیان کی "أنّ النبيّ حرّم علی فاعله الجنة"، تو حضرت ابوبکرہ نے جواباً فرمایا میں نے بھی اسی طرح سنا ہے، اور حضرت ابوبکرہ زیاد کو ان باتوں سے منع کرچکے تھے، نہ ماننے پر قطع تعلق بھی کرلیا تھا، اور قسم کھالی تھی کہ اس سے باتیں نہیں کروں گا، ابوعثمان کو ابوبکرہ کے اس انکار کی اطلاع نہیں ہوئی؛ اس لیے اعتراض کیا۔

(نفع المسلم: ص: ۲۴۹، نووی: ص: ۵۷)

حضرت معاویہؓ کی طرف سے تاویل:

حضرت امیر معاویہؓ نے ادعاء زیاد کا کام دس لوگوں کی گواہی دینے کے بعد کیا؛ لیکن جب انہیں معلوم ہوا کہ ابوسفیان کی طرف زمانۂ جاہلیت میں زیاد کی نسبت مشہور نہیں ہوئی اور الولد للفراش کا حکم ہرصورت میں ہے، اِلّا یہ کہ صاحبِ فراش نفی کرے؛ مگر زانی کی طرف کسی بھی صورت میں منسوب نہیں ہوگا، جس کی وجہ سے حضرت امیر معاویہؓ نے رجوع کرلیا۔ (نعمت المنعم: ج ر ۱، ص ر ۲۹۴)

سوال: (۳۳)، صفحہ: (۵۸)

(ششماہی امتحان ۱۴۳۷ھ)

إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ عَنْ مَنْصُورِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جَرِيرٍ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ ''أَيُّمَا عَبْدٍ أَبِقَ مِنْ مَوَالِيهِ فَقَدْ كَفَرَ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَيْهِمْ'' قَالَ مَنْصُورٌ: قَدْ وَاللّٰهِ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنِّي أَكْرَهُ أَنْ يُرْوِيَ عَنِّيْ هٰهُنَا.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں اور ''فقد کفر الخ'' کا مطلب لکھیں۔

(ب) بتائیں کہ حدیث کے مرفوع ہونے کے باوجود منصور وہاں مرفوعاً بیان کرنے سے کیوں گریز کر رہے تھے؟ وہاں ''ھٰھنا'' سے کون سی جگہ مراد ہے؟

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت جریرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جو غلام اپنے آقاؤں سے بھاگا (گویا) اس نے کفر کا ارتکاب کیا، یہاں تک کہ وہ ان کے پاس لوٹ آئے۔ منصور (محدث) فرماتے ہیں کہ واللہ! یہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہے؛ لیکن اسے ناپسند کرتا ہوں کہ کوئی مجھ سے بصرہ میں یہ روایت کرے۔

فَقَدْ كَفَرَ کا مطلب:

ان احادیث میں کفر کا اطلاق کفرانِ نعمت اور کفرِ عملی پر ہوا ہے، قرآن و احادیث متواتر مستفیضہ پھر اس پر اجماع کی بنیاد پر اہلِ سنت والجماعت ایسے شخص کو خارج عن دین الاسلام مخلد فی النار کہ کبھی اس کی مغفرت نہ ہو نہیں کہتے ہیں؛ بلکہ اس طرح کی احادیث کا ایسا معنیٰ بیان کرتے ہیں جو قواعدِ قرآن اور احادیثِ متواترہ و اجماع اہلِ سنت والجماعت کے خلاف نہ ہو۔ (نعمت المنعم: ص ۲۹۶)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب): حدیث کے مرفوع ہونے کے باوجود منصور کا مرفوعاً بیان کرنے سے گریز کرنے کی وجہ:

منصور نے پہلے حدیث موقوفاً بیان کی تھی، پھر قسم کھا کر کہا کہ یہ حدیث مرفوع ہے، اور رفع کی صراحت صرف خواص کے درمیان کی؛ اس لیے کہ بصریٰ میں خوارج ومعتزلہ کی بھر مار تھی، منصور نہیں چاہتے تھے کہ وہ ان کے حوالہ سے حدیث بیان کریں اور گنہگاروں کے کفر پر اور ان کے ابدی جہنمی ہونے پر استدلال کریں؛ اس لیے منصور نے اپنی خواہش ظاہر کی کہ میں نہیں چاہتا کہ بصریٰ میں میرے حوالہ سے یہ روایت کی جائے اور گمراہ لوگ اس سے استدلال کریں۔ (ایضاح المسلم: ج/۱، ص/۲۲۱)

أن يروي عني ههنا: یہاں ههنا سے مراد ''بصریٰ'' ہے۔

(مسلم: ج/۱، ص/۵۸)

سوال: (۳۴)، صفحہ: (۵۹)

(ششماہی امتحان ۱۴۲۹ھ/ ۱۴۳۰ھ/ ۱۴۳۴)

فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ هَلْ تَدْرُونَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوْا اللهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ قَالَ: قَالَ: أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِيْ مُؤْمِنٌ بِيْ وَكَافِرٌ فَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللهِ وَرَحْمَتِهِ فَذٰلِكَ مُؤْمِنٌ بِيْ وَكَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ وَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا فَذٰلِكَ كَافِرٌ بِيْ مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ.

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَمْ تَرَوْا إِلَى مَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالَ مَا أَنْعَمْتُ عَلَى عِبَادِيْ مِنْ نِعْمَةٍ إِلَّا أَصْبَحَ فَرِيْقٌ مِنْهُمْ بِهَا كَافِرِيْنَ يَقُوْلُوْنَ الْكَوَاكِبُ بِالْكَوَاكِبِ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں اور مطلب لکھیں۔

(ب) "مؤمن بي وكافر بي" کی مراد واضح کریں، نیز بتائیں کہ اگر مطر کی نسبت کوکب کی جانب بطورِ سبب کے ہو تو کیا حکم ہے؟

(ج) یہاں کفر سے کیا مراد ہے؟ کفر حقیقی یا کفرانِ نعمت؟ ہر دو صورت میں حدیث کی توضیح کیا ہوگی؟

(د) علمِ نجوم کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟ یہاں کفر اصطلاحی کا اطلاق کس طریقے پر ہوگا، اور کفر لغوی کس وقت ہوگا؟ سمجھ کر لکھیے۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: (نماز سے فارغ ہو کر) آپ ﷺ نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ صحابہؓ نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول ہی اس سے آگاہ ہیں، آں حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بعض بندے صبح بحالتِ ایمان کرتے ہیں، اور بعض بحالتِ کفر جو بندے یہ کہیں کہ ہم پر اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی تو یہ مجھ پر ایمان لانے والے ہیں اور ستارہ کے منکر ہیں، اور جنہوں نے یہ کہا کہ ہم پر بارش اُس اور اس ستارہ کی وجہ سے ہوئی تو (گویا) یہ میرا انکار کرنے والے ہیں اور ستارہ پر ایمان لانے والے ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم پروردگار عزوجل کے اس ارشاد پر غور نہیں کرتے کہ میں اپنے بندوں پر کوئی نعمت نازل کرتا ہوں؛ مگر اس کے نتیجہ میں ایک گروہ کفرانِ نعمت کرنے والوں کا ہوتا ہے، اور یہ گروہ کہتا ہے کہ ستارے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ستارے یعنی جونعمتیں ہمیں مل رہی ہیں وہ سب گردشِ کواکب کی وجہ سے مل رہی ہیں۔

تشریح: اس حدیث میں جس کفر کا ذکر ہے، اس سے مقصود یہ نہیں کہ ایسا شخص حلقۂ اسلام سے نکل کر دائرۂ کفر میں داخل ہوجاتا ہے، اور نعمتِ ایمان ہاتھ سے جاتی رہتی ہے؛ بلکہ اس سے مقصود کفرانِ نعمت ہے یعنی اس سے بڑی ناشکری کیا ہوگی، اور کفرانِ نعمت کیا ہوگا کہ وہ اصل عطا کرنے والے کو فراموش کردے اور زبان سے ایسی بات نکالے جو خلافِ واقعہ ہے، اس کے ذریعہ منشاء یہ ہے کہ ہر موقع پر اپنے مالکِ حقیقی اور عطاء کرنے والے کو یاد رکھا جائے، اور خلافِ حقیقت باتیں زبان سے نکال کر مالکِ حقیقی کی ناراضگی مول نہ لی جائے۔ (تفہیم المسلم: جز، ر۴، ص ر۸)

(ب) ''مؤمن و كافر بي'' کی مراد:

حدیث ابن عباسؓ میں ''أصبح من عبادي مؤمن بي وكافر بي'' کی جگہ ''أصبح من الناس شاكر ومنه كافر'' آیا ہے، ایمان وکفر کے تقابل کے بجائے شکر وکفر کا تقابل ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کفر باللہ مراد نہیں ہے، بعض کفار بارش کی نسبت ستاروں کی طرف بطورِ تائید نہیں کرتے تھے؛ بلکہ بطورِ سبب کے جیسے اور اسباب کی طرف اشیاء کی نسبت کی جاتی ہے، تو کفر باللہ مراد نہیں ہے؛ بلکہ خدا کی ناشکری مراد ہے۔ (نعمت المنعم: ج ر۱، ص ر۲۹۸)

اگر مطر کی نسبت کوکب کی جانب بطورِ سبب ہو تو کیا حکم ہے؟

اگر مطر کی نسبت کوکب کی جانب بطورِ سبب ہو تو کفرانِ نعمت مراد ہے، کہ انعام خدا کر رہا ہے اور ان کی نسبت ستاروں کی طرف کر رہا ہے جس کو بارش میں کسی درجہ میں دخل نہیں ہے، اس طرح مطر کی نسبت بطورِ سبب کرنے سے کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔

(نعمت المنعم: ص ر۲۹۸)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج) حدیثِ باب میں کفر سے کفرِ حقیقی مراد ہے یا کفرانِ نعمت؟

حدیثِ بیب میں کفر سے کفرانِ نعمت مراد ہے، جیسا کہ اس کی تفصیل، تشریح کے تحت گزر چکی۔

(د) علمِ نجوم کے بارے میں معلومات:

نوء: کوکب کے معنیٰ میں ہے، چاند کی اٹھائیس منزلیں ہیں، ہر منزل پر چاند تیرہ دن رہتا ہے اور ایک منزل میں چودہ دن رہتا ہے، اسی طرح سال کے تین سو پینسٹھ دن ہوتے ہیں، چاند جب کسی منزل میں داخل ہوتا ہے تو ایک ستارہ غروب ہوتا ہے اور دوسرا ستارہ طلوع ہوتا ہے، اِس طلوع وغروب ہونے والے ستارہ کو ''نوء'' کہتے ہیں، اور ان ستاروں کا الگ الگ نام ہے، جب بارش ہوتی ہے تو اہلِ نجوم بارش کو ان ستاروں کی طرف منسوب کرتے ہیں، ہندی میں ان کو نچھتر کہتے ہیں۔ (نعمت المنعم: ص/۲۹۷)

کفر اصطلاحی کا اطلاق کس وقت اور کفر لغوی کا اطلاق کب ہوگا؟

اگر بارش کی نسبت ستاروں کی جانب مؤثر بالذات مان کر کی جائے تو کفر اصطلاحی ہوگا، اور اگر مؤثر بالذات مان کر نہیں کی جائے؛ بلکہ بطورِ اسباب کے کی جائے تو کفر لغوی (یعنی کفرانِ نعمت وخدا کی ناشکری) مراد ہوگا۔ (نعمت المنعم: ج/۱، ص/۲۹۸)

سوال: (۳۵)، صفحہ: (۶۱)

(ششماہی امتحان ۱۴۳۳ھ/۱۴۴۰ھ)

عَنْ أَبِي سُفْيَانَ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرًا يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلَاةِ.

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) حدیث پاک کا مطلب واضح کرنے کے بعد بتلائیں کہ جو تارکِ صلوٰۃ وجوبِ صلوٰۃ کا منکر ہوتو اس کا کیا حکم ہے؟ اور جو وجوب کا قائل ہو؛ مگر کسل اور سستی کی وجہ سے ترک کرتا ہو اس کا کیا حکم ہے؟ اگر کوئی اختلاف ہو تو تحریر کریں۔

(ج) "بین" سے پہلے کیا محذوف ہے؟ اس کو ظاہر کرکے مطلب لکھیں۔

(د) ترکِ صلوٰۃ کے کفر ہونے کے سلسلہ میں ائمہ کے مذاہب بیان کریں، اور کفر کی مراد دلیل کے ساتھ واضح کریں۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آدمی کو کفر وشرک سے ملانے والی (اور خط امتیاز ختم کرنے والی) چیز نماز کا چھوڑنا ہے۔

(ب) تشریح:

آدمی کے ایمان وایقان، اظہارِ عجز وبندگی وحدانیت کا عملی ثبوت اور کفر وشرک سے عملاً بیزاری کا اعلان سب سے بڑھ کر نماز کے ذریعہ ہوتا ہے، اس لیے شرعاً اس کی حیثیت اظہارِ ایمان کی بنیاد کی سی ہوگئی، اور یہی اسلام وکفر کے درمیان امتیاز کا نشان قرار پائی؛ چناں چہ دورِ صحابہؓ میں کفر واسلام کے درمیان امتیاز کی علامت نماز ہی شمار ہوتی تھی۔

(تفہیم المسلم: جزء ر ۴، ص ر ۳۰)

حدیث میں بین سے پہلے وصلۃ محذوف ہے اور اب عبارت یہ ہوگی کہ ان الوصلة بين الرجل وبين الكفر ترك الصلوٰة اور اب مطلب یہ ہوگا کہ آدمی کے کفر اور ایمان کے درمیان نماز حائل ہے، نماز پڑھنا کافر ہونے سے بچالیتا ہے اور نماز چھوڑنا کافر بنا دیتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تارکِ صلوٰۃ کا حکم:

(۱) ترکِ صلوٰۃ اگر انکار کی وجہ سے ہو تو یہ باتفاق علماء کفر ہے۔

(۲) اور اگر اس کے واجب ہونے کا اعتقاد ہو؛ مگر تکاسل وسستی کی بنا پر ترک کر رہا ہو تو اس کے کفر میں علماء کا اختلاف ہے۔

(۱) امام احمدؒ کا مشہور مسلک اور مفتیٰ بہ قول یہ ہے کہ تارکِ صلووۃ کافر ہو جاتا ہے۔

(۲) ائمہ ثلاثہ اور ایک روایت امام احمدؒ کی بھی یہ ہے کہ تارکِ صلوٰۃ کافر نہیں ہوگا؛ بلکہ ترکِ صلوٰۃ گناہِ کبیرہ ہے، ابن قدامہ نے فرمایا ہے: هٰذا قول أكثر الفقهاء وقول أبي حنيفة ومالك والشافعي.

دلیل امام احمدؒ: (۱) حدیثِ باب ہے۔

(۲) عن أنس عن النبي ﷺ من ترك الصلوٰة متعمّدًا فقد كفر جهارًا.

دلیل ائمہ ثلاثہؒ: (۱) قوله تعالیٰ: ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾

(۲) قوله عليه السلام: من قال لا إله إلّا اللّٰه دخل الجنة.

(۳) قوله عليه السلام: حرّم اللّٰه على النار من قال لا إله إلّا اللّٰه.

(نعمت المنعم: ص/۳۰۵)

(ج) ''بین'' سے پہلے کیا محذوف ہے؟

بينه وبين الشرك أي الذي يمنع من كفره كونه لم يترك الصلوٰة فإذا تركها لم يبق بينه وبين الشرك حائل بل دخل فيه. (نووی: ص/۶۱)

حدیث میں بَیْنَ سے پہلے وصلۃ محذوف ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال: (۳۶)، صفحہ: (۶۵)

(ششماہی امتحان ۱۴۳۲ھ/۱۴۳۸/۱۴۳۹ھ)

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ. قَالَ رَجُلٌ إِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ أَنْ يَكُوْنَ ثَوْبُهٗ حَسَنًا وَنَعْلُهٗ حَسَنَةً قَالَ "إِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ اَلْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ".

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) مطلب بیان کرتے ہوئے "لا يدخل" کی وضاحت کریں۔

(ج) اسی طرح کبر کا مفہوم جس کی بنا پر آدمی جنت میں نہیں جاسکتا ہے، واضح طور پر تحریر کریں۔

(د) کبر کی تعریف اور اس کے اقسام بیان کریں، اور بتائیں کہ کون سا کبر ہے، جس کی بنا پر آدمی جنت میں داخل نہیں ہوسکتا؟

(ہ) کبر کی تعریف کریں، پھر کبر کی وجہ سے دخولِ جنت کی نفی کا مطلب واضح کریں۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے دل میں ایک رائی کے دانے کے برابر بھی کبر ہوگا وہ جنت میں نہ جائے گا، اس پر ایک آدمی بول اُٹھا آدمی چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں اور اس کے جوتے اچھے ہوں، فرمایا: اللہ تعالیٰ اچھا ہے اور اچھائی کو پسند کرتا ہے، تکبر تو حق کی طرف سے منہ موڑنے اور لوگوں کے حقیر سمجھنے کو کہتے ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) تشریح:

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ اس حدیث کی تشریح مظاہر حق میں کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے صاف طور پر یہ بات معلوم ہوگئی کہ ایمان و تکبر کبھی جمع نہیں ہوسکتے، اور یہ مسئلہ بھی سمجھ میں آ گیا کہ کبر و نخوت ساری برائیوں کی جڑ ہے، تکبر کے معنی ہیں اپنے آپ کو بڑا سمجھنا، اور یہ خیال کرنا کہ میرے آگے دوسرا شخص کوئی چیز نہیں جس دل میں یہ خبط سمایا ہوا ہو ظاہر ہے کہ وہ نہ اللہ کو مانے گا اور نہ رسول کو کچھ سمجھے گا وہ تو یہی کہے گا کہ جو کچھ ہوں میں ہی ہوں، نیز آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تکبر اور نفاست کے فرق کو واضح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ نفیس چیزوں کو پسند کرنا تو پاکیزگی کی علامت ہے، اللہ خود جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے، لہٰذا خوشنما و خوبصورت چیزوں کو پسند کرنا برا کیسے ہوسکتا ہے۔ (تفہیم المسلم: جز ۴، ص ۵۴)

"لا یدخل" کی وضاحت:

(۱) اس سے مراد یہ ہے کہ اوّل وہلہ میں داخل نہ ہوگا "لا یدخلها مع المتقین اوّل وهلة". (نووی: ص ۶۶)

(ج) کبر کا مفہوم:

(۱) یہاں تکبر سے مراد اگر تکبر عن الایمان ہے، تو ایسا شخص جو دولتِ ایمان سے محروم ہو اور اسی پر اس کا خاتمہ ہو تو وہ کبھی جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

(۲) یا مراد اس سے یہ ہے کہ جنت میں داخل ہونے کے وقت اس کا قلب کبر سے خالی ہوگا، ارشادِ ربانی ہے: ﴿وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غِلٍّ إلخ﴾

(تفہیم المسلم: جز ۴، ص ۵۷)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(د) کبر کی تعریف اور اس کے اقسام:

کبر کی تعریف: کبر نام ہے کسی کمالِ دنیوی یا دینی میں اپنے کو بااختیار اور خود کو دوسرے سے اس طرح بڑا سمجھنا کہ دوسروں کو حقیر سمجھے۔

کبر کی قسمیں:

کبر کی دو قسمیں ہیں: (۱) ادنیٰ (۲) اعلیٰ

ادنیٰ: کبر کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ آدمی اپنے سوا دوسری خلقِ خدا کو حقیر سمجھے۔

اعلیٰ: کبر کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ آدمی اللہ سے بھی اپنے آپ کو بڑا سمجھنے لگے، اور اس کی صورت یہ ہے کہ حق کو قبول کرنے سے انکار کردے۔ (نفع المسلم: ج/۱، ص/۲۸۰)

اور وہ کبر جس کی بناء پر آدمی جنت میں داخل نہیں ہوگا اس کی وضاحت (ج) کے تحت دیکھیں۔

(ہ): اِس جز کا مکمل جواب (ج)، (د) کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

سوال: (۳۷)، صفحہ: (۷۵)

(ششماہی امتحان ۱۴۳۰ھ/ ۱۴۳۵ھ/ ۱۴۴۰ھ)

عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ قَالَ قُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ! أَنُؤَاخَذُ بِمَاعَمِلْنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ قَالَ: مَنْ أَحْسَنَ فِي الْإِسْلَامِ لَمْ يُؤَاخَذْ بِمَاعَمِلَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَمَنْ أَسَاءَ فِي الْإِسْلَامِ أُخِذَ بِالْأَوَّلِ وَالْآخِرِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب) مطلب لکھتے ہوئے احسان اور اساءت کی وضاحت کیجیے، أخذ بالأول والآخر کا مصداق متعین کیجیے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج) احسان فی الاسلام اور اساءت فی الاسلام کے دو مفہوم بیان کیے جاتے ہیں، دونوں مفہوموں کے اعتبار سے حدیث کا مطلب تحریر کریں۔

(د) امام احمدؒ کے برخلاف جمہور جو مفہوم مراد لیتے ہیں اس کی تائید درج ذیل نصوص سے ہوتی ہے، آپ ان نصوص کی روشنی میں جمہور کے بیان کردہ مفہوم کو وضاحت سے لکھیں ''الإسلام یهدم ماکان قبله''، ﴿إِن يَنتَهُوا يُغْفَرْ لَهُم مَّا قَدْ سَلَفَ﴾، ﴿إِلَّا مَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ﴾۔

(ہ) اور حدیثِ صحیح الإسلام یهدم ماکان قبله کو پیشِ نظر رکھ کر حدیث کی تشریح کیجیے، نیز بتائیں کہ احسان فی الاسلام اور اساءت فی الاسلام سے کیا مراد ہے؟

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا ہم سے ان کاموں کے متعلق باز پرس ہوگی جو ہم سے دورِ جاہلیت میں سرزد ہو چکے ہیں، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو صدقِ دل سے دائرۂ اسلام میں داخل ہوا، اس سے زمانۂ جاہلیت کے کاموں کی پوچھ گچھ نہ ہوگی، اور جس نے صدقِ دل سے اسلام قبول نہیں کیا (بلکہ صرف دکھاوے کے لیے مسلمان ہوا) اس سے زمانۂ جاہلیت (قبول از اسلام) کے کاموں کی بھی باز پرس ہوگی اور زمانۂ اسلام کے کاموں کی بھی۔

(ب) تشریح:

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ طبقۂ محققین کے نزدیک ﴿''من أحسن منکم في

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الإسلام ''سے مراد یہ ہے کہ ظاہر و باطن دونوں طرح دائرۂ اسلام میں داخل اور صحیح معنیٰ میں حقیقی مسلمان ہوتو اس طرح قبولِ اسلام سے قرآنِ کریم اور احادیثِ صحیحہ کی تصریح کے مطابق زمانۂ کفر کے سارے گناہ معاف ہوجائیں گے، حدیث شریف میں ہے کہ الإسلام یهدم ماکان قبله. اسلام زمانۂ کفر کے گناہوں کو ختم کردیتا ہے، مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے۔

حدیث میں جو ''أساء'' آیا ہے اس اسات سے مراد یہ ہے کہ قلباً تو مسلمان نہ ہو، صرف ظاہری طور پر خود کو مطیع و مسلمان ظاہر کرے، تو ایسا شخص دراصل منافق ہے، اور اجماعِ مسلمین کے مطابق اسے اپنے کفر پر باقی رہنے والا قرار دیا جائے گا، اور اس سے ظاہری طور پر مسلمان ہونے سے قبل اور ظاہری طور پر، مسلمان ہونے کے بعد دونوں زمانہ کے گناہوں کا مؤاخذہ ہوگا۔ (نووی: ص ر ۷۵)

احسان فی الاسلام واساءت فی الاسلام کی مراد:

احسان: المراد بالإحسان هنا الدخول في الإسلام بالظاهر والباطن جميعا وأن يكون مسلما حقيقيا فهذا يغفرله ماقد سلف. بنص القرآن والحديث الصحيح و بإجماع المسلمين. (نووی: ص ر ۷۵)

اساءت: المراد بالأساءة عدم الدخول في الإسلام بقلبه بل يكون منقادًا في الظاهر، مُظهِراً للشهادتين غيرمعتقد للإسلام بقلبه فهذا منافق باق على كفره بإجماع المسلمين. (نووی: ص ر ۷۵)

اس کی مزید وضاحت تشریح کے تحت گزر چکی ہے۔

أخذ بالأوّل والأخر کا مصداق:

الأوّل: سے مراد اسلام ظاہر کرنے سے پہلے کی حالت ہے۔

والأخر: سے مراد اسلام ظاہر کرنے کے بعد کی حالت ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج) حدیث کی تشریح دونوں مفہوموں کے اعتبار سے:

اس حدیث شریف کی تشریح میں اختلاف ہوگیا ہے: (۱) چنانچہ امام احمدؒ کے یہاں اسلام مثل توبہ کے ہے، جس طرح توبہ میں جس گناہ سے توبہ کرے وہی معاف ہوگا، اسی طرح اسلام کفر سے توبہ ہے، جس کی وجہ سے اسلام سے کفر معاف ہوگا، زمانۂ جاہلیت میں کفر کے سوا دیگر جو گناہ کرتا تھا، اگر ان سے توبہ نہیں کی اور زمانۂ اسلام میں بھی ان کو کر رہا ہے تو کفر کے زمانہ کے معاصی کا بھی اس کو گناہ ہوگا۔

(۲) جمہور علماء ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ''من أحسن في الإسلام'' کا مطلب یہ ہے کہ انسان بہترین طریقہ سے اسلام قبول کرے، یعنی ظاہراً وباطناً دونوں طرح، اس طرح قبولِ اسلام سے قرآنِ کریم ﴿إِن يَنتَهُوا يُغْفَرْ لَهُم مَّا قَدْ سَلَفَ﴾ اور ﴿إِلَّا مَن تَابَ وَآمَنَ إلخ﴾ اور حدیث ''الإسلام يهدم ماكان قبله'' کی تصریح کے مطابق زمانۂ کفر کے سارے گناہ معاف ہوجائیں گے۔ (نعمت المنعم: ج/۱، ص/۳۳۲)

(د): اس جزء کا مکمل جواب (ج) کے تحت دیکھیں۔

(ہ): اس جزء کا بھی مکمل جواب (ج) کے تحت ہی دیکھیں۔

سوال: (۳۸)، صفحہ: (۷٦)

(ششماہی امتحان ۱۴۳۸ھ)

أَنَّ حَكِيمَ بْنَ حِزَامٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ قَالَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَأَيْتَ أُمُورًا كُنْتُ أَتَحَنَّثُ بِهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ هَلْ لِي فِيهَا مِنْ شَيْءٍ؟ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْلَمْتَ عَلَى مَا أَسْلَفْتَ مِنْ خَيْرٍ

(الف) عراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) کیا ہر طرح کے اُمور میں اجر کا وعدہ ہے یا خاص طرح کے اُمور ہیں؟ اس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حدیث میں ''من صدقة، أو عتاقة، أو صلة رحم'' کا جو ذکر آیا ہے اس کی روشنی میں ان اُمور کی تعیین کریں۔

(ج) اور اگر کافر ہے تو ان اُمور پر کس طرح کا ثواب ملے گا؟ تحریر کریں۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت حکیم بن حزامؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میرے وہ نیک کام جو میں زمانۂ جاہلیت میں کیا کرتا تھا کیا ان پر مجھے اجر ملے گا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: جتنی نیکیاں پہلے کر چکے ہو ان کے ساتھ ہی مسلمان ہوئے ہو۔

(ب) اجر کا وعدہ کن اُمور پر ہے؟

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کافر جب اسلام قبول کرلے اور اس کا اسلام اچھا رہے تو اللہ تعالیٰ اس کے زمانۂ کفر کی ہر نیکی کو لکھیں گے، مثلاً صدقہ، اعتاقِ عبد اور صلہ رحمی وغیرہ۔

اور حدیث عائشہؓ میں ہے ابن جدعان کا غریبوں کو کھانا کھلانا اور دیگر نیک اعمال اس وقت مفید ہوتے جب وہ ایمان لاتے۔

اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ اسلام سے پہلے کی طاعات و حسنات کو اللہ تعالیٰ موقوف رکھتے ہیں، ایمان لاتا ہے تو ان کا ثواب عطا فرماتے ہیں، اور اگر ایمان نہیں لاتا تو ﴿لَا نُقِيْمُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا﴾ کا مصداق ہوگا۔ (ایضاح المسلم: ج۱، ص۳۲۶)

(ج) اور اگر کافر ہے تو ان اُمور پر کس طرح کا ثواب ملے گا؟

اگر کافر داخلِ اسلام نہیں ہوا اور اس نے نیک کام کیے ہیں تو اس کی نیکیوں کا اس کو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دنیا ہی میں ثواب عطا کر دیا جائے گا، آخرت میں اس کے وہ نیک اعمال مفید نہ ہوں گے اور یہ مفید نہ ہونا اس معنی کر ہے کہ ان اعمال کی بدولت جہنم سے چھٹکارا نہیں ملے گا، رہی بات تخفیفِ عذاب کی، تو اس معنی کر کافر کے نیک اعمال آخرت میں مفید ہوں گے۔

(ایضاح المسلم: ج/۱، ص/۲۲۷)

سوال: (۳۹)، صفحہ: (۷۷)

(ششماہی امتحان ۱۴۳۵ھ)

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ "اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ" (الآية) شَقَّ ذٰلِكَ عَلٰى اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَقَالُوْا: أَيُّنَا لَايَظْلِمُ نَفْسَهٗ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيْسَ هُوَ كَمَا تَظُنُّوْنَ إِنَّمَا هُوَ كَمَا قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهٖ يٰبُنَيَّ لَاتُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) تشریح کرتے ہوئے بتائیں کہ صحابہ کرام کیا گمان کرتے تھے؟ اور ان کے گمان کی وجہ کیا تھی؟ آں حضور ﷺ نے اس اشکال کو کس طرح دفع فرمایا؟ اس کی تقریر علماء دو طرح کرتے ہیں آپ دونوں تقریر لکھیں اور دونوں میں فرق بھی واضح کریں۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت قرآنی ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الخ﴾ (جو لوگ ایمان لائے، انہوں نے اپنے ایمان میں کسی قسم کا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ظلم شامل نہیں کیا) نازل ہوئی تو آپ کے صحابہؓ کو پریشانی لاحق ہوئی، اور انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! بھلا ہم میں کون ایسا شخص ہوگا؟ جس نے اپنے اوپر ظلم (گناہ) نہ کیا ہو، آپ نے فرمایا: یہاں ظلم سے مراد وہ ظلم مراد نہیں، جیسا کہ تم لوگوں کا خیال ہے، یہاں تو ظلم سے مراد وہ ظلم ہے، جو حضرت لقمان نے اپنے فرزند سے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا: کہ اے ولد عزیز! دیکھو شرک نہ کرنا؛ کیونکہ یہ بہت بڑا ظلم ہے۔

(ب) تشریح:

ظلم کے دراصل معنیٰ یہ ہیں کہ ایک چیز کو اس کے اصل مقام سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھ دینا، صحابہ کرامؓ ظلم کو عموم پر محمول کر رہے تھے، اور اس آیت کا نزول ان پر شاق گزر رہا تھا، اس کی وجہ علّامہ خطابی نے یہ بیان فرمائی ہے کہ لفظ ''ظلم'' اگرچہ عام ہے صغائر و کبائر، شرک و نفاق اور گناہ و معصیت سب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے؛ مگر دورِ اوّل میں اس کا اطلاق گناہ و معصیت ہی پر ہوتا تھا، اور کفر و شرک کو اتنا بڑا سمجھا جاتا تھا کہ اس پر لفظ ''ظلم'' کا اطلاق ہوتا ہی نہ تھا؛ اس لیے صحابہ کرامؓ نے اس آیت کے متعارف معنیٰ سمجھے اور یہ خیال کیا کہ معصیت سے بالکلیہ اجتناب تو انبیاء کا خاصہ ہے، اور ہم میں سے تو ہر شخص سے کچھ نہ کچھ گناہ سرزد ہو ہی جاتا ہے۔ (ایضاح المسلم: ج ۱/ ص ۳۳۱)

اشکال کا دفعیہ:

تقریرِ اوّل: اس کی مشہور تقریر یہ ہے کہ نکرہ تحت النفی عموم کا فائدہ دینے میں ظاہر ہے نص نہیں ہے، جب یہاں پر عموم بحسبِ ظاہر ہے تو قرینہ کی بنیاد پر اس میں تخصیص ہو سکتی ہے۔

پہلا قرینہ: بظلمٍ کی تنوین تعظیم کے لیے ہے، اور اس سے مراد ''کفر'' ہے؛ کیوں کہ کفر اکبر الکبائر ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دوسرا قرینہ: ''لَمْ يَلْبِسُوْا'' ہے، اس سے مراد خلط ملط ہونا ہے اور ایمان کے ساتھ ظلم کا خلط ملط اس وقت ہوگا جب دونوں کا محل ایک ہو؛ چوں کہ ایمان کا محل قلب ہے، لہٰذا اس طرح کے ظلم سے خلط ملط ہوگا جس کا محل قلب ہو، اور ایسا ظلم کفر و شرک ہے، نہ کہ ہر معصیت؛ کیوں کہ معصیت کا محل تو اعضاء و جوارح ہے۔

دوسری تقریر: اکثر حضرات یہی تفسیر کرتے ہیں کہ ایمان سے ایمان شرعی نہیں؛ بلکہ ایمان لغوی مراد ہے، یعنی اللہ پر ایمان رکھتے ہیں؛ مگر توحید کے قائل نہیں ہیں۔ مایؤمن أکثرھم باللہ إلا وھم مشرکون. مشرکین کا اپنے بارے میں یہی گمان تھا، کہ ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور دیگر دیوی دیوتاؤں کی پوجا تو اسی ایمان باللہ کی تکمیل ہے، ﴿وَمَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾ اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ جنھوں نے اپنی تصدیق و ایمان میں کسی طرح کی کوئی کمی نہیں کی ہے، اگر ان کے اس ایمان و تصدیق میں ذرا بھی کمی و تقصیر ہوگی تو ان کو امن و نجات و ہدایت حاصل نہیں ہوگی، اس صورت میں ''ظلم'' سے مراد شرک ہوا، اور شرک جس طرح کا بھی ہو آدمی کو کافر و مشرک بنا دیتا ہے۔ اِس تقریر سے معلوم ہوا کہ صحابہؓ کے اشکال ہونے کی وجہ یہ ہوئی کہ انہوں نے ایمان سے ایمانِ شرعی سمجھا، جب کہ یہاں ایمان سے لغوی ایمان مراد ہے۔

(نعمت المنعم: ج/۱، ص/۳۳۸-۳۳۹)

سوال: (۴۰)، صفحہ: (۸۶)

(ششماہی امتحان ۱۴۳۶)

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَامِنَ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّاقَدْ أُعْطِيَ مِنَ الْأٰيَاتِ مَامِثْلُهٗ اٰمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ، وَإِنَّمَا كَانَ الَّذِيْ أُوْتِيْتُ وَحْيًا أَوْحَى اللّٰهُ إِلَيَّ، فَأَرْجُوْ أَنْ أَكُوْنَ أَكْثَرَهُمْ تَابِعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) ''من الآیات ما مثله'' میں مثل سے کیا مراد ہے؟ اس کی وضاحت کر کے حدیث کا مطلب لکھیں، ''أوحی الله إلی'' سے کیا مراد ہے جس پر آپ ﷺ نے ''فأرجو أن أكون الخ'' کو متفرع فرمایا ہے، جبکہ وحی تو ہر ایک نبی پر آتی ہے۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ ہر نبی کو ایسے معجزے ملے جو اس سے قبل دوسرے انبیاء کو بھی اس کے مانند مل چکے تھے، پھر لوگ اس پر ایمان لائے، اور مجھ کو عطا کیے جانے والا معجزہ قرآن ہے، (کہ اور کوئی نبی اس معجزہ میں شریک نہیں کہ اس جیسا معجزہ اسے ملا ہو) پس مجھے اُمید ہے کہ میرے متبعین کی تعداد قیامت کے دن دوسرے انبیاء کے متبعین کی بنسبت زیادہ ہوگی۔

(ب) ''ما مثله'' کی مراد:

ہر نبی کا وہ معجزہ مراد ہے جس کی شان یہ تھی کہ جو کوئی اس کا مشاہدہ کرے وہ اس پر ضرور ایمان لائے، اگر کوئی مشاہدہ کے باوجود انکار کرتا ہے تو اس کا انکار محض عناد کی بنا پر ہوتا ہے، ﴿وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا (الأية)﴾

(نعمت المنعم: ج ۱، ص ۳۷۲)

''أوحی الله إليه'' کی مراد:

اس سے مراد ایسی وحی ہے جو آپ ﷺ کے ساتھ خاص ہو، اور ایسی وحی قرآن ہے؛ اس لیے اس سے مراد قرآن ہے۔ (نعمت المنعم: ج ۱، ص ۳۷۲)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال: (۴۱)، صفحہ: (۸۶)

(ششماہی امتحان ۱۴۳۹ھ)

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ثَلٰثَةٌ يُؤْتُوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ إلخ ثُمَّ اعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا فَلَهُ أَجْرَانِ.

الجواب

اس سوال کا مکمل جواب سوال نمبر ۷۶ کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

○❖○

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دار العلوم دیوبند کے ششماہی اور سالانہ پرچہ سوالات کا بحوالہ بہترین حل

تحفۃ المسلم

لحلّ اسئلۃ

الصحیح لمسلم

تائید و توثیق

نمونۂ اسلاف، شیخ طریقت، حضرت اقدس مولانا

محمد اسجد صاحب قاسمی مدظلہ

استاذ حدیث دار العلوم محمدیہ میل کھیڑلا بھرت پور راجستھان

از

عبد القیوم میواتی
متعلم دار العلوم دیوبند

محمد اکرام میواتی
متعلم دار العلوم دیوبند

باہتمام

مولوی محمد ایوب علی

مکتبۃ الیاسیۃ میوات

9813796840, 9050946826

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مسلم شریف جلد ثانی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سوال: (۱)، صفحہ: (۳)

(سالانہ امتحان ۱۴۲۱ھ/۱۴۳۲ھ)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ لَايُتَلَقَّى الرُّكْبَانُ لِبَيْعٍ، وَلَايَبِيْعُ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَيْعِ بَعْضٍ وَلَاتَنَاجَشُوْا وَلَايَبِعْ حَاضِرٌ لِبَادٍ وَلَاتُصَرُّوْا الْإِبِلَ وَالْغَنَمَ. فَمَنِ ابْتَاعَهَا بَعْدَ ذٰلِكَ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَعْدَ أَنْ يَحْلِبَهَا فَإِنْ رَضِيَهَا أَمْسَكَهَا، وَإِنْ سَخِطَهَا رَدَّهَا وَصَاعًا مِّنْ تَمْرٍ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔

(ب) ہر ہر جزء کی الگ الگ تشریح کیجیے۔

(ج) بتائیے کہ تلقی رکبان کی ممانعت کی وجہ کیا ہے؟ نیز ''تصرية الابل والغنم'' کا مفہوم بھی واضح کیجیے۔

(د) تصریہ کا مفہوم لغوی بیان کر کے مرادی معنی لکھیں، تصریہ ابل و غنم کے ساتھ خاص ہے، یا بقر کو بھی شامل ہے، اگر شامل ہے تو نص سے یا ان دونوں پر قیاس کے ذریعہ؟

(ہ) مصراۃ جانور کو خریدنے پر حدیث میں جو اختیار دیا گیا، اس خیار کا نام تحریر کر کے اس خیار کے بارے میں ائمہ کے مذاہب نقل کریں، اگر یہ حدیث احناف کے خلاف ہو تو ان کی طرف سے اس کی قابلِ قبول توجیہات تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تجارتی قافلہ سے شہر سے نکل کر ملاقات نہ کی جائے، اور تم میں سے بعض بعض کی بیع پر بیع نہ کریں، اور نجش مت کرو، اور کوئی شہری دیہاتی کے لیے نہ فروخت کرے۔ بکرا اور اونٹنی کے تھن میں دودھ کو مت روکے رکھو، پس جو شخص (اس جانور کو جس کے تھن میں دودھ روکا گیا ہو) کو خریدے تو خریدنے والے کو اختیار ہے، دونوں میں سے جو بھلا معلوم ہو دودھ دوہنے کے بعد، پس جو شخص اس سے راضی ہو تو وہ اس کو رکھ لے اور اگر اس سے راضی نہ ہو تو واپس کردے اور ایک صاع کھجور دے یعنی دودھ کے بدلے۔

(ب) تشریح:

تلقی کے معنی ملنے اور ملاقات کرنے کے آتے ہیں اور یہ یہاں تلقی بمعنی استقبال ہے۔ ''لایتلقّی الرکبان'' رکبان راکب کی جمع ہے، راکب اونٹ سوار کو کہتے ہیں، عام طور سے اس زمانہ میں غلّہ وغیرہ اونٹوں پر لاد کر لایا جاتا تھا، غلّہ لانے والے تجارتی قافلہ کو حدیث میں رکبان سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ باہر سے مال فروخت کرنے کے لیے آتے ہیں، شہر میں پہنچنے سے پہلے مال خریدنے کے لیے ان کا استقبال نہ کیا جائے۔

زمانۂ جاہلیت میں جب کوئی سوداگر کسی شہر میں غلّہ لے کر جاتا تو شہر والے ایک دو میل آگے نکل کر اس کو دھوکہ دیتے کہ آج کل بھاؤ گرا ہوا ہے، اس حیلہ سے مال خرید لیتے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمادیا، اس فعل کو اصطلاح میں تلقی جلب کہا جاتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تلقی جلب کا حکم:

امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک شہر سے باہر جا کر ان سے سامان خریدنا مطلقاً ممنوع ہے؛ مگر بیع درست ہوگی اور گناہ لازم ہوگا۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قحط سالی ہو اور اس سامان کی کمیابی ہو جس کی وجہ سے لوگوں کو نقصان اور ضرر پہنچ رہا ہو تو یہ ممنوع اور گناہ ہے۔

اور اگر لوگوں کو اس سے ضرر اور نقصان نہیں ہے، تو ایسی صورت میں ممنوع نہیں ہے، ہاں! اگر قافلہ والوں کو دھوکہ دیا، اور بھاؤ غلط بتایا، جس سے غبن فاحش ہوگیا تو اس دھوکہ دینے کی وجہ سے اس قافلہ والوں کو خیار ہوگا۔ (نعمت المنعم: ج/۲، ص/۲۴-۲۵)

ولایبیع بعضکم علی بیع بعض: کی صورت یہ ہے کہ بائع اور مشتری کسی معین ثمن پر راضی ہو گئے، صرف لینا دینا باقی ہے، اس پر ایک دوسرا شخص آ کر مشتری سے کہتا ہے کہ میں اس قسم کا مال اس سے کم قیمت میں تجھے دوں گا، یا اس دام میں اس سے اچھا مال دوں گا، تو ظاہر بات ہے کہ اس میں صاحبِ مال کو ضرر ہوگا، بنابریں یہ مکروہ ہے۔ (نووی: ج/۲، ص/۳، المعلم: ص/۹)

لاتناجشوا: نجش بفتح النون وسکون الجیم ویجوز فتح الجیم ایضاً بمعنیٰ اُبھارنا، برانگیختہ کرنا، بولا جاتا ہے: نجشت الصید۔

اصطلاحی تعریف: أن یزید الرجل في ثمن السلعۃ لالرغبۃٍ في شرائعھا بل لیخدع غیرہ. یعنی مبیع کی قیمت میں خواہ مخواہ اضافہ کرنا، تاکہ دوسرا دھوکہ کھائے اور اس کو زیادہ قیمت پر خریدے، خود لینے کا ارادہ نہ ہو، دوسرے کی رغبت کو خواہ مخواہ برانگیختہ کرکے اس کے ثمن کو بڑھوانا؛ مگر یہ کراہت اس وقت ہے جب مشتری نے اس کی واقعی قیمت لگادی ہو، اور اگر واقعی قیمت سے کم قیمت لگائی ہو، اور ناجش نے قیمت بڑھا کر لگادی تو یہ نجش ممنوع نہیں ہے۔ (نعمت المنعم: ج/۲، ص/۲۳)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حکم النجش: نجش بالاتفاق حرام ہے، اگر ناجش نے یہ کام اپنی طرف سے کیا ہے اور نہ بائع کو اس کا علم اور نہ اس نے حکم دیا تو گناہ صرف ناجش کو ہوگا، اور اگر دونوں کی موافقت سے نجش ہوا تو دونوں گنہگار ہوں گے؛ البتہ اگر ایسا ہو کہ بائع اپنی مبیع میں دھوکا کھالیتا ہے، لوگ اس کے مال کو اس کی قیمت سے کم دے کر لے لیتے ہیں، تو اس صورت میں اس قدر نجش کرنا جائز ہے کہ یہ مال اپنی اصل قیمت کو پہنچ جائے؛ بلکہ اس وقت یہ نجش کرنے والا عنداللہ ماجور ہوگا؛ کیوں کہ اس نے دوسرے کے نقصان کے بغیر اپنے ایک مسلمان بھائی کو فائدہ پہنچایا ہے۔ (المعلم: ص/۱۱)

حکم البيع المنعقد بطريق النجش:

جو بیع نجش کے طریقے سے منعقد ہو یہ بیع احناف وشوافع کے نزدیک صحیح ہوگی، اگرچہ نجش کی وجہ سے گناہ ہوگا؛ لیکن اہلِ ظواہر کے نزدیک یہ بیع باطل ہے، یہی امام مالکؒ اور امام احمدؒ سے ایک روایت ہے؛ لیکن احناف کے نزدیک غبنِ فاحش کی صورت میں مشتری کو خیارِ فسخ حاصل ہوگا؛ البتہ گناہ ختم کرنے کے لیے اس قسم کی بیع کا فسخ کرنا دیانۃً واجب ہے۔ (المعلم: ص/۱۱)

وَلَا يَبِعْ حَاضِرٌ لِبَادٍ: دیہاتی آدمی شہر میں اپنا مال لے کر آتا ہے، کہ آج کے بھاؤ سے بیچ کر چلا جائے تو کوئی شہری آدمی اس کے پاس آکر کہے میں تم سے زیادہ جاننے والا ہوں، لہٰذا یہ مال اب مت بیچو؛ بلکہ میرے پاس چھوڑ کر چلے جاؤ، میں اس کو آہستہ آہستہ زائد قیمت میں فروخت کروں گا۔

حکم: جمہور کے نزدیک یہ مطلقاً مکروہ ہے حدیثِ مذکور کی بنا پر۔

اور احناف کے نزدیک اگر اس سے شہر والوں کو نقصان پہنچے تو مکروہ ہے؛ ورنہ بلا کراہت جائز ہے۔ (المعلم: ص/۱۲)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لاتصروا الإبل والغنم:

اِس جزء کی مکمل تشریح سوال نمبر ۲ کے تحت آرہی ہے۔

(ج): تلقی رکبان کے ممانعت کی وجہ:

کیوں کہ ایسا کرنا قحط سالی کی وجہ سے اہلِ شہر کے لیے ضرر کا سبب اور قافلہ والوں کے لیے ناواقفیت کی وجہ سے غرر کا سبب ہوتا ہے۔ اور تصریۃ الابل والغنم کا مفہوم سوال نمبر ۲ کے تحت آرہا ہے۔

(د): اِس جزء کا مکمل جواب سوال نمبر ۲ کے تحت دیکھیں۔

(ہ): مصراۃ جانور خریدنے پر جو خیار ملتا ہے اس کو خیارِ رَد کہتے ہیں۔ (درسِ ترمذی: ج/۱، ص/۱۷۱) اور ائمہ کے مذاہب سوال نمبر ۲ کے تحت دیکھیں۔

سوال: (۲)، صفحہ: (۴)

(سالانہ امتحان ۱۴۲۶ھ/ ۱۴۳۰ھ/ ۱۴۳۴ھ)

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ ابْتَاعَ شَاةً مُصَرَّاةً فَهُوَ فِيْهَا بِالْخِيَارِ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ اِنْ شَاءَ اَمْسَكَهَا وَاِنْ شَاءَ رَدَّهَا وَرَدَّ مَعَهَا صَاعًا مِنْ تَمْرٍ

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) شاۃِ مصراۃ سے کیا مراد ہے؟ زیر بحث مسئلہ میں ائمہ ثلاثہؒ اور جمہور کا مسلک تحریر کرتے ہوئے طرفینؒ کا مسلک لکھیے، اور بتایئے کہ حدیث کس کے مسلک کے موافق ہے؟ اور کس کے خلاف ہے؟ اگر طرفینؒ کے خلاف ہے تو حدیث کی ان کی جانب سے توجیہ کیجیے، نیز حضرات طرفینؒ اپنے مسلک کے کیا دلائل دیتے ہیں؟ تحریر کریں۔

(ج) مصراۃ کے لغوی معنی بیان کرنے کے بعد بتلائیں کہ یہ حکم شاۃ کے ساتھ خاص

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے، یا اس میں بقرہ ناقہ داخل ہیں، حدیث میں بقرہ کا لفظ آیا ہے یا نہیں؟

(د) واپسی کی صورت میں اس حدیث کے مطابق ائمہ ثلاثہ کا عمل کیا ہے؟ امام ابوحنیفہؒ کا کیا قول ہے؟ اس کی تشریح کریں، اور ان کی طرف سے اس حدیث کا کیا کیا جواب دیا جاتا ہے؟ تحریر کریں۔

(ہ) مصراۃ کس کو کہتے ہیں؟ اس کو فروخت کرنے کے بعد واپسی کی صورت میں اس کے ساتھ مزید صاع تمر واپس کرنے کے سلسلہ میں ائمہ کا کیا اختلاف ہے تحریر کریں؟

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے تصریہ کی ہوئی بکری خریدی تو اس کو تین دن کا اختیار ہے، پس اگر اس کو پسند آجائے تو بکری کو رکھ لے، ورنہ بکری کو واپس کر دے، اور اس کے ساتھ ایک صاع کھجور بھی (واپس کرے)۔

(ب) شاۃ مصراۃ سے کیا مراد ہے؟

''مصراۃ'' صیغہ اسم مفعول ہے، اور ''تصریۃ'' سے ماخوذ ہے، مصراۃ: اُس بکری یا اونٹنی کو کہا جاتا ہے جس کا مالک چند روز تک اس کا دودھ نہ دوہے؛ بلکہ تھنوں میں رہنے دے، تاکہ تھن دودھ سے لبریز نظر آئیں اور خریدار کو اس بکری یا اونٹنی خریدنے میں رغبت ہو، اس فعل کو تصریہ اور اس بکری کو ''مصراۃ'' کہا جاتا ہے۔ (تفہیم المسلم: ج/۲، ص/۵۸۶)

قوله (شاة مصراة) اسم مفعول من التصرية وهي أن تُترَكَ الشاة غيرَ محلوبةٍ اياماً حتّٰى يجتمع اللبن في ضروعها فيراها الناظر فتنفخة الضروع فيرغب في شرائها والتصرية في الأصل الحبس يقال صريتُ الماءَ إذا حبسته. (فتح الملہم تکملہ فتح الملہم الجزء الاول: ص/۳۲۸)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

زیر بحث مسئلہ میں اختلافِ ائمہ:

ائمہ ثلاثہؒ اور جمہور کا مسلک: اِس حدیث کے ظاہر پر عمل کرتے ہوئے ائمہ ثلاثہؒ اور جمہورؒ فرماتے ہیں کہ مصراۃ خریدنے والے کو تین دن کا اختیار ہوگا، خواہ مشتری اس کو رکھ لے یا واپس کردے۔ اتنی بات تو ان حضرات کے درمیان اتفاقی ہے؛ البتہ ایک صاع کھجور کے سلسلے میں ان حضرات کا اختلاف ہے،

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر مشتری مبیع کو واپس کرتا ہے تو دودھ کے عوض میں ایک صاع کھجور ہی دینا واجب ہے نا کہ کوئی اور چیز۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ایک صاع تمر دینا ہی ضروری نہیں ہے؛ بلکہ غالب قوتِ بلد (رائج غلّہ) میں سے ایک صاع دینا واجب ہے خواہ وہ تمر ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور شئی ہو،

جب امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ جتنا دودھ مشتری نے نکالا ہے اس کی قیمت واپس کرنا واجب ہے، ایک صاع تمر کا ذکر اتفاقی ہے۔ (تکملہ فتح الملہم الجزء الاوّل: ص ۳۲۰)

طرفین کا مسلک: امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کا مذہب یہ ہے کہ اس صورت میں مشتری کو یہ اختیار نہیں کہ وہ بکری بائع کو واپس کرے؛ البتہ مشتری رجوع بالنقصان کرسکتا ہے، وہ اس طرح کہ یہ دیکھا جائے گا کہ اس وقت بازار میں اس بکری کی کیا قیمت ہے، اور مشتری نے اس کے دودھ بھرے ہوئے تھنوں کو دیکھ کر کیا قیمت لگائی تھی؟ ان دونوں قیمتوں کے درمیان جو فرق ہوگا، وہ بائع مشتری کو ادا کرے گا۔

کس کا مسلک حدیث باب کے مطابق ہے اور کس کا مخالف ہے؟

مسلک ائمہ ثلاثہؒ حدیث باب کے مطابق ہے، اور طرفینؒ کا مسلک حدیث باب کے ظاہر کے مخالف ہے۔

تنبیہ: حضرت اقدس محدث کبیر مفتی سعید احمد صاحب مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بہت سے حضرات یہ غلطی کرتے ہیں کہ ”حدیث ائمہ کے مسلک کے خلاف ہے“ گویا کہ انہوں نے ائمہ کے مسلک کو اصل قرار دیا ہے، جب کہ درست یہ ہے کہ یوں کہا جائے ”ائمہ کا مسلک حدیث کے مطابق ہے، یا خلاف ہے، جیسا کہ راقم الحروف نے کیا ہے۔

طرفین رحمہما اللہ کا استدلال اور حدیثِ باب کا جواب:

امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ زیر بحث مسئلہ میں مصراۃ بکری کو واپس لوٹانے کی کوئی صورت نہیں، لہٰذا مذکور فی السوال حدیث کے ظاہر پر عمل نہیں کیا جائے گا؛ کیوں کہ یہ حدیث اُصولِ شرع میں سے قرآن، اجماع اور قیاس تینوں کے معارض ہے جس کی تفصیل یہ ہے:

(۱) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَااعْتَدٰى عَلَيْكُمْ﴾ (البقرہ:۱۹۴) دوسری جگہ ارشاد ہے: ﴿فَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَاعُوْقِبْتُمْ بِهٖ۔ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا﴾ یہ سب آیاتِ قرآنی قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ ہیں اِس بات پر کہ ضمان تلف شدہ چیز کے مساوی ہونا ضروری ہے اور رَدْ کی صورت میں دودھ اور صاعِ تمر میں کوئی مساوات نہیں ہے۔

(۲) اور اجماع کے معارض اس لیے ہے کہ تمام فقہاء کا اجماع ہے اِس بات پر کہ ضمان کی دو قسم ہیں: (۱) ضمانِ مثلی (۲) ضمانِ معنوی اور حدیثِ مذکور میں ایک صاع تمر نہ تو ضمانِ مثلی ہے اور نہ ضمانِ معنوی ہے، ایک صاع تمر کا دودھ کے لیے ضمانِ مثلی نہ ہونا تو ظاہر ہے، اور معنوی اس لیے نہیں ہے کہ حدیث کے ظاہر نے ایک صاع تمر کو دودھ کا ضمان قرار دیا ہے خواہ دودھ کم ہو یا زیادہ ہر صورت میں ایک ہی مقدار ضمان کی معنوی نہیں ہو سکتی۔

(۳) اور قیاس کے معارض اس لیے ہے کہ مصراۃ جانور میں خیارِ رَد کے جائز ماننے سے مسئلہ مشکل ہو جائے گا؛ کیوں کہ جس دودھ کے عوض میں ایک صاع تمر دینا ہے اس میں سے بعض تو وہ دودھ ہے جو عقد کے وقت موجود تھا اور بعض وہ ہے جو مشتری کی ملکیت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

میں پیدا ہوا ہے، پہلے کا مستحق بائع ہے اور دوسرے کا مستحق مشتری ہے، اب اگر پورے دودھ کی قیمت واجب کی جائے تو مشتری کا نقصان ہوگا اور اگر قیمت بالکل بھی واپس نہ کی جائے تو بائع کا نقصان ہوگا، اور اگر صرف اس دودھ کی قیمت واجب کی جائے جو عقد کے موجود تھا تو اس میں کسی کا نقصان نہیں ہوگا؛ مگر اس کے مجہول ہونے کی وجہ سے یہ صورت بھی اختیار نہیں کی جاسکتی، پس جب خیارِ رد کی یہ تینوں صورتیں باطل ہیں تو پھر ایک ہی صورت ہے کہ مشتری رجوع بالنقصان کرے۔ (تکملہ فتح الملہم الجزء الاوّل: ص ۳۳۱)

(ج): تصریہ کی لغوی تحقیق (ب) کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

تصریہ کا حکم شاۃ کے ساتھ ہے یا بقرہ وغیرہ کو بھی شامل ہے؟

یہ حکم شاۃ کے ساتھ خاص نہیں ہے؛ بلکہ بقرہ کو بھی شامل ہے، حدیث میں اگر یہ بقرہ کا لفظ نہیں آیا ہے؛ لیکن اسی پر اس کو بھی قیاس کرلیا جائے گا، اور عرب میں زیادہ تر ابل و غنم ہی تھے؛ اس لیے ان کا حکم صراحت کے ساتھ حدیثوں میں آیا ہے۔

(نعمت المنعم: ج/۲، ص/۲۶)

(د) مصراۃ کو واپس کرتے وقت ائمہ کا اس سلسلہ میں کیا اختلاف ہے؟

واپسی کی صورت میں ائمہ کا عمل (ب) کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

(ہ) مصراۃ کس کو کہتے ہیں؟ اور اس مسئلہ میں اختلافِ ائمہ کیا ہے؟

اس جزیہ کا مکمل جواب سوال ہٰذا میں (ب) کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

احناف کی طرف سے حدیثِ مصراۃ کی توجیہات:

(۱) حضرت شیخ الہندؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ندب پر محمول ہے۔

(۲) علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث دیانت پر محمول ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۳) علامہ ظفر احمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر امام المسلمین مناسب اور مصلحت سمجھے تو حدیثِ مصراۃ پر عمل کرسکتا ہے؛ تاکہ تاجروں کا نزاع ختم ہوجائے۔ (وھٰذا اقوی وأوجه في هذا الباب)

(۴) حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث سیاست پر محمول ہے کہ حضور ﷺ نے سلطان ہونے کی حیثیت سے تاجروں کا نزاع ختم کرنے کے لیے ایک مرتبہ یہ حکم فرمایا تھا، حضور ﷺ کا یہ حکم تشریعاً نہیں؛ بلکہ سیاسۃً تھا۔

الغرض! امام ابوحنیفہؒ نے حدیث مصراۃ کی نہ مخالفت کی ہے اور نہ اس کو ترک کیا ہے؛ بلکہ دوسرے اُصول وضوابط کی بنا پر اس کا صحیح محمل نکالا اور اس پر عمل کیا۔

(نعمت المنعم: ج/۲، ص/۳۲، المعلم:۲۱)

سوال: (۳)، صفحہ: (۵)

(سالانہ امتحان ۱۴۱۹ھ/ ۱۴۲۳ھ/ ۱۴۲۵ھ)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتّٰى يَقْبِضَهُ. وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتّٰى يَكْتَالَهُ قَبْلَ الْقَبْضِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ بیع قبل القبض کے باب میں ائمہ اربعہ کا مذہب نقل کریں، ابن عباسؓ کا کیا قول ہے اور وہ اپنے قول پر کیا دلیل دیتے ہیں۔

(ب) قبضہ کی تعریف میں احناف وشوافع کا مذہب تحریر کریں۔

(ج) كنّا في زمن النبيّ نبتاع الطعام فيبعث علينا من يامرنا بانتقاله سے کس مذہب کی تائید ہوتی ہے، دوسرے حضرات اس کا کیا جواب دیتے ہیں تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(د) مبیع کو قبل القبض فروخت کرنے کے سلسلہ میں ائمہ کے مذاہب نقل کریں۔

(ہ) ابن عباسؓ نے ''احسب کل شیء بمنزلۃ الطعام'' کی وجہ اس کے بعد والی حدیث میں ذکر کی ہے، اس کو بیان کریں، امام ابوحنیفہؒ کے یہاں منقول، غیر منقول کا فرق ہے آپ وجہ فرق بھی تحریر کریں۔

(و) قبضہ کی حقیقت میں ائمہ کا اختلاف ہے، اس کو تفصیل سے تحریر کریں۔

(ز) مبیع قبل القبض پر تصرف، اور اس کی بیع کے بارے میں ائمہ اربعہ کا مذہب بیان کریں، پھر ہر ایک کی دلیل بیان کریں، خاص طور سے امام محمد وامام ابوحنیفہؒ کے دلائل تفصیل سے تحریر کریں۔

(ح) ابن عباسؓ نے اپنے قول ''احسب کل شیء مثلہ'' کی کیا دلیل ذکر کی ہے تحریر کریں۔

الجواب

(الف):

ترجمہ : حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے غلّہ خریدا تو اس کو نا بیچے، جب تک اس پر قبضہ نہ کرلے، اور حضرت ابن عباسؓ ہی سے مروی ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے غلّہ خریدا تو اس کو نہ بیچے جب تک کہ اس کو ناپ نہ لے۔

مبیع کو قبل القبض فروخت کرنے کے سلسلے میں ائمہ اربعہ کے مذاہب:

قولِ اوّل: امام شافعیؒ اور امام محمدؒ کے یہاں ہر طرح کی مبیع کو چاہے منقول ہو یا غیر منقول، کیلی ہو یا غیر کیلی، مطعوم ہو یا غیر مطعوم، قبل القبض فروخت کرنا درست نہیں ہے۔

قولِ ثانی: امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے یہاں منقول کو قبل القبض بیچنا صحیح نہیں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے، اور غیر منقول زمین وجائداد وغیرہ جن کی ہلاکت کا اندیشہ نہ ہو، قبل القبض فروخت کرنا صحیح ہے۔

قولِ ثالث: امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے یہاں یہ حکم مطعوم کے ساتھ خاص ہے۔

(نعمت المنعم: ج/۲، ص/۳۵)

حضرت ابن عباسؓ کا قول، اور ان کی دلیل:

قال ابن عباس رضی اللہ عنہ: "أَحسِبُ كلَّ شيء بمنزلة الطعام" ابن عباسؓ نے فرمایا: کہ "ممانعت کی حدیث تو طعام ہی کے ساتھ خاص ہے؛ لیکن میرا خیال یہ ہے کہ ہر مبیع کا یہی حکم ہے اور اس میں احتمالِ ربا ہے۔

ابن عباسؓ کے قول کی دلیل:

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بیع قبل القبض ربا کو مستلزم ہوتی ہے؛ کیوں کہ جب کسی آدمی نے سو روپے میں غلّہ خریدا اور بائع کو قیمت ادا کردی پھر اس پر قبضہ کرنے سے پہلے اسی غلّہ کو ایک سو بیس روپے میں کسی دوسرے آدمی کے لیے فروخت کردیا تو گویا اس نے سو روپوں کو ایک سو بیس روپے میں فروخت کردیا یہ ربا ہے اور یہی مطلب ہے ابن عباسؓ کے قول الاترا ھم یتبایعون بالذھب والطعامُ مرجاءُ۔

(تکملہ فتح الملہم الجزء الاوّل: ص/۳۴۱)

(ب) قبضہ کی تعریف میں اختلافِ ائمہ:

قولِ اوّل: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ قبضہ کی صورت یہ ہے کہ مشتری مبیع کو بائع سے نقل کرکے اپنے پاس لے آئے۔

قولِ ثانی: امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ احادیث میں مختلف الفاظ آتے ہیں، بعض روایات میں ہے "یستوفیه"، بعض میں "ینقله" اور کسی میں "یکتاله"، تو اس میں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قبضہ کی مختلف صورتوں کی طرف اشارہ ہے، کسی میں ہاتھ رکھنے سے، کسی میں منتقل کرنے سے، اور کسی میں صرف تخلیہ سے ہوگا کہ بائع اس چیز سے اپنا اختیار اُٹھالے۔ (المعلم: ص ۲۳)

توشوافع حضرات نے ایک حدیث پر عمل کیا اور احناف نے سب پر عمل کیا۔

(ج) كنّا في زمن النبي ﷺ نبتاع الطعام سے کس کے مذہب کی تائید ہوتی ہے؟

حدیثِ مذکور سے شوافع وحنابلہ کی تائید ہوتی ہے، کہ قابلِ انتقال چیزوں کے واسطے نقلِ مکانی ضروری ہے؛ اس لیے آپ ﷺ نے نقلِ مکانی کا حکم فرمایا۔ اسی طرح دوسری حدیث ہے: ''حتّی یودوا إلی رحالهم''

جواب: علماءِ احناف اس حدیث شریف کا جواب دیتے ہیں کہ گھر لے جانا بالاتفاق قبضہ کے لیے لازم وضروری نہیں ہے؛ بلکہ یہ حکم عادت کے مطابق ہے کہ لوگ سامان خرید کر گھر لے جاتے ہیں۔

اسی طرح اس جگہ سے ہٹانے کا حکم اس لیے دیا گیا کہ کہیں لوگ خریدنے کے بعد فوراً دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنا شروع نہ کردیں قبضہ کیے بغیر؛ اس لیے یہ سب قبضہ سے کنایہ ہے۔ امام محمدؒ موطا میں فرماتے ہیں کہ انما یراد بهذا القبض ''لئلّا یبیعَ شیئًا من ذالك حتی یقبضه'' اس عبارت کے تحت محشی فرماتے ہیں کہ المقصود منه. تحصيل القبض لأنه لو جوّز البيع هناك تسارع الناس إلى البيع قبل القبض في ذالك المكان. (نعمت المنعم: ج ۲، ص ۴۰)

(د) مبیع کو قبل القبض فروخت کرنے کے سلسلہ میں کیا اختلاف ہے؟

مبیع کو قبل القبض فروخت کرنے کے سلسلہ میں اختلاف فقہاء (الف) کے تحت گزر چکا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ه) ابن عباسؓ کے قول أَحْسِبُ كلَّ شيءٍ بمنزلةِ الطعامِ کی وجہ تحریر کریں:

ابن عباسؓ کے سوال میں مذکور قول کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح بیع قبل القبض طعام کی صورت میں ربا کا احتمال رکھتی ہے اسی طرح غیر طعام کی قبل القبض کی بیع وہ ربا کا احتمال پایا جاتا ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کے منقول وغیر منقول میں فرق کرنے کی کیا وجہ ہے؟

منقولات میں ہلاکت کا اندیشہ ہوتا ہے جیسے: غلّہ وغیرہ۔

اور غیر منقولات میں ہلاکت کا اندیشہ نہیں ہوتا ہے، جیسے: زمین وغیرہ۔

ہاں! اگر غیر منقول میں بھی ہلاکت کا اندیشہ ہو مثلاً زمین دریا کے کنارے ہو، یا مکان گرنے کے قریب ہو، تو اب دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے، یعنی دونوں میں قبل القبض بیع درست نہیں ہوگی۔ (نعمت المنعم: ج/۲، ص/۳۸)

(و) قبضہ کی حقیقت اور اختلافِ ائمہ:

قبضہ کی حقیقت اور اختلافِ فقہاء "الف" اور "ب" کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

(ز) بیع قبل القبض پر تصرف اور اس کی بیع کے بارے میں اختلافِ ائمہ مع دلائل:

اختلافِ ائمہ "الف" کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

دلائلِ ائمہ:

قولِ اوّل (امام شافعیؒ و امام محمدؒ) کی دلیل: عن حكيم بن حزامٍؓ قال قلتُ يا رسول الله! إنّي ابتاعُ هذه البيوع فما يحل لي منها وما يحرم علي، قال: ابن أخي! لا تبيعن شيئًا حتى تقبضه.

وجہ استدلال: اس حدیث میں "لا تبيعنّ شيئًا" عام ہے، اور عام کا اطلاق

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تمام افراد پر ہوتا ہے، لہٰذا کسی چیز کی بیع قبل القبض درست نہیں ہے۔

قولِ ثالث کی دلیل: امام مالکؒ اور امام احمدؒ حدیثِ بالا سے استدلال کرتے ہیں کہ اس میں صرف غلّہ کی بیع قبل القبض سے منع کیا گیا ہے، لہٰذا صرف مطعومات کی بیع قبل القبض درست نہیں ہوگی۔

قولِ ثانی کی دلیل: حضرات شیخینؒ نے بھی حدیثِ باب ہی سے استدلال کیا ہے؛ لیکن فرق صرف اتنا ہے کہ شیخین عمومِ نہی سے غیر منقولی اشیاء کی بیع قبل القبض جائز قرار دیتے ہیں، جب کہ ممانعت کی علت اس میں صراحتاً نہیں پائی جارہی ہے۔

اور حضرت ابن عمرؓ کی حدیث اِس بات پر دلالت کرتی ہے کہ بیع قبل القبض کی صورت میں انسان کو ایسی چیز سے فائدہ اُٹھانا لازم آتا ہے جس کا انسان مالک نہ ہو، اور انسان ایسی چیزوں کا ضامن ہوتا ہے جن کے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہو۔

اور غیر منقولی اشیاء مثلاً زمین وغیرہ ایسی اشیاء ہیں جن کے ہلاک ہونے کا اندیشہ نہیں ہوتا ہے، لہٰذا غیر منقولی اشیاء کی بیع قبل القبض درست ہوگی، اور منقولی اشیاء کی بیع قبل القبض درست نہیں ہوگی، اور غیر منقولی اشیاء کی ہلاکت نادر الوجود ہے۔

(فضل المنعم: ص ر ۹۰)

(ح) ابن عباسؓ اپنے قول پر کیا دلیل دیتے ہیں؟

ابن عباسؓ کے قول کی دلیل ''الف'' کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

سوال: (۴)، صفحہ: (۵)

(سالانہ امتحان ۱۴۱۷ھ/ ۱۴۳۳ھ/ ۱۴۳۹ھ)

عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: لِمَرْوَانَ أَحْلَلْتَ بَيْعَ الرِّبَا. فَقَالَ مَرْوَانُ: مَا فَعَلْتُ؟ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَحْلَلْتَ بَيْعَ الصِّكَاكِ وَقَدْ نَهَى

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الطَّعَامِ حَتّٰى يَسْتَوْفِيَ قَالَ: فَخَطَبَ مَرْوَانُ النَّاسَ، فَنَهٰى عَنْ بَيْعِهَا. قَالَ سُلَيْمَانُ: فَنَظَرْتُ إِلٰى حَرَسٍ يَأْخُذُوْنَهَا مِنْ أَيْدِي النَّاسِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں اور بیع الصکاک کی وضاحت کریں۔

(ب) کسی شئ کو قبل القبض فروخت کرنے کے بارے میں ائمہ اربعہ کا مذہب نقل کریں اور قبضہ کی حقیقت کو بیان کریں۔

(ج) طلبہ کا ٹکٹ طعام فروخت کرنا بیع الصکاک میں کس طرح داخل ہے، اس کی وضاحت کریں۔

(د) بیع قبل القبض کے جواز میں ائمہ کے مذاہب نقل کریں، قبضہ کی حقیقت بیان کریں۔

(ہ) حدیث شریف کی تشریح کریں، اور بیع الصکاک کی وضاحت کریں۔

(و) نیز بتائیں کہ قبضہ کرنے سے پہلے بیع کو فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر اس میں اختلاف ہو تو بوضاحت تحریر کریں۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے مروان سے فرمایا: تو نے بیع ربا کو حلال قرار دیا ہے، مروان نے کہا: نہیں، حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا: تو نے چک (پروانہ) کی بیع کو حلال قرار دیا ہے؛ حالاں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غلہ کی بیع سے قبل القبض منع فرمایا ہے، تو مروان نے لوگوں کے سامنے تقریر میں چک کی بیع سے منع فرمایا، حضرت سلیمانؒ فرماتے ہیں کہ میں نے پہرے داروں کو لوگوں سے چک لیتے ہوئے دیکھا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تشریح: اِس حدیث کے ذیل میں چند مباحث ہیں (۱) صکاک کی وضاحت:

لغوی تحقیق: صکاك صك کی جمع ہے، اور ''چک'' کا معرب ہے، لغت میں صکاک کارڈ کو کہتے ہیں۔

اصطلاحی تعریف: صکاک اصطلاح میں حکومت کی جانب سے دیے جانے والے ایسے کارڈ کو کہتے ہیں جس میں وظیفہ، یا تنخواہ کے طور پر، غلّہ پانے والے کا نام، اور مقدارِ غلّہ لکھی ہوئی ہو، جس کو دکھا کر غلّہ وصول کرتے ہوں۔

حکم: اس کارڈ کو فروخت کرنا حقیقت میں اس غلّہ کو فروحت کرنے کے مانند ہے جو کارڈ کے دکھانے کے بعد ملتا ہے، اور یہ درست نہیں ہے؛ چوں کہ جس وقت کارڈ کو فروحت کیا جارہا ہے، اس وقت صاحبِ کارڈ کو اس کے ذریعہ ملنے والے غلّہ پر ملکیت حاصل نہیں ہے؛ چوں کہ یہ بیع قبل القبض ہے، اور بیع قبل القبض درست نہیں ہے، لہٰذا کارڈ کو فروخت کرنا بھی درست نہیں ہے۔ (نووی: ج ۲/ ص ۵-۶، فضل المنعم: ص ۹۷)

بیع صکاک کے جواز وعدمِ جواز میں اختلافِ ائمہ:

قولِ اوّل: امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ بیع صکاک درست نہیں ہے۔

قولِ ثانی: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ بیع صکاک درست ہے۔

قولِ اوّل کی دلیل: امام اعظم ابوحنیفہؒ حدیثِ باب سے استدلال کرتے ہیں کہ حدیثِ باب چک کی بیع کی حرمت پر صراحۃً دلالت کررہی ہے؛ کیوں کہ یہ بیع قبل القبض کے قبیل سے ہے، یا ایسی چیز کو فروخت کرنے کے قبیل سے ہے جس کا انسان مالک نہ ہو، اور یہ دونوں صورتیں درست نہیں ہیں۔

قولِ ثانی کی دلیل: عن حكيم بن حزام أنه ابتاع طعامًا أمر به عمر بن الخطاب للناس، فباع حكيم الطعام، قبل أن يستوفيه، فسمع بذالك عمر بن الخطاب، فردّ عليه، وقال: لاتبع طعامًا، ابتعته حتى يستوفيه.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وجہِ استدلال: یہ ہے کہ حکیم بن حزامؓ نے صرف غلّہ دیئے جانے کے حکم کی وجہ سے اس کو قبل القبض فروخت کر دیا، جو اِس بات کی دلیل ہے کہ بیع صکاک درست ہے۔

قولِ ثانی کی دلیل کا جواب: احناف، امام شافعیؒ کی دلیل کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حکیم ابن حزامؓ کی حدیث میں صکاک کا تذکرہ ہے ہی نہیں، اس میں صرف غلّہ خریدنے کا تذکرہ ہے، کہ حکیم بن حزامؓ نے غلّہ پر قبضہ کرنے سے پہلے فروخت کر دیا، جس کی وجہ سے عمر بن خطاب نے بیع کو فسخ کیا، لہٰذا امام شافعیؒ کا اس حدیث سے چک کی بیع کے جواز پر استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

(نووی: ج/۲، ص/۵، فضل المنعم: ص/۹۸)

(ب):

کسی شئ کو قبل القبض فروخت کرنے کے سلسلہ میں مفصل کلام سوال نمبر ۳ کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

قبضہ کی حقیقت سوال نمبر ۳ میں ملاحظہ فرمائیں۔

(ج) طلبہ کا ٹکٹ طعام فروخت کرنا بیع صکاک میں کس طرح داخل ہے؟

سوال: عام طور پر مدارس میں دیکھا جاتا ہے کہ طلبہ ٹکٹ طعام کو فروخت کر دیتے ہیں، کیا ان کا یہ عمل درست ہے یا نہیں؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ طلبہ کو ٹکٹ طعام ''چک'' اور ''کارڈ'' کے مانند دیا جاتا ہے، اور ماقبل میں ''الف'' کے تحت گزر چکا ہے کہ بیع صکاک درست نہیں ہے، اور ٹکٹ طعام فروخت کرنا بیع صکاک کے قبیل سے ہے؛ چوں کہ نفس ٹکٹ ملنے سے وہ طعام کے مالک نہیں ہوتے ہیں؛ بلکہ کھانا ملنے کے بعد وہ مالک ہوتے ہیں، لہٰذا یہ صورت مبیع کی بیع قبل القبض کے مترادف ہے اور قبل القبض بیع درست نہیں ہے، لہٰذا طلبہ کا ٹکٹ طعام

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فروخت کرنا یہ بھی درست نہیں ہے؛ لیکن کھانا حاصل کر لینے کے بعد اس کا فروخت کرنا درست ہے۔ (نعمت المنعم: ج/۲، ص/۴۴، فضل المنعم: ص/۹۹)

(د): اس کا جواب سوال نمبر ۳ کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

(ہ): اس کا جواب ''الف'' کے تحت گزر چکا ہے۔

(و): اس کا جواب بھی سوال نمبر ۳ میں ملاحظہ فرمائیں۔

سوال: (۵)، صفحہ: (۶)

(سالانہ امتحان ۱۴۱۳ھ/۱۴۲۸ھ)

عَنْ ابْنِ عُمَرَؓ عن رسول الله أنّه قال: اَلْبَيِّعَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا بِالْخِيَارِ، عَلٰى صَاحِبِهٖ مَالَمْ يَتَفَرَّقَا، إِلَّا بَيْعَ الْخِيَارِ.

(الف) عبارت باعراب لکھ کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب لکھیں۔

(ج) خیارِ مجلس کے کون لوگ قائل ہیں اور کون نہیں؟ دونوں کے دلائل لکھیے اور حنفیہ کے ترجیحی دلائل لکھیے، ''إلّا بيع الخيار'' کی پوری وضاحت کیجیے۔

(د) خیارِ قبول، خیارِ رَد اور خیارِ مجلس کی تفصیل لکھیے۔

(ہ) اور بتائیں کہ ''مالم يتفرّقا'' سے کیا مراد ہے، خیارِ مجلس مراد لینے والے ''مالم يتفرقا'' سے کیا مراد لیتے ہیں؟ اور دوسرے حضرات کیا مراد لیتے ہیں؟ اور دونوں فریق اپنی مراد پر کیا دلیل دیتے ہیں؟ اس کو مفصل تحریر کریں۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عاقدین میں مجلس عقد سے جدا ہونے سے پہلے اختیار ہے، ہاں خیارِ شرط کی بیع اس سے مستثنیٰ ہے۔

(ب) تشریح:

اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ عاقدین میں سے ہرایک کو تمامیتِ بیع سے پہلے خیارِ مجلس حاصل ہے، یعنی بائع کو اپنے قول سے رجوع کرنے کا اور مشتری کو قبول کرنے کا اختیار حاصل رہتا ہے۔

(ج) خیارِ مجلس اور اختلافِ ائمہ مع دلائل ''وإلا بيع الخيار'' کی مراد:

خیارِ مجلس کے سلسلہ میں ائمہ کرام کے دوقول ہیں:

قولِ اوّل: امام شافعیؒ اور امام احمدؒ فرماتے ہیں: کہ عاقدین میں سے ہرایک کے لیے خیارِ مجلس ثابت ہے۔

قولِ ثانی: امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ عاقدین میں سے کسی کو خیارِ مجلس حاصل نہیں ہے۔

قولِ اوّل کی دلیل: امام شافعیؒ اور امام احمدؒ حدیثِ باب ''البيعان بالخيار مالم يتفرقا'' سے استدلال کرتے ہیں، کہ بائع اور مشتری دونوں کو جدا ہونے سے پہلے خیار حاصل ہے۔

وجہ استدلال: یہ ہے کہ حدیث میں ''المتبايعان'' کا لفظ ہے، اور ''متبایعان'' کا اطلاق ایجاب وقبول کے بعد ہوتا ہے، اور امام شافعیؒ حدیثِ باب میں تفرق سے تفرق بالابدان مراد لیتے ہیں، اور مطلب یہ ہے کہ متعاقدین کو ایجاب وقبول کے بعد خیار حاصل ہے، جب تک دونوں بدن کے ساتھ جدا نہ ہوجائیں، جب بدن کے ساتھ جدا ہوگئے تو خیار ختم ہوگیا، اور یہ بات ظاہر ہے کہ ایجاب وقبول کے بعد تفرق ابدان

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سے جو خیار ہوتا ہے وہ خیارِ مجلس ہے، لہٰذا اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ عاقدین کو مجلس عقد میں خیارِ مجلس حاصل ہوتا ہے۔

قولِ ثانی کی دلیل (۱): امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کی دلیل قرآنِ کریم کی آیت ''یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ'' ہے۔

وجہِ استدلال: یہ ہے کہ آیتِ کریمہ میں عقود کو پورا کرنے کا حکم ہے اور ایجاب و قبول کے بعد بیع بھی ایک عقد ہے، اللہ تعالیٰ نے متعاقدین میں سے ہر ایک کو اسے پورا کرنے کا حکم دیا ہے اور باری تعالیٰ کا حکم بجالانا ضروری ہے، اور خیارِ مجلس یہ ایفاءِ عقد کے منافی ہے، لہٰذا کسی کو خیارِ مجلس حاصل نہیں ہوگا؛ اس لیے کہ اگر ایجاب وقبول کے بعد خیارِ مجلس عاقدین کو دیا گیا تو یہ نص قرآنی باطل ہوجائے گی، اور نص کا باطل کرنا جائز نہیں ہے، لہٰذا عاقدین کے واسطے خیارِ مجلس بھی حاصل نہیں ہوگا۔ (فضل المنعم: ص/۱۰۱)

دلیل عقلی (۲): دوسری دلیل عقلی ہے جس کو صاحب ہدایہ نے بیان کیا ہے کہ ایجاب وقبول سے بیع تام ہوجاتی ہے، یعنی مشتری کی ملکیت مبیع پر اور بائع ملکیت کی ثمن پر ثابت ہوجاتی ہے، اب اگر ان کو خیارِ مجلس دیا جائے تو اپنے حق کے تحت جو بھی بیع کو فسخ کرے گا، اپنے ساتھی کی عدمِ رضاء کے بغیر تو اس کے حق کو باطل کرنا لازم آئے گا، اور ابطالِ حق غیر درست نہیں ہے، اور ابطالِ حق غیر خیارِ مجلس کی وجہ سے ثابت ہو رہا ہے، لہٰذا خیارِ مجلس عاقدین کو نہیں دیا جائے گا۔ (فضل المنعم: ص/۱۰۱)

قولِ اوّل کی دلیل کا جواب: امام شافعیؒ اور امام احمدؒ جس حدیث سے استدلال کرتے ہیں اس میں خیار سے خیارِ قبول مراد ہے، نہ کہ خیارِ مجلس۔

حنفیہ کے وجوہِ ترجیح:

(۱) حدیثِ باب میں ''المتبایعان''، اسم فاعل تثنیہ کا صیغہ ہے، جو معنیٰ حقیقی و مجازی دونوں کا احتمال رکھتا ہے؛ چوں کہ نفس بیع کا ارادہ کرنے والے کو بھی مایؤول کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اعتبار سے مجاز اُمتبایعان کہتے ہیں، اور کبھی عقد تام ہونے کے بعد متبایعان مجاز اُما کان علیہ کے اعتبار سے کہتے ہیں، اور کبھی متبایعان کا اطلاق موجب کے کلام کے بعد اور قبولِ آخر سے پہلے ہوتا ہے، اور اس صورت میں متبایعان معنیٰ حقیقی میں مستعمل ہے اور یہ بات بالکل طے شدہ ہے کہ اسم فاعل حال کے معنیٰ میں حقیقت اور ماضی و مستقبل کے معنیٰ میں مجاز ہے، پس معلوم ہوا کہ اوّل کے دونوں معنیٰ مجازی اور تیسرے معنیٰ حقیقی ہیں، اور اُصولِ فقہ میں موجود ہے کہ حقیقت مجاز سے اولیٰ ہے۔

لہٰذا حدیث میں بھی متبایعان کے معنیٰ حقیقی مراد ہوں گے، اور متبایعان کے حقیقی معنیٰ مراد لینے میں خیار سے خیارِ قبول مراد ہوگا، نہ کہ خیارِ مجلس، پس مذکورہ بالا توجیہ سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ حدیث میں خیار سے خیارِ قبول مراد ہے نہ کہ خیارِ مجلس، لہٰذا امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا خیارِ مجلس مراد لینا درست نہیں ہوگا۔ (فضل المنعم: ص/۱۰۲)

(۲) دوسری وجہ ترجیح یہ ہے کہ قرآن کریم میں بھی تفرق سے تفرق قولی ثابت ہے جیسے:

(۱) وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا.

(۲) وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ.

(۳) لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ.

ان آیات میں تفرق سے تفرق قولی مراد ہے۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیں: درسِ ترمذی (ج/۴، ص/۱۴۰)۔

(د) خیارِ قبول، خیارِ رد اور خیارِ مجلس کی مراد:

خیارِ قبول: اس میں عاقدین میں سے کسی ایک کے لیے ایجاب کے بعد دوسرے کو قبول کرنے اور نہ کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔

خیارِ مجلس: اس کا مطلب یہ ہے کہ ایجاب و قبول کے ذریعہ عقد تام ہوجانے کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بعد اسی مجلس میں رہتے ہوئے عاقدین میں سے ہر ایک کو دوسرے کی رضامندی کے بغیر عقد کو فسخ کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔

خیارِ رد: عقد تام ہونے کے بعد اگر مشتری کسی عیب پر مطلع ہو تو اس کو رد کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔

مَالَمْ یَتَفَرَّقَا سے کیا مراد ہے؟

خیار کی دو قسمیں ہیں: (۱) تفرق بالابدان (۲) تفرق بالاقوال

جو حضرات خیارِ مجلس کے قائل ہیں وہ ''مَالَمْ یَتَفَرَّقَا'' سے، تفرق بالابدان مراد لیتے ہیں۔

اور جو حضرات خیارِ قبول کے قائل ہیں وہ ''مَالَمْ یَتَفَرَّقَا'' سے تفرق بالاقوال مراد لیتے ہیں، اور ان کے دلائل ''ج'' کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

سوال: (۶)، صفحہ: (۷)

(سالانہ امتحان ۱۴۲۷ھ)

عَنْ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَبْتَاعُوا الثَّمَرَ حَتّٰی یَبْدُوَ صَلَاحُہُ وَتَذْھَبَ عَنْہُ الْاٰفَۃُ.

(الف) حدیث پاک باعراب لکھ کر سلیس ترجمہ کریں۔

(ب) مطلب بوضاحت لکھئے اور بتایئے کہ بدو صلاح کی صورت احناف کے نزدیک کیا ہے؟ اور شوافع کے یہاں اس کی صورت کیا ہوگی؟ اور دونوں کی دلیل لکھئے، نیز قبل ظہور الثمار اور قبل بدو الصلاح میں فرق کیا ہے؟ اور قبل بدو الصلاح کی صورتیں کتنی ہیں؟ اور ان کے الگ الگ احکام مع اختلافِ مذاہب و دلائل لکھئے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پھل کو پکنے سے پہلے اور آفت کے اس سے دُور ہونے سے پہلے مت فروخت کرو۔

(ب) تشریح:

اس حدیث شریف میں چند مباحث ہیں:

(۱) بدوصلاح کی تحقیق: ''بدو'' ''با'' کے فتحہ ''دال'' کے سکون کے ساتھ اور واؤ کی تخفیف کے ساتھ، یا ''بُدُوّ'' ''با'' اور ''دال'' کے ضمہ اور ''واؤ'' کی تشدید کے ساتھ دونوں مصدر ہیں، اور دونوں ہم معنیٰ ہیں، یعنی ظاہر ہونا۔

بدوِ صلاح اور اختلافِ ائمہ:

بدوِ صلاح کی تفسیر میں ائمہ کرام کے دو قول ہیں:

قولِ اوّل: امام ابوحنیفہؒ بدوصلاح کی تفسیر یہ کرتے ہیں کہ پھل آفت اور فساد سے محفوظ ہو جائے۔

قولِ ثانی: امام شافعیؒ بدوصلاح کی تفسیر پھل کے پکنے اور مٹھاس سے کرتے ہیں۔

قولِ اوّل کی دلیل: امام ابوحنیفہؒ حدیث ابن عمرؓ: ''عن سنبل حتی یبیض ویأمن الآفة'' اسی طرح یحییٰ ابن سعید کی روایت ''حتی یبدو صلاحه وتذهب عنه الآفة'' سے استدلال کرتے ہیں کہ یہ دونوں روایتیں واضح طور پر دلالت کر رہی ہیں کہ بدوصلاح کا اطلاق پھل کے آفت اور فساد سے محفوظ ہونے پر ہوتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قولِ ثانی کی دلیل: امام شافعیؒ حدیثِ جابرؓ "نهانا رسول الله ﷺ عن بيع الثمر حتى يطيب" سے استدلال کرتے ہیں کہ اس حدیث پاک سے واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بدوصلاح کا اطلاق پکنے کے بعد ہوتا ہے۔ (فضل المنعم:ص/۱۱۱)

قبل ظہور الثمار اور قبل بدو الصلاح میں کیا فرق ہے؟

قبل ظهور الثمار: کا مطلب یہ ہے کہ اس صورت میں پھل نہیں ہوتا ہے؛ بلکہ یہ معدوم کی بیع ہے۔

قبل بدو الصلاح: اور قبل بدو الصلاح میں پھل ظاہر ہوتا ہے یعنی یہ معدوم کی بیع نہیں ہے۔

قبل بدو الصلاح کی صورتیں اور احکام ودلائل:

قبل بدو الصلاح کی تین صورتیں ہیں:

(۱) **بیع بشرط القطع:** اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر پھل درخت پر ظاہر ہو چکا ہے، اور بائع مشتری سے یہ کہہ دے کہ اس کو فوراً توڑ لے جاؤ، گویا کہ پھل کو توڑ کر لے جانا یہ بیع کے اندر مشروط ہے۔

حکم: یہ صورت باتفاق ائمہ جائز ہے؛ چوں کہ پھل توڑنے میں پھل کے معدوم ہونے کا اندیشہ نہیں ہے۔

(۲) **بیع بشرط الترک:** یہ ہے کہ بائع اور مشتری عند العقد یہ شرط لگائیں کہ پھل درخت پر چھوڑ دیا جائے۔

حکم: یہ صورت باتفاق علماء ناجائز ہے؛ چوں کہ آفت وبیماری کی وجہ سے پھل کے معدوم ہونے کا اندیشہ ہے۔

(۳) **بیع مطلق عن الشرط:** یہ ہے کہ نہ پھل کاٹنے کی شرط لگائی ہو اور نہ پھل باقی رکھنے کی۔

حکم: اس صورت کے جواز وعدمِ جواز میں ائمہ کرام کے دو قول ہیں:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قولِ اول: ائمہ ثلاثہؒ فرماتے ہیں کہ: مطلق عن الشرط ایسا ہی باطل ہے جیسے بشرط الترک باطل ہے۔

قولِ ثانی: امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ مطلق عن الشرط کی صورت میں بیع درست ہے۔

قولِ اول کی دلیل: ائمہ ثلاثہؒ حدیثِ باب کے عموم سے استدلال کرتے ہیں، اور اس کو کسی قید کے ساتھ مقید نہیں کرتے ہیں۔

قولِ ثانی کی دلیل: ''من باع نخلًا بعد أن تؤبر فثمرتها للبائع إلا ان يشترط المبتاع''.

اِس حدیث پاک میں حضور ﷺ نے مشتری کے شرط لگا دینے کی صورت میں پھل کو مبیع میں داخل قرار دیا ہے، حالاں کہ جس وقت نخل کی تابیر ہوتی ہے، اس وقت پھل میں بدوصلاح نہیں ہوتا ہے، اس کے باوجود آپ ﷺ نے اس کی بیع کو جائز قرار دیا ہے، معلوم ہوا کہ اگر پھل کو درخت پر چھوڑنے کی شرط نہ لگائی جائے تو پھل کی بیع بدوصلاح سے پہلے جائز ہے۔ (درسِ ترمذی: ج/۴، ص/۸۸، المعلم: ص/۵۱، فضل المنعم: ص/۱۱۲)۔

سوال: (۷)، صفحہ: (۸)

(سالانہ امتحان ۱۴۱۵ھ)

قَالَ: وَاَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ: ''لَاتَبْتَاعُوْا الثَّمَرَ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ، وَلَاتَبْتَاعُوْا الثَّمَرَ بِالتَّمَرِ'' وَقَالَ سَالِمٌ اَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ رَخَّصَ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي بَيْعِ الْعَرِيَّةِ بِالرُّطَبِ، اَوْبِالتَّمْرِ وَلَمْ يُرَخِّصْ فِي غَيْرِ ذٰلِكَ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) عبارت باعراب لکھ کر ترجمہ کریں۔

(ب) مطلب بوضاحت لکھیں، عریہ کے بارے میں ائمہ کرام کی تفسیر کیا ہے؟ اور ہر ایک امام کی دلیل کیا ہے؟ اور امام اعظمؒ کے ترجیحی دلائل کیا ہیں؟

الجواب

(الف):

ترجمہ: راوی فرماتے ہیں کہ مجھ کو سالم بن عبداللہ نے رسول اللہ ﷺ کی روایت بیان کی، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بدوصلاح سے پہلے پھل کی خرید وفروخت مت کرو، اور پھل (تر کھجور) کو چھوہارے کے عوض فروخت نہ کرو، حضرت سالمؒ فرماتے ہیں کہ مجھ سے عبداللہ نے زید بن ثابتؓ کی روایت بیان کی کہ وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اس کے بعد بیع عریہ کو تمر یا رطب کے ذریعہ فروخت کرنے کی اجازت دی، اور اس کے علاوہ اجازت نہیں دی ہے۔

(ب) تشریح:

یہ حدیث سعد بن المسیب کے مراسیل میں سے ہے، اور سعید بن المسیب کے مراسیل مقبول ہیں، اور اکثر شوافع مراسیل کو نہیں مانتے ہیں؛ مگر مراسیل سعید بن المسیب کو سب ہی مانتے ہیں؛ نیز اس حدیث میں تین بحث ہیں: (۱) بیع مزابنہ (۲) بیع محاقلہ (۳) ربا کی توضیح وتفسیر

بحث اوّل: بیع مزابنہ: تحقیق مزابنہ: مزابنہ باب مفاعلۃ کا مصدر ہے، "زَبْنٌ" سے مشتق ہے، لغت میں دھوکا، دفع شدید، اور جھگڑا کو زبن کہتے ہیں۔ (نووی: ج/۲، ص/۹)

اصطلاحی تعریف: یہ ہے کہ مزابنہ درخت پر لگی ہوئی کھجور کو توڑی ہوئی کھجور کے عوض فروخت کرنے کو کہتے ہیں بیع الرطب المعلق علی الشجر بالتمر المجذوذِ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بیع مزابنہ اور اختلافِ ائمہ:

بیع مزابنہ کے سلسلے میں ائمہ کرام کا اختلاف۔

قولِ اوّل: امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ "بیع مزابنہ" مطلقاً ناجائز ہے۔

قولِ ثانی: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ بیع مزابنہ پانچ وسق سے کم میں جائز ہے، اور اس سے زائد میں درست نہیں ہے۔

قولِ اوّل کی دلیل: امام ابوحنیفہؒ کی دلیل حدیثِ باب ہے۔

قولِ ثانی کی دلیل: یہ ہے کہ جو چیز پانچ وسق سے کم ہو اس کو عرایا کہتے ہیں، اور بیع عرایا کی حدیث میں رخصت ہے۔ (فضل المنعم: ص/۱۲۲)

بحث ثانی: بیع محاقلہ: تحقیق محاقلہ: باب مفاعلۃ کا مصدر ہے، اور حقل سے مشتق ہے، اور حقل کھیتی کو کہتے ہیں۔

اصطلاحی تعریف: محاقلہ کی مشہور و معروف اصطلاحی تعریف خوشہ والے گندم کو صاف ستھرے گندم کے عوض فروخت کرنا اس کی بناء پر محاقلہ بالا جماع حرام ہے۔

والمحاقلةُ بيع الحبّ في السنبل بمثل كيله من الحنطة خرصًا لايدري أيّهما أكثر. (بدائع الصنائع: ج/۲۴، ص/۴۱۹)

تفسیر عرایا اور اختلافِ ائمہ:

پہلی تفسیر: امام شافعیؒ عرایا کی تفسیر یوں کرتے ہیں کہ عرایا تین حال سے خالی نہیں، یا تو پانچ وسق سے کم ہوگا یا پانچ وسق سے زائد یا پانچ وسق ہی ہوگا۔

پانچ وسق سے کم میں بیع جائز ہوتی ہے اور اگر بیع عرایا پانچ وسق سے زائد ہو تو یہ بیع مزابنہ کے مانند ہے اور بیع مزابنہ ناجائز ہے، لہٰذا پانچ وسق سے زائد میں عرایا بھی ناجائز ہوگی۔ اور اگر پانچ ہی وسق میں عریہ ہو تو اس میں شوافع کے دو قول ہیں اصح عدمِ جواز

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے۔ (نووی: ج ر ۲، ص ر ۹، درسِ ترمذی: ج ر ۴، ص ر ۲۲۵، فضل المنعم: ص ر ۱۲۴)

دوسری تفسیر: امام احمدؒ عریہ کی تفسیر یوں کرتے ہیں کہ کسی شخص کو کھجور کا درخت ہبہ کیا تو موہوب لہٗ نے واہب کے علاوہ کسی اور سے کھجور کے درخت کے پھل کو فروخت کر دیا، امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ اصل تو یہ بیع حرام ہونی چاہیے تھی؛ کیوں کہ یہ مزابنہ ہی ہے؛ لیکن لوگوں کی ضروریات اور حاجات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ وسق تک اس کی اجازت دی، اس کو مختصر لفظوں میں ''بيع الموهوب له عرية من غير الواهب'' کہہ سکتے ہیں۔ (درسِ ترمذی: ج ر ۴، ص ر ۲۲۹، فضل المنعم: ص ر ۱۲۵)

تیسری تفسیر: امام مالکؒ عرایا کی تفسیر یوں کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنے باغ کے ایک درخت یا چند درخت کسی فقیر کو ہبہ کر دیتا تھا اور پھر پھل کاٹنے کے زمانہ میں باغ کا مالک اپنے بیوی بچوں کے ساتھ باغ کے اندر قیام کر لیتا تھا کہ وہاں رہ کر پھل بھی کھائیں اور تفریح بھی کریں؛ لیکن وہ فقیر اپنے درخت کے پھل توڑنے کے لیے بار بار اس باغ میں آجاتا تھا، جس کی وجہ سے مالک اور اس کے بیوی بچوں کو پریشانی ہوتی؛ اس لیے مالک اس فقیر سے کہتا کہ تم اس درخت کا پھل مجھے فروخت کر دو، اور اس کے بدلے مجھ سے کٹی ہوئی کھجوریں لے لو؛ لیکن بیع عرایا امام مالکؒ کے یہاں چار شرطوں کے ساتھ جائز ہوگی:

(۱) پھل قابلِ انتفاع ہو (۲) پانچ وسق سے زائد نہ ہو (۳) رطب کا بدل تمر فی الفور نہ ہو؛ بلکہ جس وقت کھجوریں توڑی جائیں، اس وقت قبضہ دلایا جائے گا (۴) تمر عرایا کے قبیل سے ہو۔

چوتھی تفسیر: امام ابوحنیفہؒ عریہ کی تفسیر یوں کرتے ہیں کہ باغ والے نے کسی کو درخت کا پھل ہبہ کر دیا، ابھی موہوب لہٗ نے قبضہ نہیں کیا تھا کہ صاحب باغ موہوب لہٗ کی آمد و رفت کی وجہ سے تکلیف محسوس کرنے لگا، تو اس پریشانی کو دفع کرنے کے لیے موہوب لہٗ کو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

واہب نے درخت پر لگے ہوئے پھل کے عوض میں تمر دے دیا تا کہ پریشانی سے محفوظ ہوجائیں، درحقیقت یہ ہبہ عدمِ قبضہ کی وجہ سے تام نہیں ہوا، جب ہبہ تام نہیں ہوا تو صاحبِ باغ اپنی چیز کے عوض اپنی ہی دوسری چیز دے رہا ہے؛ اس لیے جتنی مقدار چاہے دے سکتا ہے، پانچ وسق کے ساتھ مقید نہیں کیا جائے گا۔

امام ابوحنیفہؒ کی تفسیر امام مالکؒ کی تفسیر کے مانند ہے؛ مگر ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ یہ معاملہ صورۃً بیع ہے؛ لیکن حقیقت میں بیع نہیں ہے؛ بلکہ "شئ موہوب" کی تبدیلی ہے۔

(بدائع الصنائع: ج/۴، ص/۴۲۰، درسِ ترمذی: ج/۴، ص/۲۲۹، تکملہ اشرفیہ: ج/۷، ص/۲۶۳، فضل المنعم: ص/۱۲۵)

ائمہ ثلاثہؒ کی دلیل: ائمہ ثلاثہؒ فرماتے ہیں کہ: "إلّا بيع العرايا" مستثنیٰ متصل ہے، لہٰذا عرایا بیع ہے، جس کو نبی کریم ﷺ نے بیع مزابنہ سے استثناء کیا ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ کی دلیل: امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں: کہ یہاں استثناء منقطع ہے، لہٰذا عرایا درحقیقت بیع نہیں ہے؛ بلکہ صورۃً بیع اور حقیقۃً استبدال موہوب بموہوب آخر ہے۔ (فضل المنعم: ص/۱۲۵)

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے ترجیحی دلائل:

ترجیح باعتبارِ لغت: یہ ہے کہ عرایا عریۃ کی جمع ہے، اور عرایا لغت میں کھجور کے پھل کو حاجت مندوں کو دینے کو کہتے ہیں۔

ترجیح باعتبار روایت: یہ ہے کہ حدیث زید بن ثابت "أنّ رسول الله رخص في العرية يأخذها أهل البيت بخرصها تمرا يأكلونها رطبًا" یہ روایت صراحۃً اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ "مُعْرِ" کے اہلِ خانہ نے عریہ کو لیا اور اس کے پھل کو کھایا، اور اس کے بدلہ میں "مُعْرَلہ" کو تمر دیا، یہ معنیٰ امام ابوحنیفہؒ کی تفسیر کے مطابق ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ترجیح باعتبار درایت:

یہ ہے کہ بیع مزابنہ ربٰوا کے شعبوں میں سے ایک شعبہ ہے، اور حرمتِ ربٰوا کتاب و سنت سے ثابت ہے، لہٰذا اب ربٰوا میں قلیل و کثیر اور جنس وغیر جنس کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا جائے گا، اور شریعتِ مطہرہ میں رطب کو تمر کے عوض کھانے سے ربٰوا کے حلال ہونے کی کوئی نظیر نہیں ہے، اور نہ ہی عقل پانچ وسق سے کم میں ربٰوا کو حلال قرار دیتی ہے؛ کیوں کہ پانچ وسق سے کم میں ربٰوا کو حلال قرار دینے میں کتاب وسنتِ رسول ﷺ کی مخالفت لازم آتی ہے، جو شرعاً درست نہیں ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ امام صاحب کی تفسیر دیگر ائمہ کی تفسیر کے مقابلہ میں ہر اعتبار سے قابلِ ترجیح اور لائقِ عمل ہے۔ (فضل المنعم: ص/۱۲۶)

سوال: (۸)، صفحہ: (۱۰)

(سالانہ امتحان ۱۴۱۶ھ)

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنِ ابْتَاعَ نَخْلًا بَعْدَ أَنْ تُؤَبَّرَ فَثَمَرَتُهَا لِلَّذِي بَاعَهَا إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ، وَمَنِ ابْتَاعَ عَبْدًا فَمَالُهُ لِلَّذِي بَاعَهُ إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ.

(الف) عبارت باعراب لکھ کر ترجمہ کیجیے۔

(ب) مطلب بوضاحت لکھ کر حدیث پاک میں دو مسئلہ مذکور ہیں، ہر ایک کو الگ الگ تحریر کریں، تأبیر نخلہ کا کیا مطلب ہے؟ اس مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہو تو دلیل تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تابیر کے بعد کسی نے کھجور کے درخت کو خریدا تو اس کا پھل بائع کے واسطے ہوگا، ہاں! مگر اس صورت میں جب کہ مشتری نے شرط لگادی ہو، اور جس شخص نے غلام خریدا تو اس غلام کا مال بائع کے واسطے ہوگا؛ لیکن اگر مشتری نے شرط لگائی ہو تو وہ اس کا ہوگا۔

(ب) تشریح:

اِس حدیث پاک میں حضور ﷺ نے دو مسئلوں کی وضاحت فرمائی ہے:

(۱) تأبیر نخلہ (۲) غلام کی بیع میں مال داخل ہے یا نہیں؟

تأبیر کی لغوی و اصطلاحی تحقیق:

لغوی تحقیق: تأبیر باب تفعیل کا مصدر ہے، اور مجرد میں باب نصر سے آتا ہے، دونوں کے معنی ایک ہیں، تلقیح کرنا۔

اصطلاحی تعریف: یہ ہے کہ مادہ کھجور کا شگوفہ پھاڑ کر نر کھجور کا شگوفہ اس میں ڈالنا؛ تاکہ اس میں پھل آجائے، کبھی کبھی کھجور کا شگوفہ از خود ہواؤں کے ذریعہ مادہ کھجور کے پھٹے ہوئے شگوفہ میں چلا جاتا ہے، یہ بھی تخلیقِ انسانی کے مانند ہے۔

تمہید: اس مسئلہ کو سمجھنے کے لیے یہاں ایک بات بطورِ تمہید بیان کردینا بے حد ضروری ہے، کہ اتصال کی دو قسمیں ہیں: (۱) اتصال بالخلقت (۲) اتصال بالقطع

اتصال بالخلقت: یہ ہے کہ کوئی شیٔ قدرتی طور پر ذات سے متصل ہو، کبھی اس شیٔ اور ذات کے درمیان انفصال طاری نہ ہو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اتصال بالقطع: یہ ہے کہ وہ شئ ذات کے ساتھ ہمیشہ متصل نہ رہتی ہو؛ بلکہ ان دونوں میں انفصال بھی طاری ہوتا رہتا ہو، جب آپ نے اتصال کی دونوں قسمیں سمجھ لیں تو اب تابیر نخلہ کا مطلب سمجھئے۔

پہلے مسئلہ کی وضاحت:

پہلی صورت: اگر کسی نے تابیر کے بعد درخت کو فروخت کیا تو اس درخت کی بیع میں پھل داخل نہیں ہوگا؛ کیوں کہ درخت کے ساتھ پھل کا اتصال یہ اتصال بالقطع ہے، اور ابھی آپ پڑھ چکے ہیں کہ اگر کسی شئ کا کسی ذات کے ساتھ اتصال بالقطع ہو تو ذات پر حکم لگانے سے، شئ پر حکم نہیں لگتا ہے، لہٰذا تابیر نخلہ کے بعد درخت کو فروخت کرنے میں صرف درخت کی بیع ہوگی پھل کی بیع اس میں شامل نہیں ہوگی۔

ہاں! اگر مشتری یہ کہہ دے کہ میں درخت کو مع پھل کے خریدتا ہوں تو ایسی صورت میں درخت کی بیع میں پھل بھی داخل ہو جائے گا، اور درخت کے پھل کا بھی مشتری مالک ہو جائے گا، یہ مسئلہ تو اجماعی ہے۔

دوسری صورت: اگر قبل التابیر درخت کو خریدا تو پھل درخت کی بیع میں داخل ہوگا یا نہیں؟ اس سلسلہ میں ائمہ کرام کے دو قول ہیں:

قولِ اوّل: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ قبل التابیر نخلہ کی بیع میں پھل بلا تصریح داخل ہوگا اور مشتری درخت کے ساتھ پھل کا بھی مالک ہوگا۔

قولِ ثانی: امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ قبل التابیر پھل بائع کا ہوگا، صرف مشتری کو درخت پر ملکیت ہوگی، یعنی قبل التابیر و بعد التابیر دونوں کا حکم یکساں ہے۔

قولِ اوّل کی دلیل: امام شافعیؒ حدیث کے مفہوم مخالف سے استدلال کرتے ہیں، جب بعد التابیر پھل کی بیع درخت میں شامل نہیں ہے تو اس کا مفہوم مخالف یہ نکلے گا کہ قبل التابیر جائز ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قولِ ثانی کی دلیل: احناف حدیثِ باب کے عموم سے استدلال کرتے ہیں، کہ قبل التابیر و بعد التابیر دونوں کا حکم یکساں ہے، لہٰذا درخت کی بیع میں پھل بلا تصریح مشتری داخل نہیں ہوگا۔ (نووی: ص/۱۰، فضل المنعم: ص/۱۳۵)

دوسرے مسئلہ کی وضاحت:

بیع غلام میں مال داخل ہوگا یا نہیں؟ کسی نے ایک غلام خریدا، اور اس غلام کے پاس مال تھا، تو وہ بائع کا ہوگا؛ اس لیے کہ غلام کی کوئی شئ اپنی ملکیت نہیں ہوتی ہے، وہ مولیٰ ہی کی ملکیت ہوتی ہے، لہٰذا وہ بائع ہی کی ملکیت سمجھا جائے گا۔

الا یہ کہ مشتری یہ شرط لگادے کہ میں غلام خرید رہا ہوں اور ان کے پاس جو مال ہے وہ بھی بیع میں داخل ہوگا، تو اس صورت میں وہ مال مشتری کا ہوجائے گا۔

(درسِ ترمذی: ص/۱۵۶، فضل المنعم: ص/۱۳۷، المعلم: ص/۱۷۰)

سوال: (۹)، صفحہ: (۱۱)

(سالانہ امتحان ۱۴۳۷ھ)

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا، أَوْلِيَزْرَعْهَا أَخَاهُ وَلَا يُكْرِهَا.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) زمین کو کرایہ پر دینے کا کیا مطلب ہے؟ کرایہ پر دینے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منع کرنے کی توجیہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کیا فرماتے ہیں؟ تحریر کریں۔

(ج) خود حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اپنی دوسری حدیث میں اس کی کیا توجیہ کی ہے؟ تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت جابرؓ نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے پاس زمین ہو، وہ اس میں کھیتی کرے، یا اپنے بھائی کو کھیتی کے لیے دے دے، اور اس کو کرایہ پر نہ دے۔

(ب) تشریح:

زمین کو کرایہ پر دینے کا مطلب: یہ ہے کہ زمین کی کاشتکاری کرنے کی صلاحیت جس آدمی میں نہیں ہوتی ہے، وہ اپنی زمین کو کسی دوسرے کو کاشتکاری کے طور پر دیتا ہے، جس کو ہمارے ملک میں بٹائی سے تعبیر کرتے ہیں، اور اس کو مزارعت بھی کہتے ہیں۔ (فضل المنعم: ص ر ۱۴۲)

کرایہ پر زمین دینے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا منع فرمانا اس کی ابن عباسؓ نے کیا توجیہ کی ہے؟

اس کی توجیہ ابن عباسؓ نے یہ فرمائی ہے کہ آدمی کا اپنے بھائی کو زمین کا ہبہ کرنا بہتر ہے، اس بات سے کہ، وہ اس سے کرایہ لے لے، یعنی کرایہ پر دینا مکروہِ تنزیہی ہے۔
(نووی: ص ر ۱۱۲)

(ج) حضرت جابرؓ نے اپنی دوسری حدیث میں اس کی کیا توجیہ کی ہے؟

حضرت جابرؓ کی روایت کردہ جن احادیث میں کھیتی کو کرایہ پر دینے کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ممانعت فرمائی ہے حضرت جابرؓ نے اپنی دوسری احادیث میں منع کرنے کی توجیہ یہ بیان کی ہے کہ:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۱) نصف، ربع، ثلث پر دینے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا تھا مطلقاً نہیں۔

(۲) آپ ﷺ نے چند سالوں کے لیے منع فرمایا تھا۔

اور اس کی دلیل یہ ہے کہ خلفاء راشدین کے زمانہ میں بھی ابن عمرؓ کھیتی کو کرایہ پر دیا کرتے تھے، اگر آپ ﷺ مطلقاً منع فرماتے تو خلفاء راشدین کے زمانہ میں کھیتی کو کرایہ پر دینے کا رواج نہ ہوتا۔

عن نافع أنّ بن عمر كان يكرى مزارعه على عهد النبيؐ، وفي عمارة أبو بكر رضی اللہ عنہ، و عمر رضی اللہ عنہ، و عثمان رضی اللہ عنہ وصدراً من خلافة معاوية رضی اللہ عنہ.

(نووی: ص/۱۱)

سوال: (۱۰)، صفحہ: (۱۳)

(سالانہ امتحان ۱۴۳۷ھ)

عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ قَيْسٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ سَأَلْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ عَنْ كِرَاءِ الْأَرْضِ بِالذَّهَبِ وَالْوَرِقِ فَقَالَ لَا بَأْسَ بِهِ إِنَّمَا كَانَ النَّاسُ يُؤَاجِرُونَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمَاذِيَانَاتِ وَإِقْبَالِ الْجَدَاوِلِ وَأَشْيَاءَ مِنَ الزَّرْعِ فَيَهْلِكُ هٰذَا وَيَسْلِمُ هٰذَا وَيَهْلِكُ هٰذَا فَلَمْ يَكُنْ لِلنَّاسِ كِرَاءٌ إِلَّا هٰذَا فَلِذٰلِكَ زَجَرَ عَنْهُ. فَأَمَّا شَيْءٌ مَعْلُومٌ مَضْمُونٌ فَلَا بَأْسَ بِهِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) کراء الارض کا اطلاق زمانۂ رسالت میں مزارعۃ اور مخابرۃ پر ہوتا تھا، مزارعۃ ومخابرۃ کے باب میں ائمہ اربعہ کے مذاہب بیان کریں، اور ہر ایک کے دلائل تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت حنظلہ بن قیسؒ فرماتے ہیں کہ میں نے رافع بن خدیج سے دریافت کیا کہ زمین کو سونے چاندی کے عوض کرایہ پر دینا کیسا ہے؟ انہوں نے فرمایا: اس میں کوئی قباحت نہیں؛ کیوں کہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں نہروں کے کناروں پر اور نالیوں کے سروں پر اور پیداوار میں زمین کرایہ پر دیتے تھے، بعض وقت ایک چیز تلف ہوجاتی اور دوسری چیز محفوظ رہتی، اور کبھی یہ چیز محفوظ رہتی ہے اور وہ چیز تلف ہوجاتی ہے، پھر بعض لوگوں کو صرف بچی ہوئی چیز کرایہ پر ملتی ہے، اس واسطہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا؛ لیکن اگر کرایہ کے عوض کوئی مضمون شئ ہو تو اس میں کوئی قباحت نہیں۔

(ب):

مزارعۃ کی لغوی تحقیق: مزارعۃ باب مفاعلۃ کا مصدر ہے، یعنی آپس میں کھیتی کا معاملہ کرنا۔

اصطلاحی تعریف: وفي الشريعة هي عقد على الزرع ببعض الخارج. یعنی زمین کی بعض پیداوار پر کھیتی کا معاملہ کرنا۔

مزارعۃ ومخابرۃ کے باب میں ائمہ اربعہ کے مذاہب ودلائل:

مزارعۃ کی تین قسمیں ہیں:

(۱) پہلی قسم یہ ہے کہ ایک شخص کی زمین ہو، اور کاشتکاری دوسرا شخص کرے، اور ان میں سے ایک نے پیداوار میں متعینہ وزن یا متعینہ کیل کی شرط لگائی ہو، یہ صورت بالاتفاق باطل ہے۔ (المعلم: ص/۱۷۵)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ زمین کو بغیر پیداوار کے اُجرت پر دے، مثلاً ایک آدمی اپنی زمین کو کسی دوسرے کے لیے سونے چاندی کے عوض دے، اس صورت کے جواز پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے۔ (فضل المنعم: ص ر ۱۴۳، المعلم: ص ر ۷۴)

(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ پیداوار کے نصف، ربع، ثلث وغیرہ پر مزارعات ہو، اس صورت میں فقہائے کرام کے چار اقوال ہیں:

قولِ اوّل: امام احمدؒ اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ یہ صورت مطلقاً جائز ہے۔

قولِ ثانی: امام ابوحنیفہؒ اور امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ یہ صورت مطلقاً ناجائز ہے۔

قولِ ثالث: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ صورت چند شرطوں کے ساتھ جائز ہے:

(۱) مزارعت مساقات کے ضمن میں ہو۔

(۲) مزارعت و مساقات دونوں کا عامل ایک ہو۔

(۳) مزارعت و مساقات کے درمیان کوئی انفصال نہ ہو۔

(۴) عقد میں مزارعۃ کو مساقات پر مقدم نہ کرے۔

(۵) مزارعت اور مساقات الگ الگ کرنا باعثِ دشوار ہو۔

(۶) مزارعت میں بیج مالک کے ذمہ میں ہو، عامل کے ذمہ میں نہ ہو۔

(المعلم: ص ر ۷۶، فضل المنعم: ص ر ۱۴۵)

قولِ رابع: امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مزارعت ایک شرط کے ساتھ مساقات کے ضمن میں جائز ہے، اور وہ شرط یہ ہے کہ مزارعت کی زمین مساقات کی زمین سے زیادہ نہ ہو۔ (فضل المنعم: ص ر ۱۴۵، المعلم: ص ر ۷۶)

خلاصۂ اختلاف:

مذکورہ بالا اختلافِ ائمہ کا خلاصہ یہ ہے کہ مزارعت کی صورت ثالثہ میں امام احمدؒ اور امام صاحبینؒ مطلقاً جواز کے قائل ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جیسا کہ اس کی تفصیل ''ب'' کے تحت گزر چکی ہے۔

(ہ): اس جزء کا جواب بھی ''ب'' کے تحت گزر چکا ہے۔

سوال: (۱۴)، صفحہ: (۲۸)

(سالانہ امتحان ۱۴۲۷ھ/ ۱۴۳۴ھ/ ۱۴۳۶ھ)

عَنْ عَامِرٍ حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ كَانَ يَسِيرُ عَلَى جَمَلٍ لَهُ قَدْ أَعْيَ فَأَرَادَ أَنْ يُسَيِّبَهُ قَالَ فَلَحِقَنِيْ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا لِيْ وَضَرَبَهُ فَسَارَ سَيْرًا لَمْ يَسِرْ مِثْلَهُ قَالَ: بِعْنِيهِ بِوُقِيَّةٍ. قُلْتُ لَا. ثُمَّ قَالَ: بِعْنِيهِ فَبِعْتُهُ بِوُقِيَّةٍ وَاسْتَثْنَيْتُ عَلَيْهِ حُمْلَانَهُ إِلَى أَهْلِي فَلَمَّا بَلَغْتُ أَتَيْتُهُ بِالْجَمَلِ فَنَقَدَنِي ثَمَنَهُ ثُمَّ رَجَعْتُ فَأَرْسَلَ فِيْ أَثَرِيْ فَقَالَ. أَتُرَانِي مَاكَسْتُكَ لِآخُذَ جَمَلَكَ خُذْ جَمَلَكَ وَدَرَاهِمَكَ فَهُوَ لَكَ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) حدیثِ پاک سے کیا کیا مسائل نکلتے ہیں؟ تحریر کیجیے، بیع میں شرط لگانا مفسدِ بیع ہے، اس کی تفصیل کیا ہے؟ نیز ائمہ کرام کے مذاہب مع دلائل لکھیے، یہ حدیث مذہب حنفیہ کے خلاف ہو تو اس کا جواب تحریر کیجیے۔

(ج) حدیثِ پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ بیع کے وقت شرط لگانا جائز ہے، اس بارے میں ائمہ کرام کے مذاہب مع دلائل لکھیے، نیز حدیث کا ظاہر حنفیہ کے خلاف معلوم ہوتا ہے، آپ اس کی اچھی توجیہ بیان کریں۔

(د) مطلب لکھیے اور بتایئے کہ بائع کو رکوب کی شرط لگانی جائز ہے یا نہیں؟ ائمہ اربعہ کا مذہب مع دلائل اور حنفیہ کی راجح دلیل پیش کیجیے، مذکورہ بالا حدیث اگر حنفیہ کے خلاف ہو تو اس کی تسلی بخش توجیہ کیجیے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حدیث کے علاوہ کوئی اور حدیث آپ کو معلوم ہو تو اس کو ذکر کریں، پھر حدیث ابن عمرؓ کا جواب ان کی طرف سے بیان کریں۔

(ج) جو لوگ جائز کہتے ہیں وہ حدیث ثابت کا کیا جواب دیتے ہیں؟ ابن عباسؓ نے اس نہی کا کیا مطلب بیان کیا ہے؟ اسی طرح حدیثِ رافع کا بھی جواب تحریر کریں۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت ثابت بن ضحاک سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزارعت سے منع فرمایا اور ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہلِ خیبر کو خیبر کی زمین میں نصف پر عامل بنایا۔

مزارعۃ کی تعریف اور ائمہ کرام کے مذاہب سوال نمبر ۸ میں ''ب'' کے تحت دیکھیں۔

(ب):

ممانعت کی ایک اور حدیث: ''من لم یدع المخابرۃ فلیؤذن بحرب من اللّٰہ ورسولہ''۔

(۱): حدیث ابن عمرؓ کا جواب، مانعینِ مزارعت کی طرف سے: واقعۂ خیبر کے متعلق امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ معاملہ فی ضمن المساقات تھا، اور امام مالکؒ فرماتے ہیں وہاں مزارعت کی زمین ارض مساقات سے کم تھی؛ لیکن امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ یہودِ خیبر کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ معاملہ مزارعت کا نہیں تھا؛ بلکہ خراج مقاسمہ کا تھا۔

لیکن یہ تاویل درست نہیں ہے؛ کیوں کہ خراج وہاں ہوتا ہے جہاں زمین کفار کی ہو، اور یہاں تو خیبر کی زمین مسلمانوں کی ملکیت میں تھی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲): واقعۂ خیبر کی حدیث فعلی ہے اور نہی عن المزارعۃ کی حدیث قولی ہے۔

(۳): احادیثِ خیبر مبیح ہیں، اور احادیثِ نہی محرم ہیں اور اُصولِ فقہ کا ضابطہ ہے کہ محرم مبیح پر مقدم ہوتی ہے۔

نوٹ: مذکورہ بالا جوابات درست نہیں ہیں، اسی لیے تعاملِ ناس کے پیشِ نظر فتویٰ صاحبینؒ کے قول پر ہے۔ (درسِ ترمذی: ج ۴، ص ۳۵۱، المعلم: ص ۷۸، فضل المنعم: ص ۱۴۶)

مزارعت کو جائز قرار دینے والوں کی طرف سے حدیث ابن ضحاک کا جواب:

(۱) احادیث نہی کو مزارعت کی اس قسم پر محمول کیا جائے گا جو بالاتفاق باطل ہے یعنی جس کے اندر پیداوار کے متعینہ وزن پر معاملہ کرنے کی شرط لگائی جائے۔

(۲) یہ نہی ارشادی ہے یعنی شارع کی طرف سے بطورِ مشورہ صادر ہوئی ہے۔

(۳) اس کو کراہت پر محمول کیا جائے گا۔

(نعمت المنعم: ص ۸۲، المعلم: ص ۷۸، فضل المنعم: ص ۱۴۶)

ابن عباسؓ نے اس حدیث کا کیا مطلب بیان ہے؟

اس کا جواب سوال نمبر ۹ میں ''ب'' کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

رافع بن خدیج کی حدیث کا جواب: (۱) رافع بن خدیج کی حدیث حکم عام پر محمول نہیں؛ بلکہ حکم خاص پر محمول ہے، لہٰذا اس سے عمومیت حکم پر استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

(۲) رافع بن خدیج کی حدیث حد درجہ مضطرب ہے، امام احمدؒ فرماتے ہیں:

''حدیث رافع ألوان، حدیث رافع ضروب''.

(نعمت المنعم: ص ۸۲، فضل المنعم: ص ۱۵۴)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال: (۱۲)، صفحہ: (۱۶)

(سالانہ امتحان ۱۴۱۸ھ/۱۴۳۱ھ)

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرَةِ حَتّٰى تُزْهِيَ، فَقَالَ إِذَا مَنَعَ اللّٰهُ الثَّمَرَةَ فَبِمَ تَسْتَحِلُّ مَالَ اَخِيْكَ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں، ازہاء کی تفسیر کو بطورِ انحصار ذکر کیا ہے یا بطورِ مثال، اسی طرح بدوِصلاح کا مفہوم واضح کریں۔

(ب) بدوِ صلاح سے قبل فروخت کرنے کی جتنی شکلیں ہوتی ہیں ان کو تحریر کریں، اور اس کے متعلق وضاحت کرتے ہوئے ائمہ اربعہ کے مذاہب کو بیان کریں، اور حدیث مذکور میں کس شکل کا بیان ہے؟ نیز إذا منع الله إلخ کا جملہ موقوف ہے یا مرفوع؟ امام مسلمؒ کی رائے کو بھی بیان کریں۔

(ج) درخت پر پھلوں کی بیع کی اقسام اور صورتوں کو ذکر کرتے ہوئے ائمہ اربعہ کے نزدیک ان کے احکام تحریر کیجیے۔

(د) مذکورہ حدیث سے کیا ثابت ہوتا ہے اور حدیث جابرؓ ''ان النبي ﷺ أمر بوضع الجوائح'' سے کیا ثابت ہوتا ہے؟ مفصل تحریر کریں۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے بدوِصلاح سے قبل پھل کی بیع سے منع فرمایا ہے، پس فرمایا: جب اللہ تعالیٰ روک لے پھل کو، تو کس چیز کے عوض تم میں سے کوئی اپنے بھائی کا مال حلال کرے گا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ازہاء کی تفسیر بطورِ انحصار ذکر کی ہے یا بطورِ مثال؟

إن تفسير الازهاء، بالاحمرار على طريق المثال لا على طريق الإنحصار.

ازہاء کی تفسیر کو احمرار کے ذریعہ بطورِ مثال ذکر کیا ہے نہ کہ بطورِ انحصار۔

(احسن الہادی: ص ر ۹۸)

بدوصلاح کا مفہوم:

بدوصلاح کا مفہوم سوال نمبر ٦ کے تحت دیکھیں۔

(ب):

بدوصلاح سے قبل فروخت کرنے کی جتنی شکلیں ہیں ان کی وضاحت مع اختلاف دلائل سوال نمبر ٦ میں ''ب'' کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث مذکور میں کس شکل کا بیان ہے؟

بدوصلاح سے قبل فروخت کرنے کی تین شکلیں ہیں: (ا) بشرط القطع (۲) بشرط الترک (۳) مطلق عن الشرط اور حدیث مذکور میں دوسری شکل یعنی بشرط الترک کا بیان ہے جو بالاتفاق ناجائز ہے۔ (القول المفہم: ص ر ۱٦۲)

''إذا منع الله'' کا جملہ موقوف ہے یا مرفوع؟

قال النووي نقله عن البيهقي أنّه من كلام أنس رضي الله عنه وهو الصواب، وهو موقوف عند الإمام المسلم.

امام نوویؒ بیہقیؒ سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ جملہ حضرت انسؓ کا ہے، اور امام مسلمؒ کے نزدیک بھی اصح قول موقوف ہونے کا ہے۔ (نووی: ص ر ۱٦)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج):

درخت پر پھلوں کی بیع مع اقسام واختلافِ ائمہ ودلائل سوال نمبر ۶ میں دیکھیں۔

(د) مذکورہ حدیث سے کیا ثابت ہوتا ہے؟ اور حدیثِ جابرؓ سے کیا؟

حدیثِ باب میں بیع بشرط الترک کا بیان ہے، جیسا کہ اس کی تفصیل ''ب'' میں گزر چکی۔

اور حدیثِ جابرؓ بھی بیع بشرط الترک پر محمول ہے؛ کیوں کہ اس میں صرف بیع کا تذکرہ ہے قبضہ کا ذکر نہیں ہے، جس کی وجہ سے وہ پھل ابھی بائع ہی کے قبضہ میں ہے؛ اس لیے وضع الحوائح کا حکم دیا۔ (نعمت المنعم: ص/۹۲)

سوال: (۱۳)، صفحہ: (۱۷)

(سالانہ امتحان ۱۴۲۲ھ/۱۴۳۲ھ/۱۴۳۶ھ)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرَّجُلِ الَّذِيْ يُعْدِمُ إِذَا وُجِدَ عِنْدَهُ الْمَتَاعُ وَلَمْ يُفَرِّقْهُ: أَنَّهُ لِصَاحِبِهِ الَّذِي بَاعَهُ. وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ: ''إِذَا أَفْلَسَ الرَّجُلُ فَوَجَدَ الرَّجُلُ عِنْدَهُ سِلْعَتَهُ بِعَيْنِهَا فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا''.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) بعینها کی مراد واضح کرتے ہوئے صورتِ مسئلہ کی وضاحت کیجیے اور اس کے حکم میں ائمہ کا اختلاف تحریر کیجیے۔

(ج) مفلس کس کو کہتے ہیں، اپنے مال کو بعینہ پانے کی کیا کیا شکلیں ہیں؟ اس کو لکھ کر اس کا حکم بیان کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(د) اگر بائع اپنی مبیع کو ایسے مشتری کے پاس پائے جس نے اس کا ثمن ادا نہیں کیا ہے، تو اس کا کیا حکم ہے؟ اگر مشتری کی وفات ہوگئی تو اس صورت میں اس کا کیا حکم ہے؟ ہر ایک کو تفصیل سے لکھیں۔

(ہ) حدیث میں مذکور مسئلہ کے بارے میں ائمہ کے مذاہب مع دلائل لکھے۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جو مفلس ہو جائے، جب کہ اس کے پاس مال بعینہٖ موجود ہو (جو اس نے خریدا تھا) اور اس نے اس میں کوئی تصرف نہ کیا ہو، تو سامان بائع کے لیے ہوگا۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص مفلس ہو جائے، پھر دوسرا شخص اپنا مال بعینہٖ اس کے پاس پائے تو اس مال کا وہ زیادہ حقدار ہے۔

(ب) بعینھا سے کیا مراد ہے؟

اس سے مراد وہ شئ ہے جس کو مشتری نے بائع سے خریدا تھا، اور اس کی قیمت ادا نہیں کی، اور اس میں تصرف بھی نہیں کیا، دراں حالے کہ وہ مفلس ہو گیا۔

صورتِ مسئلہ کی وضاحت اور اس کے حکم میں اختلافِ ائمہ مع دلائل:

تشریح: حدیثِ باب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مفلس کا تذکرہ کیا ہے، اور مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس روپیہ وغیرہ نہ ہو۔

اگر مفلس کے پاس کوئی شخص اپنا مال بعینہٖ پائے تو اس کی دو صورتیں ہیں:

(۱) حکم: اگر مفلس کے پاس کسی کا مسروقہ مال ہو، یا مغصوبہ، یا ودیعت وامانت کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

طور پر رکھا ہوا ہو تو باتفاق علماء مالک اس کا زیادہ حقدار ہے، دیگر غرماء سے اور غرماء اس میں سے حصہ نہیں پائیں گے۔

(۲) حکم: اگر مفلس کے پاس کسی کا خریدا ہوا مال موجود ہے جس کا اس نے ثمن ادا نہیں کیا ہے، تو بائع اپنے بچے ہوئے مال کا دیگر غرماء سے زیادہ حقدار ہے یا نہیں؟ اس میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے۔ (نعمت المنعم: ص ر ۹۵)

اختلافِ ائمہ:

(۱) ائمہ ثلاثہؒ فرماتے ہیں: کہ صرف اس مبیع کا بائع ہی حقدار ہوگا، دوسرے غرماء مستحق مبیع نہیں ہوں گے۔

(۲) امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں: بائع اور قرض خواہ دونوں اس مبیع میں حقدار ہوں گے۔ (فضل المنعم: ص ر ۱۸۳)

ائمہ ثلاثہؒ کی دلیل: حدیثِ باب ہے؛ اس لیے کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص مفلس ہو جائے پھر کوئی شخص اس کے پاس اپنا مال بعینہٖ پائے تو وہ شخص اس سامان کا زیادہ مستحق ہے، دوسرے غرماء کے مقابلہ میں۔ (درسِ ترمذی: ص ر ۱۹۳)

امام اعظم ابوحنیفہؒ کی دلیل: یہ ہے کہ مبیع بیع کی وجہ سے بائع کی ملکیت سے نکل گئی اور بائع کو ثمن وصول کرنے کے لیے مبیع کے روکنے کا حق ہے؛ لیکن جب بائع نے مبیع کو مشتری کے حوالہ کر کے اپنے حق کو مبیع سے ختم کر لیا، اب مشتری کے ذمہ صرف ثمن کا دین باقی رہ گیا، تو استحقاق کے اعتبار سے غرماء بائع کے برابر ہو گئے، لہٰذا مبیع میں دونوں استحقاق کے اعتبار سے برابر ہوں گے، جیسا کہ سارے حقوق میں سب برابر ہوتے ہیں۔ (فضل المنعم: ص ر ۱۸۴)

(ج): اس جزء کا جواب ''ب'' کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

(د): اگر مفلس مرجائے تو اس کا وہی حکم ہے جو اس کے مفلس ہونے کی صورت میں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جیسا کہ اس کی تفصیل ''ب'' کے تحت گزر چکی ہے۔

(ہ): اس جزء کا جواب بھی ''ب'' کے تحت گزر چکا ہے۔

سوال: (۱۴)، صفحہ: (۲۸)

(سالانہ امتحان ۱۴۲۷ھ/ ۱۴۳۴ھ/ ۱۴۳۶ھ)

عَنْ عَامِرٍ حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ كَانَ يَسِيرُ عَلَى جَمَلٍ لَهُ قَدْ أَعْيَا فَأَرَادَ أَنْ يُسَيِّبَهُ قَالَ فَلَحِقَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا لِي وَضَرَبَهُ فَسَارَ سَيْرًا لَمْ يَسِرْ مِثْلَهُ قَالَ: بِعْنِيهِ بِوُقِيَّةٍ. قُلْتُ لَا. ثُمَّ قَالَ: بِعْنِيهِ فَبِعْتُهُ بِوُقِيَّةٍ وَاسْتَثْنَيْتُ عَلَيْهِ حُمْلَانَهُ إِلَى أَهْلِي فَلَمَّا بَلَغْتُ أَتَيْتُهُ بِالْجَمَلِ فَنَقَدَنِي ثَمَنَهُ ثُمَّ رَجَعْتُ فَأَرْسَلَ فِي أَثَرِي فَقَالَ. أَتُرَانِي مَا كَسْتُكَ لِآخُذَ جَمَلَكَ خُذْ جَمَلَكَ وَدَرَاهِمَكَ فَهُوَ لَكَ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) حدیثِ پاک سے کیا کیا مسائل نکلتے ہیں؟ تحریر کیجیے، بیع میں شرط لگانا مفسدِ بیع ہے، اس کی تفصیل کیا ہے؟ نیز ائمہ کرام کے مذاہب مع دلائل لکھیے، یہ حدیث مذہبِ حنفیہ کے خلاف ہو تو اس کا جواب تحریر کیجیے۔

(ج) حدیثِ پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ بیع کے وقت شرط لگانا جائز ہے، اس بارے میں ائمہ کرام کے مذاہب مع دلائل لکھیے، نیز حدیث کا ظاہر حنفیہ کے خلاف معلوم ہوتا ہے، آپ اس کی اچھی توجیہ بیان کریں۔

(د) مطلب لکھیے اور بتایئے کہ بائع کو رکوب کی شرط لگانی جائز ہے یا نہیں؟ ائمہ اربعہ کا مذہب مع دلائل اور حنفیہ کی راجح دلیل پیش کیجیے، مذکورہ بالا حدیث اگر حنفیہ کے خلاف ہو تو اس کی تسلی بخش توجیہ کیجیے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ وہ ایک تھکے ہوئے اونٹ پر سوار ہو کر جا رہے تھے، انہوں نے اس کو چھوڑنا چاہا، حضرت جابرؓ فرماتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ مجھ سے آکر ملے، اور میرے لیے دعا کی، اور اونٹ کو مارا، تو وہ اس طرح چلنے لگا کہ اس سے پہلے کبھی بھی اس طرح نہیں چلا تھا (یہ آپ ﷺ کا معجزہ تھا) آپ ﷺ نے (حضرت جابرؓ سے) فرمایا: اس کو مجھے ایک اوقیہ میں فروخت کر دو، حضرت جابرؓ نے کہا: میں فروخت نہیں کروں گا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اسے مجھ کو فروخت کر دو، میں نے اسے ایک روقیہ میں آپ ﷺ سے گھر تک سواری کی شرط کے ساتھ فروخت کر دیا جب میں اپنے گھر پہنچا تو اونٹ آپ ﷺ کے پاس لے کر آیا، آپ ﷺ نے اس کی قیمت مجھے دی، میں واپس ہو گیا، تو پھر آپ ﷺ نے مجھے بلوایا اور فرمایا: کیا میں تم سے تمہارا اونٹ لینے کے لیے قیمت کم کراتا تھا، تم اپنا اونٹ لے جاؤ اور درہم بھی تمہارے واسطے ہی ہے (اونٹ اور درہم دونوں لے جاؤ)۔

حدیثِ پاک سے مستنبط مسائل:

(۱) حضور ﷺ کا معجزہ کہ خستہ اور ماندہ حال اونٹ کو پل بھر میں چست و چابق کر دیا۔

(۲) مبیع کے مالک سے مبیع کا سوال کرنا جیسا کہ حضور ﷺ نے حضرت جابرؓ سے اونٹ خریدنے کا سوال کیا۔

(۳) معاملہ میں زیادہ دینے کا ثبوت جیسا کہ حضور ﷺ نے حضرت جابرؓ کو زیادہ دیا تھا۔

(۴) اپنے ماتحت لوگوں کا حال پوچھنا اور ان کی کیفیت دریافت کرنا، اور ان کو نیک صلاح دینا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بیع بالشرط کا مفسد بیع ہونا:

بیع بالشرط کے جواز و عدمِ جواز میں ائمہ کرام کے دو قول ہیں:

قولِ اوّل: امام احمد بن حنبلؒ اور امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ بیع بالشرط جائز ہے۔

قولِ ثانی: جمہور فقہاء فرماتے ہیں کہ بیع بالشرط ناجائز ہے۔

قولِ اوّل کی دلیل: یہ حضرات حدیث کا جملہ "واستثنيت عليه حملانه إلى أهلي" سے استدلال کرتے ہیں کہ حضرت جابرؓ نے اپنا اونٹ گھر تک سوار ہونے کی شرط کے ساتھ فروخت کیا، جو اِس بات کی واضح دلیل ہے کہ بیع بالشرط جائز ہے۔

قولِ ثانی کی دلیل: جمہور فقہاء حدیث پاک "نهى النبيﷺ عن بيع و شرط" سے استدلال کرتے ہیں، کہ آپ ﷺ نے بیع بالشرط سے منع فرمایا، جو اِس بات کی بین دلیل ہے کہ بیع بالشرط ناجائز ہے۔

بیع بالشرط کی تفصیل اور اختلافِ ائمہ

بیع بالشرط کی تفصیل:

اِس باب میں شرط سے ایسی شرط مراد ہے جو مقارن عقد ہو، اور اس میں ایسی شیٔ کا اضافہ کر دیا جائے جس کا تعلق نفسِ عقد سے نہ ہو، پھر اس شیٔ میں دو احتمال ہیں: (۱) یا تو یہ چیز فی نفسہٖ حرام ہے (۲) یا اس کے وجود میں غرر اور دھوکا ہے۔

ان دونوں احتمالوں کی موجودگی میں یہ بیع بالاتفاق ناجائز ہے؛ لیکن اگر وہ شیٔ بذاتِ خود حرام نہ ہو، اور نہ اس کے وجود میں دھوکہ اور غرر کا احتمال ہو تو اس سلسلہ میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔

اختلافِ ائمہ:

قولِ اوّل: اصحابِ ظواہر اور ابن حزم فرماتے ہیں کہ یہ بیع مطلقاً ناجائز ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قولِ ثانی: ابن شبرمہؒ فرماتے ہیں کہ یہ بیع مطلقاً جائز ہے۔

قولِ ثالث: ابن ابی لیلیٰؒ صرف بیع کو جائز اور شرط کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔

مگر ائمہ اربعہ کے نزدیک اس مسئلہ میں کچھ تفصیل ہے۔

مذہبِ احناف: مذہب احناف کا انحصار تین چیزوں پر ہے:

(۱) یہ ہے کہ جو شرط مقتضاء عقد کے مطابق ہو، یا جو شرط عقد کے ملائم ومناسب ہو، یا جو شرط تعاملِ ناس کے مناسب ومطابق ہو، مذکورہ تینوں صورتوں میں شرط اور بیع دونوں جائز ہوں گی؛ کیوں کہ اس صورت میں شرط عقد کی تاکید اور تصریح کے لیے لگائی گئی ہے۔

(۲) یہ ہے کہ بیع میں ایسی شرط ہو جس میں عاقدین یا مبیع کا فائدہ ہو تو یہ شرط فاسد ہے، اور اس سے بیع بھی فاسد ہو جاتی ہے۔

(۳) یہ ہے کہ بیع میں ایسی شرط ہو جس میں عاقدین اور مبیع کسی کا فائدہ نہ ہو، تو شرط باطل اور عقد صحیح ہوگا۔

مذہبِ شوافع: مذہبِ شوافع کا مدار پانچ چیزوں پر ہے:

(۱) جو شرط مقتضاء عقد کے موافق ومطابق ہو۔

(۲) جو شرط مقتضاء عقد کے موافق نہ ہو؛ لیکن اس میں مصلحت عقد پایا جائے، جیسے: خیارِ رہن وغیرہ، تو عقد باطل نہیں ہوگا۔

(۳) جو شرط عقد کے ملائم ومناسب ہو شوافع اس کو مصلحتِ عقد سے تعبیر کرتے ہیں۔

(۴) وہ شرط جس میں نہ کسی کا فائدہ ہو اور نہ کوئی مصلحت ہو، تو یہ شرط لغو اور بیع درست ہوگی۔

(۵) جو شرط نہ مقتضاء عقد کے مطابق ہو اور نہ ملائم عقد ہو تو شوافع کے نزدیک صحیح نہیں ہے، اگرچہ تعاملِ ناس اس پر کیوں نہ ہو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مذہبِ احناف وشوافع کے مابین فرق:

احناف وشوافع کے مذہب کے درمیان فرق یہ ہے کہ احناف تو تعاملِ ناس والی شرط کو جائز اور شوافع ناجائز قرار دیتے ہیں۔

مذہبِ مالکیہ: مذہبِ مالکیہ نہایت باریک ہے اور اس میں دیگر مذاہب کی بہ نسبت تفصیل بھی کچھ زائد ہے۔

سابقہ دونوں مذہب اور مذہبِ مالکیہ میں فرق یہ ہے کہ ان دونوں مذاہب میں شرط کا ہونا اصل ہے اور جواز کی چند شرطیں مستثنیٰ ہیں، یعنی شرط کا جواز اصل ہے، اور عدمِ جواز کی چند صورتیں مستثنیٰ ہیں۔

اور امام مالکؒ کے مذہب کے مطابق صرف دو صورتوں میں شرط فاسد ہوگی:

(۱) جب کہ وہ مقتضاءِ عقد کے مناقض ہو۔

(۲) جب کہ شرط ثمن میں خلل پیدا کرے۔

مذہبِ حنابلہ: حضرات حنابلہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر شرط ایک سے زائد ہو تو شرط اور عقد دونوں مطلقاً فاسد ہوں گے، مثلاً کسی نے کپڑا اس شرط پر خریدا کہ بائع ہی اس کو دھلے گا اور سلائی بھی کرے گا، ہاں! اگر دونوں شرطیں ایسی ہوں، جو دونوں ملائم عقد ہوں تو ان کی وجہ سے عقد فاسد نہیں ہوگا۔

اور اگر شرط ایک ہو تو امام احمدؒ کا مذہب تھوڑے فرق کے ساتھ امام مالکؒ کے مذہب کے قریب ہے۔

اختلافِ ائمہ کی وجہ:

اس باب میں مختلف روایتیں آئی ہیں، جن کی بنا پر بیع بالشرط میں ائمہ کرام کا اختلاف ہوا، من جملہ ان روایات کے تین کو ذیل میں بیان کیا جاتا ہے:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۱) عن جابر أنه باع من رسول اللّٰہ جملاً و اشترط ظهره إلى المدينة.
اِس حدیث سے یہ مسئلہ واضح ہوجاتا ہے کہ بیع اور شرط دونوں جائز ہیں۔

(۲) عن عائشةؓ اشترى بريرةؓ و اشترط لهم الولاء.
اِس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بیع جائز اور شرط باطل ہے۔

(۳) عن عبداللہ ابن عمرؓ أنّ رسول اللّٰہ ﷺ قال: لایحل سلف و بیع ولاشرطان في بیع.

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر بیع شرط ایک شرط کے ساتھ ہو تو جائز ہے، اور اگر دو شرط کے ساتھ ہو تو جائز نہیں ہے۔

حدیثِ جابرؓ کا جواب: حضرت جابرؓ کی حدیث کے جواب مختلف ہیں، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیع مشروط تھی اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیع مشروط نہیں تھی۔ بنابریں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ حدیث بیع بالشرط کے جواز پر دلالت کرتی ہے۔

حدیثِ حضرت عائشہؓ کا جواب: امام نوویؒ نے یہ توجیہ کی ہے کہ یہ واقعہ حضرت عائشہؓ کے ساتھ خاص ہے، اس سے عام حکم ثابت نہیں کیا جاسکتا؛ کیوں کہ آپ ﷺ نے اوّلاً اشتراط کی اجازت دی اور بعد میں اس کو باطل قرار دیا؛ تاکہ لوگوں کی عادت اس سے ختم ہوجائے۔

(ج): اس جزء کا مکمل جواب "ب" کے تحت گزر چکا ہے۔

(د): مطلب اور بیع بالشرط میں اختلافِ ائمہ مع دلائل حدیثِ باب کا جواب "ب" کے تحت دیکھیں۔

حنفیہ کے راجح دلائل:

(۱) امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا مقصد یہاں بیع وشراء نہیں تھا؛ بلکہ حضرت جابرؓ کے ساتھ احسان کرنا تھا، ان کے ساتھ احسان کرنے میں دوسرے لوگ بھی اُمیدوار ہوسکتے تھے؛ اس لیے آپ ﷺ نے بیع کی صورت اختیار کی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) علّامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: کہ حضور ﷺ نے حقیقت میں بیع کا ارادہ نہیں کیا؛ بلکہ یہ تو صورۃً بیع ہے، اور حقیقۃً آپ ﷺ کا مقصد حضرت جابرؓ کو نفع پہنچانا تھا، جیسا کہ حدیث اس پر دلالت کر رہی ہے۔

(۳) ممکن ہے کہ یہ شرط صلبِ عقد میں ہو اور بیع مطلقاً واقع ہوئی ہو، بعد میں حضور ﷺ نے تبرعاً سوار ہونے کے لیے دیا ہو۔ (نووی: ج/۲، ص/۲۹)

سوال: (۱۵)، صفحہ: (۲۹)

(سالانہ امتحان ۱۴۲۳ھ)

عَنْ أَبِي الذِّئْبِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا اَتٰى عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ اَعْىٰ بَعِيْرِيْ قَالَ فَنَخَسَهٗ فَوَثَبَ فَكُنْتُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَحْبِسُ خِطَامَهٗ لِاَسْمَعَ حَدِيْثَهٗ فَمَااَقْدِرُ عَلَيْهِ فَلَحِقَنِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بِعْنِيْهِ فَبِعْتُهٗ مِنْهُ بِخَمْسِ اَوَاقٍ قَالَ قُلْتُ عَلٰى اَنَّ لِيْ ظَهْرَهٗ اِلَى الْمَدِيْنَةِ إلخ.

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کرنے کے بعد قدرے واقعہ کی تفصیل کریں، بیع بالشرط میں ائمہ اربعہ کے مذاہب نقل کریں۔

(ب) اس حدیث سے بیع بالشرط کا جواز معلوم ہوتا ہے جو لوگ ایسی بیع کو فاسد کہتے ہیں وہ حضرات اس حدیث کا کیا جواب دیتے ہیں؟

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ میرے پاس تشریف لائے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وقت تشریف لائے جب میرا اونٹ چلنے کی وجہ سے تھک گیا تھا۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو نیزہ مارا جس کی وجہ سے وہ کود پڑا، اس کے بعد میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات سننے کے لیے اونٹ کی نکیل کو کھینچا؛ لیکن تھام نہیں سکا، بالآخر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے آکر ملے، اور فرمایا کہ اسے مجھے فروخت کردو، تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پانچ اوقیہ میں مدینہ تک سوار ہونے کی شرط کے ساتھ فروخت کردیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مدینہ تک سوار ہو۔

حضرت جابرؓ کے اونٹ کا قصہ:

حضرت جابرؓ کا اونٹ گم ہوگیا تھا، وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا "ومالك يا جابر؟" تو حضرت جابرؓ نے فرمایا: کہ میرا اونٹ گم ہوگیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ وہاں تمہارا اونٹ ہے جاکر لے لو، جدھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا، ادھر ہی حضرت جابرؓ نے تلاش کیا؛ مگر نہیں ملا، اور واپس آکر انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہی جملہ ارشاد فرمایا، حضرت جابرؓ پھر گئے؛ لیکن اب بھی نہیں ملا، اور واپس آکر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ہاتھ کو پکڑ کر ان کو لے کر گئے، اور جس جگہ اونٹ تھا، وہاں پہنچے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹ پکڑ کر حضرت جابرؓ کو دیا، حضرت جابرؓ اونٹ پر چڑھے؛ لیکن اونٹ بہت سست تھا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا تو دعاء فرمائی، اور کوڑے یا لاٹھی سے اونٹ کو مارا، اب وہ اتنی تیزی سے چلنے لگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اونٹ سے بھی آگے بڑھ گیا، حضرت جابرؓ اس کی لگام کھینچ رہے تھے، تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات سنیں، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم مجھے اپنا یہ اونٹ بیچ دو، حضرت جابرؓ نے کہا نہیں؛ بلکہ وہ آپ کو ہدیہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیچنے پر اصرار کیا، تو حضرت جابرؓ نے فروخت کردیا، اور اپنے اہل تک اس پر سوار ہوکر آنے کا استثناء کیا، مدینہ آکر وہ اونٹ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے گئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی پوری قیمت دی اور مزید ایک قیراط دیا، حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ وہ ایک قیراط برابر میری تھیلی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

میں رہتا تھا، یہاں تک کہ حرّہ کی لڑائی میں شامیوں نے اسے لے لیا، حضرت جابرؓ ثمن لے کر جب واپس ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پیچھے آدمی بھیج کر ان کو بلوایا، اور فرمایا: کہ تمہارا کیا گمان ہے، کہ میں نے تجھے ثمن کم دیا ہے، تیرے اونٹ لے لینے کے بعد، تو یہ اونٹ بھی لے اور ثمن بھی لے جا سب تیرا ہے۔ (المعلم: ص/۱۴۲)

بیع بالشرط میں ائمہ اربعہ کے مذاہب:

اس کا جواب سوال نمبر ۱۴ میں ''ب'' کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

(ب):

اس حدیث سے بیع بالشرط کا جواز معلوم ہوتا ہے، جو ایسی بیع کو فاسد کہتے ہیں ان کی طرف سے اس کا جواب سوال صفحہ نمبر ۱۴ ''ب'' کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

سوال: (۱٦)، صفحہ: (۳۱)

(سالانہ امتحان ۱۴۱۴ھ)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَدِيْنَةَ وَهُمْ يُسْلِفُوْنَ فِي الثِّمَارِ السَّنَةَ وَالسَّنَتَيْنِ فَقَالَ مَنْ اَسْلَفَ فِيْ تَمْرٍ فَلْيُسْلِفْ فِيْ كَيْلٍ مَعْلُوْمٍ وَوَزْنٍ مَّعْلُوْمٍ إِلٰى اَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ:

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ پیش کیجیے۔

(ب) سلم کی تعریف لغوی و اصطلاحی ذکر کیجیے، کیا سلم حال بھی ہو سکتا ہے، بعض روایات میں ''أجل معلوم'' کی قید ہے سوچ کر لکھئے۔ کیا ائمہ کرام کا اس بارے میں اختلاف ہے؟ نیز احناف کے نزدیک بیع سلم کے درست ہونے کے کیا شرائط ہیں؟ اور ان کی دلیلیں کیا ہیں؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے، تو لوگ پھلوں میں ایک سال دو سال کے لیے بیع سلم کرتے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: جو بھی بیع سلم کرے تو وہ کیل معلوم وزنِ معلوم کے ساتھ مقررہ مدّت تک کرے۔

(ب) سلم کی لغوی واصطلاحی تعریف:

لغوی تعریف: سلم کے لغوی معنیٰ ''تسلیم کرنا'' اور سلم کو سلف بھی کہتے ہیں، جس کے لغوی معنیٰ قرض کے ہیں۔

اصطلاحی تعریف: بيع الأجل بالعاجل: یعنی ثمن نقد ہو اور مبیع اُدھار۔

کیا ثمن سلم حال بھی ہوسکتا ہے؟

سلم حال کے جواز وعدمِ جواز میں فقہاء کرام کے دو قول ہیں:

قولِ اوّل: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ سلم حال جائز ہے۔

قولِ ثانی: ائمہ ثلاثہؒ اور امام اوزاعیؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

قال النووي: قد اختلف العلماء في جواز السلم الحال مع إجماعهم على جواز المؤجل، فجوز الحالَ الشافعيُ وآخرون ومنعه أبي مالك و أبوحنيفة وآخرون. (نووی: ج/۲، ص/۳۱)

نوٹ: امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ روایات میں اجل معلوم کی قید سلم حال کی نفی کرنے کے لیے نہیں ہے؛ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب اُدھار بیع کی جائے تو مدت معلوم ہونی چاہیے کما ھو مذہب الشافعیؒ۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

احناف کے نزدیک بیع سلم کے شرائط مع دلائل:

بیع سلم کے جواز کے لیے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک سات شرائط ہیں:

(۱) مسلم فیہ کی مقدار کا متعین ہونا۔

(۲) مدت متعین ہونا لقوله عليه السلام: في كيل معلوم ووزن معلوم إلى أجل معلوم.

یہ دونوں شرطیں حدیث سے ثابت ہیں۔

(۳) صفت کا معلوم ہونا کہ مسلم فیہ جید یا متوسط یا ردی ہے۔

(۴) جنس کا معلوم ہونا۔

(۵) نوع کا معلوم ہونا۔

ان پانچ شرائط پر فقہاء کرام کا اتفاق ہے، انہوں نے ان پانچ شرائط کو دلالت النص سے ثابت کیا ہے؛ کیوں کہ مقدار و مدت کی تعیین کی وجہ یہ ہے کہ اگر اس کی تعیین نہ کی جائے تو یہ مفضی الی النزاع ہوگا، لہٰذا ہر وہ جہالت جو مفضی الی النزاع ہو، اس کا ازالہ ضروری ہے، اسی وجہ سے بیع سلم کی صحت کے لیے ان شرطوں کو ضروری قرار دیا ہے۔ (المعلم: ص/۱۵۸، تکملہ فتح الملہم: ص/۶۰۴) البتہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دو شرط اور ہیں۔

(۶) مسلم فیہ معاملہ کے وقت سے ادائیگی کے وقت ہمیشہ بازار میں دستیاب رہے، امام ابوحنیفہؒ نے دلیل بنایا اس حدیث کو جو بخاری میں ابن عباسؓ کے حوالہ سے نقل کی گئی ہے کہ ابن عباسؓ سے سوال کیا گیا سلم فی النخل کے بارے میں تو حضرت نے فرمایا نهى رسول الله صلّى الله عليه وسلم عن بيع النخل حتى يوكل منه.

(۷) اور اس جگہ کو بیان کرنا، جہاں مسلم فیہ کو ادا کرنا ہو، جب کہ مسلم فیہ کے لیے بوجھ اور خرچہ اُٹھانا پڑتا ہو؛ کیوں کہ مکان ایفاء کی تعیین نہ ہونا بھی مفضی الی النزاع ہے۔ (فضل المنعم: ص/۲۷۹)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال: (۱۷)، صفحہ: (۳۷)

(سالانہ امتحان ۱۴۳۹ھ)

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَيُّمَا رَجُلٍ أُعْمِرَ عُمْرىٰ لَهُ وَلِعَقِبِهٖ فَإِنَّهَا لِلَّذِىْ أُعْطِيَهَا لَاتَرْجِعُ اِلَى الَّذِيْ اَعْطَاهَا لِأَنَّهٗ أَعْطٰى عَطَاءً وَقَعَتْ فِيْهِ الْمَوَارِيْثُ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) حدیث کا مطلب تحریر کریں۔

(ج) اور بتائیں کہ عمریٰ کس کو کہتے ہیں، اور اس کی کتنی قسمیں ہیں؟ اور ان کا کیا حکم ہے؟

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ وہ شخص جس کے لیے اور اس کے وارثوں کے لیے کوئی چیز بطورِ عمریٰ کے دی گئی تو وہ اسی کے لیے ہوگی جس کے لیے دی گئی ہے اور وہ دینے والے کی طرف نہیں لوٹے گی؛ کیوں کہ اس نے وہ بطورِ عطیہ کے دی ہے۔

(ب): تشریح:

عمریٰ، رجعیٰ کی طرح مصدر ہے، اس کے معنیٰ لغت میں مکان کو عمر بھر دینے کے آتے ہیں۔

اور اصطلاح میں عمریٰ کہتے ہیں کہ اپنا مکان کسی کو یہ کہہ کر رہنے کے لیے دے کہ تمہیں عمر بھر کے لیے یا جب تک میں زندہ ہوں اس وقت تک رہنے کے لیے دیتا ہوں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور ہم میں سے جو پہلے مر جائے گا، تو میرے مکان کو میری اولاد کی طرف واپس کر دے گا اور گھر دینے والے کو "مُعمِر" اور جس کے لیے گھر دیا گیا ہے اس کو "مُعمَر لہٗ" کہتے ہیں۔

(فضل المنعم: ص/۳۳۱)

عمریٰ کا مطلب اور اس کی قسمیں مع احکام:

زمانۂ جاہلیت میں بھی عمریٰ مشہور و معروف تھا اور اس کا مطلب یہ سمجھا جاتا تھا کہ یہ عاریت ہے، ہبہ نہیں ہے، لہٰذا جب تک "معمر لہٗ" زندہ ہے، وہ اس سے فائدہ اُٹھائے گا اور جب اس کا انتقال ہو جائے گا تو اس وقت وہ جائداد معمر کے پاس واپس آجائے گی، حدیث باب نے زمانۂ جاہلیت کے عمریٰ میں تبدیلی پیدا کی جس کی تفصیل یہ ہے کہ عمریٰ کی تین صورتیں ہیں۔

عمریٰ کے اقسام:

(۱) ایک صورت یہ ہے کہ معمر یہ تصریح کر دے کہ "اعمرتُك هذه الدار وهي لك ولعقبك"، یعنی یہ گھر تمہیں عمریٰ کے طور پر دے رہا ہوں اور یہ تمہارا اور تمہارے وارثوں کا ہے۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ معمر پہلی صورت کے بالکل برعکس کی صراحت کر دے، مثلاً یہ کہے کہ: "داري لك عمرىٰ ماعشت فإن مت فهي راجعةٌ إليّ" یعنی میں تمہیں اپنا گھر عمریٰ کے طور پر دیتا ہوں، جب تک کہ تم زندہ ہو، اور جب تمہارا انتقال ہو جائے گا تو میرے پاس واپس آجائے گا۔

(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ معمر کہے: "اعمرتُك هذه الدار یا داري لك عمرى"، لیکن معمر لہٗ کے مرنے کے بعد کیا ہوگا اس کی صراحت نہ کرے۔

(درسِ ترمذی: ج/۴، ص/۲۹۲)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عمریٰ کے احکام:

قولِ اوّل: امام شافعیؒ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تینوں صورتوں میں ہبہ ہے۔

قولِ ثانی: امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ تینوں صورتوں میں عمریٰ کو عاریت ہی سمجھا جائے گا نہ کہ ہبہ، جہاں تک پہلی صورت کا تعلق ہے جس میں معمر نے یہ صراحت کردی تھی کہ ''هي لك ولعقبك'' تمہارے مرنے کے بعد تمہارے ورثاء کی جانب منتقل ہو جائے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ورثاء اس گھر سے صرف انتفاع کے حقدار ہیں، ملکیت ان کی طرف منتقل نہیں ہوگی، یہاں تک کہ جب معمر لہٗ کے تمام ورثاء انتقال کر جائیں تو اس وقت یہ گھر معمر کی جانب واپس آجائے گا، اگر وہ نہ ہو تو اس کے ورثاء کی جانب لوٹ آئے گا۔

دوسری صورت: جس میں اس نے یہ صراحت کردی کہ معمر لہٗ کے انتقال کے بعد میرے پاس واپس آجائے گا، تو اس میں کوئی اشکال نہیں۔

تیسری صورت: جس میں اس نے صراحت نہیں کی تھی؛ بلکہ مطلق رکھا تھا، تو اس صورت میں بھی معمر کے پاس واپس آجائے گا۔ (درسِ ترمذی: ج ۴، ص ۲۹۲)

مذہب امام شافعیؒ اور امام ابو حنیفہؒ:

حنفیہؒ، شافعیہؒ اور صحیح قول کے مطابق حنابلہؒ بھی اس بات کے قائل ہیں کہ تینوں صورتوں میں ہبہ ہے۔ اور جب ''عمریٰ'' کا لفظ استعمال کر کے کسی شخص نے اپنا گھر دوسرے کو دیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ معمر لہٗ کو اس گھر کا مالک بنادیا۔

پہلی صورت میں تو بالکل ظاہر ہے۔

اور دوسری صورت میں جب اس نے یہ شرط لگادی کہ مرنے کے بعد یہ گھر میری طرف لوٹ آئے گا، تو یہ شرط فاسد ہوگی، اور وہ مکان ہمیشہ کے لیے معمر لہٗ کا ہوگا۔

تیسری صورت میں اس نے کوئی صراحت نہیں کی ہے، تو اس میں بطریقِ اولیٰ ہبہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

منتقل ہوگا، لہٰذا یہ مکان بھی کسی صورت میں معمر کی طرف نہیں لوٹے گا۔

(درسِ ترمذی: ج/۴، ص/۲۹۳)

امام مالکؒ کی دلیل:

الدليل الأول: عن جابر قال: إنما العمرىٰ اللتي اجاز رسول الله ﷺ هي لك ولعقبك فأما إذا قال هي لك ماعشت فإنها ترجع إلى صاحبها.

(مسلم: ج/۲، ص/۳۸)

وجہِ استدلال: یہ ہے کہ اس حدیث پاک میں مالک کی طرف واپسی کی صراحت ہے، اور واپسی عاریت میں ہوتی ہے نہ کہ ہبہ، لہٰذا معلوم ہوا کہ عمریٰ عاریت ہے ہبہ نہیں ہے۔

الدليل الثاني: عن أبي هريرة عن رسول الله ﷺ العمرى جائزة.

(مسلم: ج/۲، ص/۳۸)

وجہِ استدلال: یہ ہے کہ آپ ﷺ نے عمریٰ کی اجازت دی اور یہ عمریٰ عادتِ معروف کے مطابق جائز ہوگا، اور اہلِ عرب کے نزدیک معروف عمریٰ یہ ہے کہ وہ صرف منافع یعنی عاریت کا فائدہ دیتا ہے نہ کہ ہبہ کا۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل:

الدليل الأول: عن جابر رضي الله عنه أن رسول الله قال: امسكوا عليكم أموالكم ولا تعمروها فمن أعمر شيئًا حياته فهو له حياته وبعد مماته.

وجہِ استدلال: آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے مال کو اپنے پاس روکے رکھو، اور بطورِ عمریٰ نہ دو، لہٰذا اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں کسی کو کوئی چیز بطورِ عمریٰ دے تو وہ معمرلہ کی زندگی اور موت کے بعد اسی کے واسطے ہے، لہٰذا اس حدیث سے واضح طور پر عمریٰ کا ہبہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ (فضل المنعم: ص/۳۳۲)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الدليل الثاني: العمرىٰ لمن وهبت له.

وجہِ استدلال: یہ ہے کہ اس روایت میں عمریٰ کو ہبہ قرار دیا ہے، اور ہبہ میں واہب کو رجوع کرنے کا حق نہیں ہوتا، لہٰذا عمریٰ میں بھی معمر کی طرف نہیں لوٹے گا؛ بلکہ معمرلہٗ کا ہوگا۔

امام مالکؒ کی دلیل کا جواب:

(۱) حضرت امام مالکؒ نے جو حدیثِ جابرؓ سے استدلال کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ وہ صرف حضرت جابرؓ کا اجتہاد ہے، اس سے احادیثِ مطلقہ کی تخصیص نہیں کی جائے گی۔

(۲) امام طحاویؒ نے کہا ہے کہ روایت ''عن عبد الرزاق عن معمرٍ عن زهري عن جابر رضي الله عنه قال: إنّما العمرىٰ التي اجازها رسول الله ﷺ'' میں عبدالرزاق کی یہ غلطی ہے کہ انہوں نے اس کو حضرت جابرؓ کا قول قرار دیا ہے، جب کہ یہ امام زہریؒ کا مقولہ ہے، حضرت جابرؓ کا نہیں، لہٰذا اس سے استدلال کرنا بھی درست نہیں ہوگا۔ (نعمت المنعم: ج/۲، ص/۱۸۳)

سوال: (۱۸)، صفحہ: (۳۸)

(سالانہ امتحان ۱۴۱۴ھ/۱۴۲۰ھ)

عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى فِيْمَنْ أَعْمَرَ عُمْرَىٰ لَهُ وَلِعَقِبِهِ فَهِيَ لَهُ بَتْلَةً لَا يَجُوزُ لِلْمُعْطِي فِيْهَا شَرْطٌ وَلَا ثُنْيَا. قَالَ أَبُوْ سَلَمَةَ لِأَنَّهُ أَعْطٰى عَطَاءً وَقَعَتْ فِيهِ الْمَوَارِيْثُ فَقَطَعَتِ الْمَوَارِيْثُ شَرْطَهُ.

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں۔

(ب) عمریٰ مطلقہ ومقیدہ کی تعریف مع امثلہ لکھیے، نیز عمریٰ کے اقسام مع مذاہب و دلائل لکھیے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج) عمریٰ کا مفہوم بیان کریں۔

(د) عمریٰ کے اقسامِ ثلاثہ کو بیان کر کے ائمہ کے مذاہب بیان کریں۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ جو کوئی کسی کو بطورِ عمریٰ (مکان) دے (تو یہ اس کے لیے ہے) اور اس کے ورثاء کے لیے ہے، تو پس اس میں معمرلہٗ کی ملکیت یقینی طور پر ثابت ہو جاتی ہے، اور معمر کا کوئی شرط لگانا یا استثناء کرنا جائز نہیں ہوگا۔

ابوسلمہ فرماتے ہیں کہ اس نے اس طرح دیا کہ اس میں میراث جاری ہوگی اور میراث نے اس کی شرط کو ختم کر دیا۔

(ب):

عمریٰ مطلقہ کی تعریف: اعمرتُ هذه الدار یاداري لك عمری، جیسے: "معمر" معمرلہٗ سے یہ کہے کہ یہ مکان میں تیرے لیے بطورِ عمریٰ کے دیتا ہوں اور اس بات کی صراحت نہ کرے کہ معمرلہٗ کی وفات کے بعد یہ مکان معمرلہٗ کے ورثاء کو ملے گا یا میری طرف واپس لوٹ آئے گا۔

عمریٰ مقیدہ کی دو قسمیں ہیں:

(۱) أعمرتك هذه الدار وهي لك ولعقبك. مثلاً: معمر معمرلہٗ سے یہ کہے کہ یہ گھر میں تمہیں بطورِ عمریٰ کے دیتا ہوں، اور اس بات کی بھی صراحت کر دے کہ یہ تمہارا اور تمہارے ورثاء کا ہے۔

(۲) داري لك عمری ماعشت فإن مت فهي راجعة إليّ. مثلاً: معمر معمرلہٗ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سے یہ کہے کہ میں نے یہ مکان تیرے لیے بطورِ عمریٰ دیا، جب تک کہ تو زندہ رہے اور تیرے مرنے کے بعد میرے پاس واپس آجائے گا۔

(ج): عمریٰ کے اقسام مع مذاہب ودلائل سوال نمبر ۱۷ کے تحت دیکھیں۔

عمریٰ کا مفہوم سوال نمبر ۱۷ ''ج'' کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

(د): عمریٰ کے اقسام مع مذاہب ودلائل سوال نمبر ۱۷ ہی میں ملاحظہ فرمائیں۔

سوال: (۱۹)، صفحہ: (۴۳)

(سالانہ امتحان ۱۴۲۱ھ/۱۴۲۶ھ)

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ هَلُمَّ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوْنَ بَعْدَهُ فَقَالَ عُمَرُ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَدْ غَلَبَ عَلَيْهِ الْوَجَعُ وَعِنْدَكُمُ الْقُرْاٰنُ حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ. كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ إِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ الرَّزِيَّةِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَبَيْنَ أَنْ يَكْتُبَ لَهُمْ ذٰلِكَ الْكِتَابَ مِنِ اخْتِلَافِهِمْ وَلَغَطِهِمْ.

(الف) عبارت بااعراب لکھ کر ترجمہ کریں۔

(ب) امت کے ہر فرد کو ضلالت سے بچانا ضروری ہے، جس سے بظاہر قلم ودوات لانے کا امرِ وجوب کا معلوم ہوتا ہے، حضرت عمرؓ نے اس امر کو عدمِ وجوب پر محمول کیا ہے، اس کا قرینہ اور ان کے نزدیک ''لاتضلّون'' کا مفہوم کیا ہے تحریر کریں۔ اور ابن عباسؓ وغیرہ نے لاتضلّون کا مفہوم کیا سمجھا ہے، جس کی بنا پر إنّ الرزیۃ کلّ الرزیۃ ارشاد فرمایا ہے، ان کی تفصیل کر کے حضرت عمرؓ کی رائے کے وجوہِ ترجیح مفصل تحریر کریں۔

(ج) جب آپؐ ایسی مفید اور کارآمد تحریر لکھوانا چاہتے ہیں، تو حضرت عمرؓ کا ''حسبنا کتابنا'' کہنا کیسے صحیح ہوا؟ حضرت عمرؓ ''لاتضلون بعدہ'' کا کیا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مفہوم سمجھ رہے ہیں؟ اور ابن عباسؓ اس کا کیا مطلب لے رہے ہیں، دونوں کے مطلب بیان کرکے آپ حضرت عمرؓ کے قول کو مدلل کریں، جس سے حضرت ابن عباسؓ کے فہم کی تردید ہوجائے۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: جب آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہارے واسطے ایک تحریر (وصیت نامہ) لکھ دیتا ہوں جس کے بعد تم لوگ کبھی گمراہ نہیں ہوگے، حضرت عمرؓ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ پر تکلیف و پریشانی غالب آ گئی ہے، اور تمہارے پاس قرآن موجود ہے، لہٰذا ہمارے لیے کتاب اللہ کافی ہے۔

حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے کہ یہ مصیبت بالائے مصیبت ہے، جو صحابہ کرامؓ کے اختلاف و انتصار کی وجہ سے اس تحریر (وصیت نامہ) اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان حائل ہوگئی۔

(ب) حضرت عمرؓ کا امر کو عدم وجوب پر محمول کرنے کے قرائن:

حضرت عمر فاروقؓ نے آپ ﷺ کے امر کو عدمِ وجوب پر چند قرائن کی بناء پر محمول کیا ہے:

(۱) یہ قصہ جمعرات کے دن پیش آیا تھا، اور حضور ﷺ کی وفات دوشنبہ کو ہوئی تھی، چار روز تک آپ ﷺ اس کے بعد زندہ رہے، پس اگر کوئی ایسی ضروری تحریر ہوتی تو آپ ﷺ کو اس کے لکھوانے کا کافی موقع ملا تھا، اس کے باوجود حضور ﷺ نے نہ لکھوائی، اگر اس کو ضروری قرار دیا جائے تو نص قرآنی "یَآاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ" کی مخالفت لازم آتی ہے۔ (نعمت المنعم: ج ۲، ص ۲۰۱)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) حضور ﷺ نے قلم و دوات نہ لانے کی وجہ سے کسی پر عتاب نہیں فرمایا، سوائے اس کے کہ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا: "قوموا عني" "تم یہاں سے چلے جاؤ، حالاں کہ آپ ﷺ نے لدود کرنے والوں پر عتاب فرمایا ہے، اگر سامانِ کتابت لانے کا حکم وجوبی ہوتا، تو رسول اللہ ﷺ ان لوگوں کو نہیں چھوڑتے۔

(۳) حضرت عمرؓ نے یہ سمجھا کہ حضور ﷺ نے شفقت ورحمت کی وجہ سے اس کا حکم دیا ہے؛ اس لیے امر کو استحباب پر محمول کیا۔ (احسن الہادی: ص / ۱۱۵)

لاتضلّون بعدہٗ کی مراد: حضرت عمرؓ نے اس سے یہ مراد لیا کہ پوری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوسکتی ہے، نہ کہ امت کا ہر ہر فرد، اس لیے کہ حضرت عمرؓ کے سامنے دلائل موجود تھے، اس کی دلیل یہ ہے کہ:

(۱) "ستفرق أمتي علی ثلث وسبعین" إلخ

(۲) ولاتزال طائفۃ من أمتي علی الحق.

اسی طرح دیگر قرائن کی بنا پر حضرت عمرؓ نے یہ معنیٰ مراد لیے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ کی مراد:

حضرت ابن عباسؓ نے ضلالت سے اختلاف بین المسلمین بالقتال مراد لیا ہے، اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے یہ جملہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان قتال کے وقوع کے وقت کہا تھا، "إن الرزیۃ کل الرزیۃ" یہ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے۔ (احسن الہادی: ص / ۱۱۴)

حضرت عمرؓ کی رائے کے وجوہِ ترجیح:

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی رائے صحیح تھی؛ کیوں کہ حضرت عمرؓ کو معلوم تھا کہ حضور ﷺ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے بارے میں لکھ دینا چاہتے ہیں اور ہم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سب حضرت ابوبکرؓ کی خلافت پر متفق ہیں۔ تو لکھوانے کی کیا ضرورت ہے، اگر کتابت کا امر وجوبی ہوتا تو کسی صورت میں اس کو ترک نہیں کیا جاتا، رہا حضرت ابن عباسؓ کا اظہارِ افسوس تو ابن عباسؓ کی نظر اور محبت اپنی جگہ ہے؛ لیکن حضرت عمرؓ کا تفقہ حضرت ابن عباسؓ سے بڑھا ہوا ہے۔ (نووی: ج/۲، ص/۴۲، فضل المنعم: ص/۲۷۰)

(ج): حضرت عمرؓ کا ''حسبنا کتاب اللہ'' کہنا:

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا حسبنا کتاب اللہ فرمانا، یہ ان کے دقتِ نظر اور تفقہ فی الدین، نیز حبِ رسول پر دلالت کرتا ہے؛ کیوں کہ تین ماہ قبل تکمیلِ دین کے سلسلہ میں اعلان ہو چکا تھا، پھر ''مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ'' قرآنِ کریم میں موجود ہے۔ ان تمام کے باوجود شدتِ مرض کے وقت، جب کہ سر مبارک پر ڈول کا ڈول پانی ڈالا جا رہا تھا، اور بار بار ایسی نوبت آ رہی تھی تو لکھنے لکھوانے کی تکلیف کسی طرح مناسب نہیں تھی۔

لَا تضلّون بعده کا مفہوم: اس کا جو مفہوم حضرت عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا ہے اس کا جواب ''ب'' کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

(نووی: ص/۴۲، فضل المنعم: ص/۲۷۰)

سوال: (۲۰)، صفحہ: (۴۸)

(سالانہ امتحان ۱۴۲۵ھ)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ فَرَاٰى غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا فَلْيَأْتِ الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ وَلْيُكَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِهٖ.

وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِذَا حَلَفَ أَحَدُكُمْ عَلٰى يَمِيْنٍ فَرَاٰى خَيْرًا مِّنْهَا فَلْيُكَفِّرْهَا وَلْيَأْتِ الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) کفارہ یمین قبل الحنث میں ائمہ کرام کے مذاہب نقل کریں، پھر جانبین کے دلائل تحریر کریں۔

(ج) مذکورہ بالا حدیث میں سے ایک میں کفارہ کا ذکر پہلے ہے اور حانث ہونے کا بعد میں اور دوسری حدیث میں اس کے برعکس ہے، کیا اس طرح کی احادیث سے کسی کا اپنے مذہب کے لیے استدلال کرنا صحیح ہے، صحیح ہونے اور نہ ہونے دونوں کو مدلل لکھیں۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جو شخص کسی کام پر قسم کھائے، پھر اس سے بہتر کام دیکھے، تو قسم کا کفارہ دے اور اس سے بہتر کام کرلے۔

اور حضرت عدی بن حاتمؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کسی کام پر قسم کھالے، پھر اس سے بہتر کو دیکھے تو اس کو چاہیے کہ قسم کا کفارہ دے، اور بہتر کام کو کرلے۔

(ب) حانث ہونے سے پہلے کفارہ ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

اس بات پر تمام علماء متفق ہیں کہ اگر قسم کھانے سے پہلے ہی کفارہ دے دیا تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے؛ لیکن اگر قسم کھانے کے بعد قبل الحنث کفارہ ادا کرے تو اس میں فقہاء کرام کے دو قول ہیں۔

قولِ اوّل: امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں: کہ قبل الحنث کفارہ کی ادائیگی درست نہیں ہے۔

قولِ ثانی: ائمہ ثلاثہؒ فرماتے ہیں: کہ قبل الحنث کفارہ کی ادائیگی درست ہے۔

(فضل المنعم: ص/۴۰۳)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قولِ اوّل کی دلیل (۱): عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: من حلف علی یمین فرأی غیرها خیرًا منها فلیأت الذي هو خیر ولیکفر عن یمینه.

(۲) عن [illegible] الذي هو خير وليترك يمينه.

وجہِ استدلال: ا [illegible] نے کا حکم ہے، پھر کفارہ کا، معلوم ہوا کہ قبل الحنث کفارہ کی ادائیگی درست [illegible]

قولِ ثانی کی دلیل (۱): عن أبي هريرة رضي الله عنه، أنّ رسول الله ﷺ قال: من حلف علی یمین فرأی خیرًا منها فلیکفر عنه، ولیفعل.

(۲): عن عدی بن حاتم فلیکفرها ولیأت الذي هو خیر.

وجہِ استدلال: ائمہ ثلاثہؒ حدیث کے ظاہر سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفارہ پہلے بیان فرمایا، پھر بھلائی اور خوبی کو بیان فرمایا، جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قبل الحنث کفارہ ادا کرنا درست ہے۔

(ج):

حدیث "عدي بن حاتم" إلخ سے ائمہ ثلاثہؒ نے استدلال کیا ہے؛ لیکن ان حضرات کا اس سے استدلال کرنا درست نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ حدیث لفظ "واوٗ" کے ساتھ وارد ہوئی ہے، اور "واوٗ" مطلق جمع کے لیے آتا ہے، جب واوٗ مطلق جمع کے لیے ہے تو ترتیب کا فائدہ نہیں دے گا، اور حدیث باب کفارہ قبل الحنث پر بھی دلالت نہیں کرے گی اور عدمِ دلالت کی صورت میں حدیث مذکور سے کسی کا بھی استدلال کرنا درست نہیں ہے جیسا کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے "حجۃ اللہ البالغہ" میں تحریر کیا ہے کہ یہ مسئلہ صحابہؓ کے درمیان بھی مختلف فیہ تھا اور ائمہ کے درمیان بھی مختلف فیہ ہے؛ البتہ احتیاط مذہبِ حنفی میں ہے۔ (نعمت المنعم: ص / ۲۲۰، فضل المنعم: ص / ۴۰۳)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال:(۲۱)، صفحہ:(۴۹)

(سالانہ امتحان ۱۴۱۸ھ)

قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوٗدَ نَبِيُّ اللّٰهِ لَاَطُوْفَنَّ اللَّيْلَةَ عَلٰى سَبْعِيْنَ امْرَأَةً كُلُّهُنَّ تَأْتِيْ بِغُلَامٍ يُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ اَوِ الْمَلَكُ قُلْ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ فَلَمْ يَقُلْ وَنَسِيَ فَلَمْ تَأْتِ وَاحِدَةٌ مِّنْ نِسَآئِهٖ اِلَّا وَاحِدَةٌ جَآءَتْ بِشِقِّ غُلَامٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَلَوْ قَالَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمْ يَحْنَثْ وَكَانَ دَرَكًا لَهٗ فِيْ حَاجَتِهٖ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) ”کان درگا لہ في حاجتہ“ یہ ان شاءاللہ کی خاصیت ہے؟ یا یہ حضرت سلیمانؑ کے ساتھ خاص تھا، حضرت سلیمانؑ کے قسم کھانے کا ثبوت کس لفظ سے ہوتا ہے؟ اگر کوئی جملہ قسمیہ نہیں ہے، تو ”لم یحنث“ کہنا کیوں کر صحیح ہوگا؟

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت سلیمانؑ بن داوٗدؑ نے فرمایا: کہ بخدا! میں رات میں ستر بیویوں سے جماع کروں گا، جس کی وجہ سے ان میں سے ہر ایک حاملہ ہوکر ایسا بچہ جنے گی، جو راہِ خدا میں جہاد کرے گا، تو ان سے فرشتہ نے کہا ان شاءاللہ کہو، انہوں نے (زبان سے) نہیں کہا، اور بھلا دیے گئے، ان کی بیویوں میں سے ایک کے علاوہ کسی نے بھی بچہ نہیں جنا، اور ایک نے جنا بھی تو ناقص الخلقت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر حضرت سلیمانؑ ان شاءاللہ کہتے تو حانث نہ ہوتے، اور اپنی ضرورت کو پا لیتے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب):

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں: کہ حضور ﷺ کو یہ بات بذریعہ وحی معلوم ہوئی تھی، ورنہ یہ کوئی ضروری نہیں کہ ان شاء اللہ کہا جائے تو وہ چیز ہو جائے، لہٰذا یہ حضرت سلیمانؑ کے ساتھ خاص ہے۔

قال النووي هٰذا محمول علىٰ أنّ النبي ﷺ أُوْحِيَ إليه بذلك في حق سليمان عليه السلام لا أن كل من فعل هٰذا يحصل له هٰذا. (نووی: ص/۴۹)

حضرت سلیمانؑ کے قسم کھانے کا ثبوت کس لفظ سے ہوتا ہے؟

حدیث شریف میں قسم کا لفظ محذوف ہے، اور ''لأطوفن'' میں لام جوابِ قسم ہے، اور قسم کے محذوف ہونے کی تعیین ''لم یحنث'' سے ہو رہی ہے، اور انسان قسم کھانے کے بعد حانث ہوتا ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ قسم محذوف ہے، یعنی ''واللہ'' (ص/۲۱۶)

القسم، وهو حرف اللام في قوله ''لأطوفن'' واللام هٰذا جواب القسم، والقسم محذوف، أي والله لأطوفنّ ويؤده قوله لم يحنث؛ لأن الحنث لايكون إلّا عن القسم..... (احسن الہادی: ص/۱۱۷)

سوال: (۲۲)، صفحہ: (۵۰)

(سالانہ امتحان ۱۴۲۱ھ)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ إِنِّيْ نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ أَعْتَكِفَ لَيْلَةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ قَالَ: أَوْفِ بِنَذْرِكَ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) نذر کے وجوب کے لیے اسلام شرط ہے یا نہیں؟ ائمہ کرام کے مذاہب نقل کریں۔

(ج) جن کے یہاں شرط ہے وہ اس حدیث کا کیا مطلب بیان کرتے ہیں؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اعتکاف کی اقسامِ ثلاثہ بیان کرتے ہوئے تحریر کریں کہ اعتکاف منذور کے لیے صوم شرط ہے یا نہیں؟ ائمہ کے مذاہب مدلل نقل کریں، اور جو صوم کی شرط کے قائل ہیں اس کا ان کے پاس کیا جواب ہے؟

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! میں نے زمانۂ جاہلیت میں مسجد حرام میں ایک رات اعتکاف کرنے کی نذر مانی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی نذر کو پورا کرو۔

(ب) نذر کے وجوب کے لیے اسلام شرط ہے یا نہیں؟

نذر کے وجوب کے لیے اسلام کے شرط ہونے اور نہ ہونے میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔

قولِ اوّل: امام احمدؒ اور بعض شوافع فرماتے ہیں کہ حالتِ کفر کی نذر صحیح ہے اور اسلام کا ہونا شرط نہیں ہے، اور اسلام قبول کرنے کے بعد اس کا پورا کرنا ضروری ہے۔

قولِ ثانی: امام ابوحنیفہؒ، جمہور شوافع اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ حالتِ کفر کی نذر صحیح نہیں ہے؛ بلکہ اسلام شرط ہے، پس اسلام قبول کرنے کے بعد اس کا پورا کرنا ضروری نہیں ہے؛ بلکہ مستحب ہے۔ (فضل المنعم: ص/ ۴۲۳)

حدیثِ باب کا جواب:

حدیثِ باب استحباب پر محمول ہے نہ کہ وجوب پر۔

(فضل المنعم: ص ۴۲۳، نووی: ج/ ۲، ص/ ۵۰، المعلم: ص/ ۲۵۲)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اعتکاف کی اقسامِ ثلاثہ:

(۱) واجب: مثلاً نذر کا اعتکاف۔

(۲) سنتِ مؤکدہ: رمضان کے اخیر عشرہ کا اعتکاف۔

(۳) مستحب: رمضان کے علاوہ دوسرے زمانہ کا اعتکاف یعنی اخیر عشرہ کے علاوہ۔

نوٹ: اعتکاف مستحب امام اعظم ابوحنیفہؒ و مالکؒ کے نزدیک کم از کم ایک دن ہے۔ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اکثر یوم ہے۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک ایک ساعت ہے اور یہی ایک روایت امام احمدؒ و شوافع کی ہے۔

اعتکافِ منذور کے لیے صوم شرط ہے یا نہیں؟

اس سلسلہ میں فقہاء کرام کے دو قول ہیں:

قولِ اوّل: امام شافعیؒ اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ اعتکاف بغیر روزہ کے درست ہے یعنی اعتکاف کے لیے روزہ رکھنا ضروری نہیں ہے۔

قولِ ثانی: امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اعتکاف منذور بغیر صوم کے صحیح نہیں ہے، اور یہی اکثر علماء کا قول ہے۔

قولِ اوّل کی دلیل: امام شافعیؒ اور امام احمدؒ حدیثِ باب سے استدلال کرتے ہیں۔

وجہِ استدلال: یہ ہے کہ حدیث شریف میں "لیل" کا لفظ ہے، اور لیل صوم کا محل نہیں ہے، پس معلوم ہوا کہ اعتکاف کے صحیح ہونے کے لیے روزہ شرط نہیں ہے۔

قولِ ثانی کی دلیل: عن ابن عمر أن عمر جعل علیه أن یعتکف في الجاهلیة لیلةً أو یومًا عند الکعبه فسأل للنبي ﷺ فقال: اعتکف وصُمْ.

امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ ابوداؤد شریف کی مذکورہ حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔

وجہِ استدلال: یہ ہے کہ اس حدیث میں آپ ﷺ نے اعتکاف کے ساتھ روزہ کا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حکم دیا ہے جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اعتکاف بغیر روزہ کے درست نہیں ہے؛ بلکہ اعتکاف کے لیے روزہ رکھنا ضروری ہے، نیز صیغہ امر بھی وجوب پر دلالت کررہا ہے، لہٰذا اعتکاف میں روزہ رکھنا ضروری ہے۔ (نعمت المنعم: ج/۲، ص/۲۲۶، فضل المنعم: ص/۴۲۳)

قولِ اوّل کی دلیل کا جواب:

حدیثِ باب میں لیل سے مراد رات اور دن دونوں ہیں، اسی طرح جس روایت میں "یوم" کا لفظ آیا ہے، وہاں بھی رات ودن دونوں مراد ہیں۔ جب لیل سے رات ودن دونوں مراد ہیں، تو روزہ کا محل پایا گیا، جب روزہ کا محل پایا گیا تو حدیث ابوداؤد کی وجہ سے روزہ رکھنا ضروری ہے۔ (فضل المنعم: ص/۴۴۴)

سوال: (۲۳)، صفحہ: (۵۳)

(سالانہ امتحان ۱۴۱۶ھ/۱۴۲۰ھ/۱۴۳۰ھ/۱۴۳۲ھ)

مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ أَعْتَقَ شِرْكًا لَهُ فِيْ عَبْدٍ فَكَانَ لَهُ مَالٌ يَبْلُغُ ثَمَنَ الْعَبْدِ قُوِّمَ عَلَيْهِ قِيْمَةَ الْعَدْلِ. فَأَعْطٰى شُرَكَائَهُ حِصَصَهُمْ وَعَتَقَ عَلَيْهِ الْعَبْدُ وَإِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَاعَتَقَ.

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ أَعْتَقَ شَقِيْصًا لَهُ فِيْ عَبْدٍ فَخَلَاصُهُ فِيْ مَالِهِ إِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ اسْتُسْعِيَ الْعَبْدُ غَيْرَ مَشْقُوْقٍ عَلَيْهِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) مطلب لکھتے ہوئے زیر بحث مسئلہ میں ائمہ کرامؒ کے اختلاف تحریر کریں۔

(ج) اور بتائیں کہ جملہ "وإلّا فقد عتق منه ماعتق" کے سلسلہ میں نافع کے شاگردوں کے درمیان کیا اختلاف ہے؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(د) ان دونوں حدیثوں کے سلسلہ میں ائمہ اربعہ کے مذاہب بیان کریں، اور مذکورہ حدیثوں میں کونسی حدیث کس امام کا مستدل ہے تحریر کریں۔

(ہ) حدیث پاک کا بوضاحت مطلب لکھیں، اگر عبد مشترک کو ایک شریک آزاد کردے، تو دوسرے شرکاء کیا کریں، اور آزاد کرنے والے شریک پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے؟ اس میں ائمہ کا اختلاف مع دلائل تحریر کریں، اسی طرح تجزیٔ عتق اور عدمِ تجزی عتق کا کیا مطلب ہے؟ اور کن ائمہ کا مسلک تجزی عتق ہے، اور کن ائمہ کا عدم تجزی عتق مسلک ہے، اور ان کے دلائل کیا ہیں؟

(و) مطلب لکھتے ہوئے بتائیں کہ جس شریک نے اپنا حصہ آزاد کردیا اور وہ غریب ہوتو کیا حکم ہوگا؟ اس سلسلہ میں اختلافِ فقہاء مع دلائل تحریر کریں۔

(ز) ''وإلا فقد عتق منه ماعتق'' کا یہ جملہ حدیث کا جزء ہے، یا مدرج ہے، سالم عن ابن عمرؓ کی حدیث میں یہ ٹکڑا ہے یا نہیں؟

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ جس شخص نے مشترک غلام میں سے اپنے حصہ کو آزاد کردیا، اور معتق کے پاس اتنا مال ہے کہ جو بقیہ غلام کے حصہ تک پہنچ جائے، تو اس پر برابر قیمت لگائی جائے گی۔ اور اس نے اپنے شریکوں کو ان کے حصے کے بقدر دے دیا تو غلام اس کی طرف سے آزاد ہوگا، ورنہ جتنا آزاد کیا ہے، اتنا ہی آزاد ہوگا۔

حضرت ابوہریرہؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص غلام کو اپنے حصہ کے بقدر آزاد کردے تو اگر معتق مؤسر ہو تو غلام اس کے مال

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سے آزاد ہوگا اور اگر معتق کے پاس مال نہ ہو (معسر) ہو تو بلا جبر کے استسعاء کرائے گا۔

(ب) تشریح:

اس حدیث شریف میں آپ ﷺ نے ایک مسئلہ کی وضاحت کی ہے۔ نفسِ مسئلہ یہ ہے کہ ایک غلام دو آدمیوں کے درمیان مشترک ہے، ان میں سے ایک نے اپنے حصہ کے بقدر غلام کو آزاد کر دیا، تو اس صورت میں دوسرے مالک کے حق میں کیا کیا جائے؟

اس سلسلہ میں علامہ نوویؒ نے ۶ قول بیان کیے ہیں؛ لیکن ان میں سے تین معروف ومشہور مذاہب ہیں، جن کو ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

اختلافِ ائمہ:

مذہبِ اوّل: اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ جس شریک نے اپنا حصہ آزاد کر دیا اس کو دیکھا جائے گا کہ وہ معسر ہے یا موسر؟ اگر معتق موسر ہے اور اس نے اپنا حصّہ آزاد کر دیا اور اپنے شریک کے حصہ کو رہنے دیا تو شریک کو تین اختیار حاصل ہیں:

(۱) اعتاق: یعنی اپنے حصہ کو آزاد کرنا۔

(۲) تضمین: یعنی شریک آخر اپنے حصہ کی قیمت کا شریک معتق کو ضامن بنا دے۔

(۳) استسعاء: یعنی غلام سے یہ کہے کہ تم میرے حصہ کے بقدر مجھے کما کر دے دو، تو تم آزاد ہو۔

مذکورہ صورتِ مسئلہ میں اعتاق اور استسعاء کا اختیار اگر شریک آخر نے کیا تو ولاء ان دونوں کے درمیان مشترک ہوگا،

اور اگر معتق معسر ہو تو شریک آخر کو دو اختیار ہیں: (۱) اعتاق (۲) استسعاء۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مذہبِ ثانی: مسئلہ مذکورہ میں دوسرا مذہب صاحبینؒ کا ہے، اگر آزاد کرنے والا شریک موسر ہو تو اس صورت میں غلام مکمل آزاد ہو جائے گا، اور شریک آخر کو حق تضمین حاصل ہوگا، حق استسعاء حاصل نہیں ہوگا۔

اور اگر معسر ہے تو شریک آخر کو صرف حق استسعاء حاصل ہوگا، اور دونوں صورتوں میں ولاء معتق اوّل کو حاصل ہوگا۔

مذہبِ ثالث: تیسرا مذہب امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا ہے، اگر معتق موسر ہو تو اس صورت میں غلام مکمل طور پر آزاد ہو جائے گا، اور شریک آخر کو تضمین کا حق ہوگا۔

اور اگر معسر ہو تو صرف معتق ہی کا حصہ آزاد ہوگا، بقیہ حصہ شریکِ آخر کی ملکیت ہوگی، جس کی صورت یہ ہے کہ غلام ایک دن آزاد رہے گا، اور ایک دن اس کی خدمت کرے گا، یہی مذہب مالکیہ کا بھی ہے۔

مگر مالکیہ معتق کے موسر ہونے کی صورت میں فرماتے ہیں کہ صرف معتق کے شریکِ آخر کے حصہ کی قیمت ادا کرنے سے غلام آزاد ہوگا، اس کے بغیر آزاد نہیں ہوگا۔

مدارِ اختلافِ ائمہ:

اختلافِ ائمہ کا مدار دو باتوں پر منحصر ہے:

(۱) عتق میں تجزی جائز ہے یا نہیں؟ امام ابوحنیفہؒ مطلقاً تجزی کے قائل ہیں، صاحبین مطلقاً عدمِ تجزی کے قائل ہیں، اور ائمہ ثلاثہؒ معتق کے معسر ہونے کی صورت میں تجزی کے قائل ہیں اور موسر ہونے کی صورت میں عدمِ تجزی کے۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ معتق کے شریکِ آخر کو غلام سے اپنے حصہ کے بقدر سعی کرانا جائز ہے یا نہیں؟

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں: بہر صورت شریک آخر غلام سے سعی کرا سکتا ہے، اور ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک دونوں صورتوں میں سعی نہیں کرا سکتا، اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر معتق

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

معسر ہوتو شریک آخر غلام سے سعی کرا سکتا ہے ورنہ نہیں۔ (فضل المنعم: ص ر ۴۴۲)

پہلی صورت میں امام ابوحنیفہؒ کی دلیل: حدیثِ باب ''وإلّا فقد عتق عنه ماعتق'' (مسلم: ج ر ۲، ص ر ۵۳) حدیث شریف کا یہ جملہ عتق میں تجزی کے ثبوت پر صراحۃً دلالت کررہا ہے۔

دوسری صورت میں امام ابوحنیفہؒ کی دلیل: حدیث ابوہریرہؓ ''فإن لم يكن له مال إستسعى العبد غير مشقوق عليه''. (مسلم: ج ر ۲، ص ر ۵۳)

یعنی اگر معتق معسر ہو اور اس کے پاس مال نہ ہو تو شریکِ آخر سے بغیر جبر کے استسعاء کرائے گا۔

ائمہ ثلاثہؒ کی دلیل: عن ابن عمرؓ قال: قال رسول الله من اعتق شركا له في عبد فكان له يبلغ ثمن العبد قوم عليه قيمة العدل، فأعطي شركائه حصصهم وعتق عليه العبد، والاعتق منه ماعتق. (مسلم: ج ر ۲، ص ر ۵۳)

ائمہ ثلاثہؒ دونوں مسئلوں میں یہی دلیل پیش کرتے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ اگر سعی کرانا مشروع ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں پر سعی کا حکم فرماتے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم نہ فرمانا اِس بات کی دلیل ہے کہ سعی کرانا مشروع نہیں ہے۔

صاحبینؒ کی دلیل: صاحبینؒ دونوں مسئلوں میں امام ابوحنیفہؒ کی متدل حدیث ابوہریرہؓ سے ہی استدلال کرتے ہیں کہ اس میں موسر ہونے کی صورت میں تضمین اور معسر ہونے کی صورت میں استسعاء لازم ہے، اور یہ ایک ایسی تقسیم ہے جو شرکت کے منافی ہے۔

(ج) ''وإلّا فقد عتق منه ماعتق'' میں نافع کے شاگردوں میں اختلاف:

(۱) مالک اور عبیداللہ العمری: اس کو حدیث کا جزء قرار دیتے ہیں۔

(۲) اور ایوب: اس کو حدیث کا جزء نہیں؛ بلکہ نافع کا قول قرار دیتے ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قال النوويؒ: رواه مالك و عبيدالله العمري فوصلاه من كلام النبيﷺ وجعلاه منه.

ورواه أيوب عن نافع فقال: قال نافع: وإلا فقدعتق منه ماعتق وجعله من قول نافع. (نووی:ج/۱،ص/۴۹۲)

(د): دونوں حدیثوں میں ائمہ اربعہ کے مذاہب ''ب'' کے تحت دیکھیں۔

مذکورہ حدیثوں میں سے کون سی حدیث کس امام کا مستدل ہے؟

(۱) مالك عن نافع عن ابن عمرؓ قال: قال رسول الله ﷺ: من أعتق شركا له في عبدٍ إلخ وإلا فقد عتق منه ماعقق.

(۲) عن أبي هريرةؓ عن النبي ﷺ قال من اعتق شقيصًا له في عبدٍ فخلاصه في ماله إلخ فإن لم يكن له مال استسعى العبد غير مشقوق.

پہلی حدیث سے ائمہ ثلاثہؒ نے استدلال کیا ہے، کہ اگر سعی کرانا مشروع ہوتا تو آپ ﷺ یہاں پر ضرور استسعاء کا حکم فرماتے۔

اور دوسری حدیث سے امام ابوحنیفہؒ نے استدلال کیا ہے، کہ اگر معتق مُعسر ہو تو شریکِ آخر غلام سے سعی کرائے گا اور صاحبینؒ نے اسی حدیث سے استدلال کیا ہے، جیسا کہ اس کی تفصیل ''ب'' کے تحت گزر چکی۔

(ہ): اس جزء کا مکمل جواب ''ب'' کے تحت دیکھیں۔

(و): اس کا جواب بھی ''ب'' کے تحت دیکھیں۔

(ز) ''وإلّا فقد عتق منه ماعتق'':

یہ جملہ سالم عن عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث میں نہیں ہے، اور اس کے مدرج ہونے نہ ہونے میں اختلاف ہے، جیسا کہ اس کی تفصیل ''ج'' کے تحت گزر چکی۔ (مسلم:ج/۲،ص/۵۳)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال: (۲۴)، صفحہ: (۵۸)

(سالانہ امتحان ۱۴۱۶ھ/ ۱۴۲۳ھ/ ۱۴۳۱ھ)

عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ اَنَّ يَهُوْدِيًّا قَتَلَ جَارِيَةً عَلٰى أَوْضَاحٍ لَّهَا فَقَتَلَهَا بِحَجَرٍ قَالَ فَجِيْءَ بِهَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِهَا رَمَقٌ فَقَالَ لَهَا اَقَتَلَكِ فُلَانٌ فَاَشَارَتْ بِرَأْسِهَا اَنْ لَّا. ثُمَّ قَالَ لَهَا الثَّانِيَةَ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا اَنْ لَّا. ثُمَّ سَأَلَهَا الثَّالِثَةَ فَقَالَتْ نَعَمْ. وَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا فَقَتَلَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ حَجَرَيْنِ.

(الف) عبارت با اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) مطلب لکھ کر بتائیں کہ قتلِ عمد امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک کیا ہے؟ اور اس بارے میں دیگر ائمہ کیا کہتے ہیں؟ مع دلائل لکھئے۔ امام اعظمؒ کے خلاف یہ حدیث ہو تو اس کا جواب دیجیے۔

(ج) کیا محض مقتول کے بیان سے قتل کا ثبوت ہو سکتا ہے؟ حدیث کا ظاہر کیا ہے؟ اور واقعہ کیا ہے؟ تحریر کریں۔

(د) قتلِ عمد کی تعریف کر کے امام اعظم ابوحنیفہؒ کا مسلک بیان کریں، قتلِ عمد اور طریقۂ قصاص کے سلسلہ میں امام صاحب کے خلاف یہ حدیث ہو تو آپ اس کا جواب تحریر کریں، حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف مقتول کے بیان سے قصاصاً قتل کا حکم دیا جا سکتا ہے؟ یہ کس کا مذہب ہے؟ دوسرے لوگ اس حدیث کا کیا جواب دیتے ہیں؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کے اس سے زیور چھیننے کے وقت سر کو کچل دیا، راوی حدیث فرماتے ہیں کہ اس لڑکی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا، جس وقت اس میں تھوڑی تھوڑی جان باقی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکی سے دریافت کیا، کہ کیا تم کو فلاں نے مارا ہے؟ اس لڑکی نے سر سے اشارہ کر کے کہا نہیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری مرتبہ اس سے دریافت کیا تو اس نے سر سے اشارہ کر کے کہا نہیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری مرتبہ دریافت کیا تو اس لڑکی نے سر سے اشارہ کر کے کہا ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودی کے سر کو دو پتھروں سے کچل دینے کا حکم دیا۔

(ب) تشریح:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ ایک لڑکی اپنے گھر سے نکلی اور اس پر کچھ زیور تھا، (أوضاح) عام طور پر چاندی کے زیور کو کہتے ہیں، اور ''وضح'' سے مشتق ہے، جس کے معنیٰ ہیں ظاہر ہونا؛ چوں کہ چاندی کا زیور دُور سے نظر آ جاتا ہے؛ اس لیے ان کو ''اوضاح'' کہا جاتا ہے۔

ایک یہودی نے اس لڑکی کو پکڑ کر اس کا سر کچل ڈالا اور جو زیور لڑکی کے پاس تھا وہ لے لیا، لوگ اس لڑکی کے پاس پہنچ گئے، اور اس لڑکی میں زندگی کی رمق باقی تھی، ابھی انتقال نہیں ہوا تھا کہ اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکی سے پوچھا کہ تم کو کس نے قتل کیا؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لے کر پوچھا، کہ کیا فلاں شخص نے؟ اس لڑکی نے سر سے اشارہ کیا نہیں، لفظ ''قال'' یہاں اشارہ کے معنیٰ میں ہے، اس کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی لوگوں کے نام لڑکی کے سامنے لیے، ہر نام سن کر وہ نفی میں اشارہ کر دیتی، یہاں تک کہ جب اس یہودی کا نام لیا، جس نے قتل کیا تھا، تو اس لڑکی نے اشارہ سے کہا: ہاں، راوی کہتے ہیں کہ پھر اس یہودی کو پکڑ لیا گیا، اس نے اعتراف کر لیا کہ ہاں میں نے قتل کیا ہے؛ چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ اس یہودی کا سر بھی دو پتھروں کے درمیان کچل دیا جائے۔ (درسِ ترمذی: ج/۵، ص/۳۷)

قتلِ عمد کی تعریف: قتلِ عمد ایسے قتل کو کہتے ہیں جو ایسے آلہ کے ذریعہ واقع ہو جو آہنی ہو یا تفریقِ اجزاء میں آہنی آلہ کی طرح ہو، جیسے دھار والا بانس، یا دھار والا پتھر وغیرہ۔ (احسن الہادی: ص/۱۲۴)

قتلِ عمد امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک کیا ہے؟ اور دیگر ائمہ کا مذہب مع دلائل:

(۱) ائمہ ثلاثہؒ، صاحبینؒ اور جمہور فقہاءؒ نے حدیثِ باب سے اِس بات پر استدلال کیا ہے کہ اگر آلۂ قتل دھاردار نہ ہو؛ بلکہ کسی ایسی چیز سے قتل کیا ہو جس سے آدمی مر جاتا ہو، وہ قتلِ عمد ہے، چاہے وہ ہتھیار ہو یا نہ ہو، جیسے: پتھر، یا بڑی لاٹھی سے مارنا، جب یہ قتلِ عمد ہے تو قتلِ عمد میں قصاص لازم آتا ہے، لہٰذا اس میں بھی قصاص لازم آئے گا۔

(فضل المنعم: ص/۴۷۷)

امامِ اعظم ابوحنیفہؒ کا صحیح مسلک: امام صاحبؒ کے اس مسلک کو سمجھنے میں اکثر غلطی ہو جاتی ہے، پہلی تو یہ ہے کہ امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ قتلِ عمد کا تعلق انسان کے اپنے دل کے ارادہ سے ہے، اور دل کا ارادہ ایک مخفی شئ ہے؛ اس لیے ہم اس آلہ کے ذریعہ استدلال کریں گے، جو آلہ اس نے استعمال کیا ہے، لہٰذا اگر کسی شخص نے قتل کرنے کے لیے تلوار یا چھری وغیرہ استعمال کی تو ہم یہی سمجھیں گے کہ اس نے عمداً قتل کیا؛ اس لیے کہ یہ آلاتِ قتل ہی کے لیے ہوتے ہیں نہ کہ تادیب کے لیے۔

چناں چہ ان آلات کے استعمال میں قتل کے علاوہ کوئی اور احتمال نہیں ہے جیسا کہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کوئی استاذ اپنے شاگرد یا کوئی باپ اپنے بیٹے کی تادیب کے لیے چھری، چاقو وغیرہ استعمال نہیں کرتا۔

برخلاف لاٹھی اور پتھر کے؛ کیوں کہ یہ اصلاً قتل کرنے کے لیے وضع نہیں ہوئے؛ بلکہ یہ آلات تأدیب کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں؛ لیکن ان آلات کے اندر دونوں احتمال موجود ہیں۔

(۱) یہ ہے کہ اس کے ذریعہ ہی قتل کرنا مقصود ہو (۲) یہ ہے کہ قتل کرنا مقصود نہ ہو؛ بلکہ صرف چوٹ لگانی مقصود ہو؛ اس لیے شبہ پیدا ہو گیا، لہٰذا شبہ کی وجہ سے قتلِ عمد ثابت نہیں ہوگا، اور قصاص اس میں ساقط ہو جائے گا۔

لیکن یہ اس وقت ہے جب قاتل خود اِس بات کا اقرار نہ کرے کہ میرا قتل کا ارادہ تھا؛ لیکن اگر وہ اعتراف کر لے، کہ میرا ارادہ قتل ہی کرنے کا تھا، اور پھر اس نے قتل میں لاٹھی یا پتھر استعمال کیا ہو تو اس صورت میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بھی قتلِ عمد ہوگا، اور موجبِ قصاص ہوگا۔ (درسِ ترمذی: ج/۵، ص/۳۹)

جمہور فقہاء کا استدلال: جمہور فقہاء حدیثِ باب سے استدلال کرتے ہیں کہ اس واقعہ میں اس یہودی نے بچی کا پتھر سے سر کچل دیا، اور یہ پتھر دھاردار آلہ نہیں تھا، اس کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قتلِ عمد قرار دے کر موجبِ قصاص قرار دیا، اور اس یہودی سے قصاص لیا، جس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی بڑے پتھر سے کسی کو قتل کیا تو وہ بھی قتلِ عمد اور موجبِ قصاص ہوگا۔ (درسِ ترمذی: ج/۵، ص/۴۰)

امامِ اعظم ابوحنیفہؒ کا استدلال: ابن ماجہ کی حدیث ''لا قود إلا بالسیف'' سے ہے، کہ قصاص صرف دھاردار آلہ سے ہوتا ہے۔

(درسِ ترمذی: ج/۵، ص/۳۹، فضل المنعم: ص/۲۷۴)

حدیثِ باب کا جواب (۱): یہ ہے کہ یہ ایک جزئی واقعہ ہے، لہٰذا اس میں یہ احتمال

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے کہ اس یہودی کا نفسِ قتل بطورِ قصاص نہیں تھا، رہا سر کچلنا تو وہ تعزیراً اور سیاستۃً تھا؛ اس لیے کہ یہ شخص قتل کے جرائم میں مشہور تھا، تو ایسی صورت میں حاکمِ وقت کو اس قسم کی تعزیر کا حق بھی ہوتا ہے؛ تا کہ روئے زمین اس کے شرور وفتن سے محفوظ ہو جائے، لہٰذا اس حدیث سے حضرات شوافع و مالکیہ وغیرہ کا استدلال کرنا درست نہیں ہے۔ (فضل المنعم: ص/۴۷۹)

(۲): یہودی نے بچی کو راستہ میں پکڑ کر مارا ہے اور اس کا مال بھی لیا ہے، لہٰذا یہ قطاع الطریق ہے، اور قطاع الطریق میں جس آلہ سے بھی کسی کو مارے اس کو بدلے میں قتل کیا جاتا ہے؛ اس لیے یہودی کو قتل کیا گیا۔ (المعلم: ص/۳۰۲)

(ج) محض مقتول کے بیان سے قتل کا ثبوت ہو سکتا ہے یا نہیں؟

حدیثِ باب سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ مقتول کے قول سے قتل کا ثبوت ہو جاتا ہے، جب کہ معاملہ ایسا نہیں ہے، ائمہ اربعہ کا اِس بات پر اتفاق ہے کہ محض مجروح کے قول سے قصاص نہیں لیا جائے گا، یہاں تک کہ قاتل اقرار کر لے؛ لیکن امام مالکؒ کے نزدیک یہ بمنزلۂ لوث ہوگا، جس سے قسامہ ثابت ہوگا۔

اور اگر اولیاء مقتول قاتل پر قتل کا دعویٰ کر کے قسم کھا لیں، تو قتلِ عمد کی صورت میں قاتل کو قتل کیا جائے گا؛ اس لیے کہ انسان موت کے وقت جھوٹ بولنے کی جرأت نہیں کر سکتا؛ اس لیے مالکیہ حضرات نے اسے لوث سے تعبیر کیا ہے۔ (فضل المنعم: ص/۴۷۵)

(د): قتلِ عمد کی تعریف امام ابو حنیفہؒ اور دیگر ائمہ کا مذہب ''ب'' کے تحت دیکھیں۔

قاتل کو کس طرح قتل کیا جائے گا؟

قولِ اول: ائمہ ثلاثہؒ فرماتے ہیں کہ جس کیفیت سے قاتل نے قتل کیا ہے اسی طریقہ سے قاتل کو بھی قصاصاً قتل کیا جائے گا، اِلّا یہ کہ وہ فی نفسہٖ حرام ہو، تو اس صورت میں قصاص بالمثل نہیں؛ بلکہ تلوار سے قتل کیا جائے گا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قولِ ثانی: امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں: کہ قصاص لیتے وقت قتل کے طریقہ میں مماثلت کا لحاظ نہیں کیا جائے گا؛ بلکہ صرف تلوار سے قصاص لیا جائے گا۔

قولِ اوّل کی دلیل (۱): ﴿فَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَاعُوْقِبْتُمْ بِهٖ﴾.

(۲) ﴿جَزَآءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ بِمِثْلِهَا﴾

(۳) حدیثِ باب۔

قولِ ثانی کی دلیل (۱): امام صاحبؒ آیتِ قرآنی ﴿أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ﴾ سے استدلال کرتے ہیں، کہ نفس جان لینے میں مماثلت مطلوب ہے، نہ کہ جان لینے کے طریقہ میں۔

(۲): مذکورہ آیات ہیں جن سے ائمہ ثلاثہؒ نے استدلال کیا ہے، کہ ان آیات میں مماثلتِ نفس قتل میں ممکن ہے نہ کہ قتل کے طریقہ میں؛ کیوں کہ بعض آدمی ایک پتھر مارنے کی وجہ سے مر جاتے ہیں، اور بعض چند پتھروں کے مارنے کی وجہ سے بھی نہیں مرتے، لہٰذا اگر مماثلت کی صورت ملحوظ رکھی جائے تو اہدارِ دم لازم آئے گا، اور اگر اس سے زائد ماریں تو مماثلت باقی نہیں رہتی؛ بلکہ تعدی لازم آتی ہے۔ (فضل المنعم: ص/۴۷۹)

حدیثِ باب کا جواب حنفیہ کی طرف سے ''ب'' کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

سوال: (۲۵)، صفحہ: (۲۵)

(سالانہ امتحان ۱۴۱۵ھ)

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْيَهُوْدِ قَتَلَ جَارِيَةً مِنَ الْأَنْصَارِ عَلٰى حُلِيٍّ لَهَا ثُمَّ أَلْقَاهَا فِي الْقَلِيْبِ وَرَضَخَ رَأْسَهَا بِالْحِجَارَةِ فَأُخِذَ فَأُتِيَ بِهٖ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَأَمَرَ بِهٖ أَنْ يُرْجَمَ حَتّٰى يَمُوْتَ فَرُجِمَ حَتّٰى مَاتَ.

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کیجیے۔

(ب) مطلب بوضاحت لکھیے، قصاص میں اسی صفت کا لحاظ ہوگا جو قاتل نے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اختیار کی تھی یا نہیں؟ ائمہ اربعہ کے مذاہب مع دلائل لکھیے، نیز یہ حدیث حنفیہ کے خلاف ہو تو بہتر جواب لکھیے، نیز بتائیں کہ قتلِ عمد کا تحقق کس آلہ سے ہوتا ہے؟

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک یہودی شخص نے انصار کی ایک لڑکی کو اس سے زیور (چھیننے) کے لیے قتل کر دیا، پھر اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے رجم کیے جانے کا حکم دیا، تا آں کہ مر جائے؛ چناں چہ اسے رجم کیا گیا یہاں تک کہ وہ مر گیا۔

(ب): اس جزء کا مکمل جواب سوال نمبر ۲۴ میں ملاحظہ فرمائیں۔

سوال: (۲۶)، صفحہ: (۶۲)

(سالانہ امتحان ۱۴۱۹ھ/ ۱۴۳۳ھ)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه إِقْتَتَلَتْ امْرَأَتَانِ مِنْ هُذَيْلٍ فَرَمَتْ اِحْدٰهُمَا الْأُخْرٰى بِحَجَرٍ فَقَتَلَهَا وَمَافِي بَطْنِهَا فَاخْتَصَمُوْا اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنَّ دِيَةَ جَنِيْنِهَا غُرَّةٌ عَبْدٌ اَوْ وَلِيْدَةٌ وَقَضٰى بِدِيَةِ الْمَرْأَةِ عَلٰى عَاقِلَتِهَا وَوَرَّثَهَا وَلَدَهَا وَمَنْ مَّعَهُمْ فَقَالَ حَمَلُ بْنُ النَّابِغَةَ الْهُذَلِيُّ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ اَغْرَمُ مَنْ لَّا شَرِبَ وَلَا اَكَلَ وَلَا نَطَقَ وَلَا اسْتَهَلَّ فَمِثْلُ ذٰلِكَ يُطَلُّ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) قتلِ عمد اور شبہ عمد کی تعریف اور حکم مع اختلافِ ائمہ تحریر کیجیے اور بتایئے کہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

''رمت بحجر'' کا لفظ کس امام کی دلیل بن سکتا ہے؟

(ج) حمل بن نابغہ کے قول کو بیان کریں۔

(د) اگر جنین زندہ ساقط ہو کر مرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ تحریر کریں۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ قبیلۂ ہذیل کی دو عورتوں نے باہم لڑائی کی، ان میں سے ایک نے دوسری کو پتھر پھینک کر مارا، تو وہ (مضروبہ) عورت اور اس کے پیٹ کا بچہ مر گیا، تو لوگ اس معاملہ کو نبی کریم ﷺ کے پاس لے کر آئے، آپ ﷺ نے اس عورت کے جنین کی دیت غرہ غلام یا باندی کا فیصلہ کیا اور عورت کی دیت کا فیصلہ اس کے عاقلہ پر کیا، اور اس عورت کے وارث اس کے بچہ کی اولاد اور جو ان کے ساتھ ہیں ان کو قرار دیا۔

اس وقت حمل بن نابغہ ہذیلی نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں کیسے ایسے بچہ کا ضمان ادا کروں؟ جس نے نہ پیا نہ کھایا، نہ بات کی، اور نہ چیخ ماری، اس قسم کا قتل تو بے کار جاتا ہے۔

(ب) قتلِ عمد و شبہ عمد کی تعریف اور اختلافِ ائمہ:

قتل عمد کی تعریف: امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جان بوجھ کر کسی ہتھیار سے یا ہتھیار کے قائم مقام آلہ سے قتل کرنے کو قتل عمد کہتے ہیں۔

صاحبینؒ اور ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک: جان بوجھ کر کسی ایسی چیز سے قتل کرنے کو قتلِ عمد کہتے ہیں جس سے عام طور پر آدمی مر جاتا ہے، مثلاً بھاری پتھر وغیرہ۔

جمہور کی دلیل: عن أنس رضی اللہ عنہ أن یهودیا قتل جاریة علی أوضاح لها إلخ. فقتله رسول الله ﷺ بین حجرین.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ قتلِ عمد کے لیے دھاردار آلہ کا ہونا شرط نہیں ہے؛ ورنہ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہودی کو قتل کرنے کا حکم نہ دیتے۔

امام ابوحنیفہؒ کی دلیل: حدیث نعمان بن بشیر کل شيء خطأ إلا السيف وفي كل خطأ إرش. وروي عنه لا عمد إلّا بالسيف.

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قتلِ عمد کے لیے دھاردار آلہ کا ہونا ضروری ہے۔

قتل عمد کا حکم: یہ ہے کہ اس میں گناہ کے ساتھ قصاص واجب ہوتا ہے، اور قاتل وراثت سے محروم ہوتا ہے۔

قتل شبہ عمد کی تعریف: امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جان بوجھ کر کسی ایسی چیز سے مارڈالنا جو نہ ہتھیار ہو اور نہ ہتھیار کے قائم مقام ہو؛ مگر اس سے جان نکلنے کا غالب گمان ہو، جیسے: کوڑا، بڑی لاٹھی وغیرہ۔

صاحبینؒ اور ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک شبہ عمد ایسی چیز سے قتل کرنے کو کہتے ہیں جس سے عام طور پر آدمی نہ مرتا ہو، جیسے چھوٹی لاٹھی۔

قتل شبہ عمد کا حکم: اس میں گناہ کے ساتھ کفارہ اور عاقلہ پر دیت مغلظہ واجب ہوتی ہے، نیز ایسا قاتل وراثت سے بھی محروم ہوتا ہے۔

(معارف القرآن: ج/۱، ص/۵۱۵، المعلم: ص/۲۹۷)

"رمت بحجر" کس امام کی دلیل ہے؟

ظاہر حدیث سے مذہب حنفیہ کی تائید ہوتی ہے؛ کیوں کہ غیر دھاردار آلہ سے قتل کرنا یہ قتل عمد نہیں؛ بلکہ شبہ عمد ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اسے شبہ عمد پر محمول کر کے دیت کا حکم فرمایا ہے، اور قتل عمد میں دیت نہیں؛ بلکہ قصاص ہوتا ہے؛ لیکن علّامہ نوویؒ نے اس جملہ کو امام شافعیؒ وغیرہ کے مذہب کی تائید میں پیش کرنے کے لیے انتہائی کوشش کی ہے، اور اس کو چھوٹے پتھر پر محمول کیا ہے؛ لیکن ان کا یہ محمول کرنا درست نہیں ہے؛ اس لیے کہ اس پتھر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کی وجہ سے وہ عورت اور اس کا بچہ بھی مر گیا تھا، اور چھوٹے پتھر سے ایسا ناممکن ہے۔

(نووی: ص ر ۶۳-۶۴)

(ج) حملہ بن نابغہ کا قول:

حمل بن نابغہ نے کہا کہ جس نے نہ کھایا اور نہ پیا اور نہ ہی بات کی اور نہ ہی چیخ ماری اس قسم کا قتل تو بے کار ہے، اس شخص کے سجع والی عبارت کی بناء پر آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تو کاہنوں کا بھائی معلوم ہوتا ہے۔ (نووی: ص ر ۶۲)

(د) اگر جنین زندہ ہو کر ساقط ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

اگر جنین زندہ ہو کر ساقط ہو تو باتفاق ائمہ اربعہ دیت واجب ہے۔

(نعمت المنعم: ج ر ۲، ص ر ۲۷۳)

سوال: (۲۷)، صفحہ: (۶۳)

(سالانہ امتحان ۱۴۱۳ھ)

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَقْطَعُ يَدَ السَّارِقِ فِيْ رُبُعِ دِيْنَارٍ فَصَاعِدًا.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) قطعِ ید کتنی مقدار میں ہوگا؟ اس کا نصاب کیا ہے؟ مع اختلافِ ائمہ و دلائل لکھئے۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ چور کے ہاتھ ربع دینار یا اس سے زائد پر کاٹتے تھے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) قطع ید کتنی مقدار میں ہوگا؟

قولِ اوّل: ائمہ ثلاثہؒ فرماتے ہیں کہ قطع ید کی مقدار ربع دینار یا تین دراہم ہیں۔

قولِ ثانی: حضرات احناف کے نزدیک قطع ید کی مقدار دس دراہم ہیں۔

قولِ اوّل کی دلیل: ائمہ ثلاثہؒ کی دلیل حدیثِ باب ہے، جس میں قطع ید کی مقدار آپ ﷺ نے ربع دینار قرار دی ہے۔

قولِ ثانی کی دلیل (۱): قطع النبي ﷺ يد رجلٍ في مجن قيمته دينارٌ.

یعنی آپ ﷺ نے ایک شخص کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا جس نے ڈھال چوری کی تھی، جس کی قیمت ایک دینار یعنی دس درہم تھی۔

(۲): عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال كان ثمن المجن على عهد رسول الله ﷺ عشرة دراهم.

یہ روایت اِس بات پر صراحتاً دلالت کررہی ہے کہ ڈھال کی قیمت دس درہم تھی، لہٰذا قطعِ ید بھی اس وقت متحقق ہوگا، جب کسی نے دس درہم کے بقدر مال چوری کیا ہو، اس سے کم میں متحقق نہیں ہوگا۔ (فضل المنعم: ص/ ۵۱۳/ ۵۱۴)

سوال: (۲۸)، صفحہ: (۶۴)

(سالانہ امتحان ۱۴۳۷ھ)

عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ امْرَأَةٌ مَخْزُومِيَّةٌ تَسْتَعِيرُ الْمَتَاعَ وَتَجْحَدُهُ فَأَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِقَطْعِ يَدِهَا.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) عاریت پر لی ہوئی چیز کے انکار پر قطع ید ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں ائمہ کرام کے مذاہب نقل کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج) مذکورہ صورت جن ائمہ کے نزدیک سرقہ نہیں ہے اور وہ اس صورت میں قطع ید کے قائل نہیں ہیں، وہ اس کا کیا جواب دیتے ہیں، اس باب میں کوئی قولی حدیث ہو تو آپ اس کو تحریر کریں۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ایک مخزومی عورت مال کو عاریت پر لے کر انکار کر دیتی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم فرمایا۔

(ب) عاریت پر لی ہوئی چیز کے انکار پر قطعِ ید ہے یا نہیں؟

قال جماهير العلماء وفقهاء الأمصار لاقطع على جحد العارية وقال أحمد و إسحاق يجب القطع في ذالك. (نووی: ج ۲ /ص ۶۵)

جمہور کا اِس بات پر اتفاق ہے کہ عاریت پر لی ہوئی چیز کے انکار کی بنا پر قطع ید کا حکم نہیں ہے،

اور امام احمدؒ اور امام اسحاق ابن راہویہؒ قطع ید کے قائل ہیں۔

(ج) جمہور کی طرف سے حدیثِ باب کا جواب:

(۱): قال العلماء: المراد: أنها قطعت بالسرقة وإنّما ذكرت العارية تعريفًا لها ووصفًا لها لأنها سبب القطع.

حاصلِ کلام یہ ہے کہ قطعِ ید سرقہ کی بنا پر تھا، اور عاریت کا تذکرہ بطورِ تعارف کے ہے۔

(۲): قالوا هذه الرواية شاذة فإنها مخالفة لجماهير الرواة. والشاذة لايعملُ بها.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

خلاصہ یہ ہے کہ یہ روایت شاذ ہے؛ کیوں کہ یہ اکثر رواۃ کی روایتوں کے خلاف ہے، اور شاذ پر عمل نہیں کیا جاتا۔

(۳): قال العلماء إنما لم يذكر السرقة في هٰذه الرواية لأنها المقصود منها عند الراوي ذكر منع الشفاعة في الحدود لا الأخبار عن السرقة.

اس حدیث سے عاریت کے انکار کی صورت میں قطع ید پر استدلال کرنا درست نہیں ہے؛ کیوں کہ حدیث کا مقصد چور کی شفاعت سے منع کرنا ہے نہ کہ چوری کا حکم بیان کرنا۔

(نووی: ص/ ٦٥)

اِس باب میں قولی حدیث:

عن جابر مرفوعًا ليس على خائن ولا منتهبٍ قطع وقال الترمذي هٰذا حسن صحيح.

سوال: (۲۹)، صفحہ: (۷۲)

(سالانہ امتحان ۱۴۱۹ھ)

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ مَاكُنْتُ أُقِيْمُ عَلٰى اَحدٍ حَدًّا فَيَمُوْتَ فِيْهِ فَأَجِدُ مِنْهُ فِيْ نَفْسِيْ اِلَّاصَاحِبَ الْخَمْرِ لِأَنَّهُ اِنْ مَاتَ وَدَيْتُهُ لِاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَسُنَّهُ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) آں حضور ﷺ نے خود شراب پینے پر حد لگوائی پھر حضرت علیؓ کا ''لم یسنه'' کہنے کا کیا مطلب ہے؟ واضح کریں۔

(ج) شراب کی حد ابوبکرؓ کے زمانہ میں کیا تھی؟ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اس کی مقدار کیا متعین ہوئی؟ نیز ائمہ اربعہ کے مذاہب مع وجہ اختلاف تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: کہ اگر میں کسی پر حد قائم کروں، اور وہ مرجائے تو مجھے کوئی پرواہ نہیں؛ مگر شراب کی حد میں مرجائے تو اس کی دیت دلاؤں گا؛ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بیان نہیں کیا۔

(ب) حضرت علیؓ کا ''لم یسنه'' کہنا درست ہے یا نہیں؟

سوال: حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شاربِ خمر کو کوڑے لگانا ثابت ہے پھر حضرت علیؓ کا ''لم یسنه'' کہنا کیوں کر درست ہے؟

جواب(۱): امام نوویؒ نے فرمایا: اس کا جواب یہ ہے کہ ابتدا میں کوئی حد متعین نہیں تھی۔

(۲): امام نوویؒ نے فرمایا: یہ حدیث منسوخ ہے۔

(ج) شراب کی حد ابو بکرؓ کے زمانہ میں کیا تھی؟ اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اس کی مقدار کیا متعین ہوئی؟

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حد شرب خمر میں جوتے یا کھجور کی شاخ سے چالیس کوڑے لگاتے تھے، اور حضرت ابو بکرؓ نے بھی ایسا ہی کیا؛ لیکن حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جب ملکِ شام، مصر، عراق وغیرہ میں فتوحات کی کثرت سے عیاشی اور عیش وعشرت میں اضافہ ہوا، اور شربِ خمر کی کثرت ہونے لگی تو حضرت عمرؓ نے شربِ خمر میں شدت پیدا کرنے کے لیے صحابۂ کرام سے مشورہ کیا تھا، تو حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اَسّی کوڑے لگانے پر تمام صحابہؓ کا اجماع ہوگیا، اب اس سے واضح ہوگیا کہ اصل حد تو ''اربعین'' ہی ہے؛ لیکن حضرت عمرؓ کے زمانہ میں چند عوارض کی بنا پر ثمانین پر صحابہؓ کا اجماع ہوا، اسی اجماع کی وجہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سے حضرت عمرؓ کے زمانہ سے اب تک ثمانین ہی اصل ہوگیا۔ (نعمت المنعم: ج ر ۲، ص ر ۳۱۹)

اختلافِ ائمہ فی حد شرب الخمر:

قولِ اوّل: امام شافعیؒ اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ شاربِ خمر کی حد کی مقدار چالیس کوڑے ہیں۔

قولِ ثانی: امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں: کہ شاربِ خمر کی حد کی مقدار اسّی کوڑے ہیں۔

وجہِ اختلاف:

جن روایات میں ''أربعین'' کا ذکر ہے ان میں ساتھ ہی ساتھ اس بات کی بھی صراحت ہے کہ وہ آلہ جس کے ذریعہ مارا گیا وہ دو جوتے تھے، یا ایسا کوڑا تھا جس کے دو طرق تھے، یا ایسا جرید تھا جس کی دو شاخیں تھیں۔

شوافعؒ و حنابلہؒ نے اکائی کا اعتبار کیا ہے۔

اور حنفیہؒ اور مالکیہؒ نے مجموعہ کا اعتبار کیا ہے، کہ اکائی کی صورت میں چالیس اور مجموعہ کی صورت میں اسّی ہوتے ہیں۔

اسی لیے شاربِ خمر کی حد کے بارے میں اختلاف ہوگیا۔

(درسِ ترمذی: ج ر ۵، ص ر ۹۴، فضل المنعم: ص ر ۵۶۳)

سوال: (۳۰)، صفحہ: (۷۲)

(سالانہ امتحان ۱۴۲۰ھ)

عَنْ اَبِي بُرْدَةَ الْاَنْصَارِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يُجْلَدُ اَحَدٌ فَوْقَ عَشَرَةِ اَسْوَاطٍ اِلَّا فِي حَدٍّ مِنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) حد اصطلاحی اور تعزیر میں فرق کو واضح کریں۔

(ب) تعزیر کی اکثر مقدار میں ائمہ کے مذاہب بیان کریں۔

(ج) اس حدیث کی ائمہ کی جانب سے کیا کیا تاویل کی جاتی ہیں تحریر کریں۔

الجواب

(الف): حد اصطلاحی اور تعزیر کے درمیان فرق:

(۱) عقوبات مقیدہ یعنی حد کو قاضی معاف نہیں کر سکتا، اور عقوباتِ غیر مقیدہ یعنی تعزیر کو قاضی مصلحت کی بنا پر معاف کر سکتا ہے۔

(۲) عقوباتِ مقیدہ میں مجرم کی شخصیت کا لحاظ نہیں ہوتا ہے اور تعزیرات میں مجرم کی شخصیت اور حیثیت کا اعتبار ہوتا ہے۔

(۳) حدود شبہات سے ساقط ہو جاتی ہیں، اور تعزیرات ساقط نہیں ہوتی ہیں۔

تعزیر کی اکثر مقدار میں اختلافِ ائمہ:

قولِ اوّل: امام مالکؒ اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ امام وقت کی رائے پر چھوڑ دیا جائے گا، امام مصلحت کی بنا پر جتنے بھی کوڑے چاہے لگوا سکتا ہے، اس میں کوئی عدد متعین نہیں ہے۔

قولِ ثانی: حضرات طرفینؒ فرماتے ہیں کہ اکثر تعزیر انتالیس کوڑے ہیں۔

(نووی: ج ۲، ص ۷۲)

حدیثِ باب کا جواب:

(۱) یہ حدیث محمول ہے ایسی تادیب پر جو غیر حاکم سے صادر ہو، جیسے آقا کا غلام کو مارنا وغیرہ۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) شیخ ابن تیمیہؒ نے فرمایا: کہ ''حد من حدود اللّٰہ'' سے مراد اللہ تعالیٰ کے امرونواہی ہیں، کما في قوله تعالیٰ: ''وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ''
اور حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ دس کوڑے سے زائد صرف گناہِ کبیرہ میں لگائے جائیں گے۔

سوال: (۳۱)، صفحہ: (۷۳)

(سالانہ امتحان ۱۴۲۹ھ/۱۴۳۵ھ/۱۴۳۸ھ)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: اَلْعُجْمَاءُ جُرْحُهَا جُبَارٌ اَلْبِئْرُ جُبَارٌ وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ وَفِي الرِّكَازِ اَلْخُمُسُ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں، اور مطلب تحریر کریں۔

(ب) معدن اور رکاز کے سلسلہ میں احناف اور دیگر حضرات کیا فرماتے ہیں؟ اور دیگر حضرات اس حدیث سے اپنے مذہب پر کس طرح استدلال کرتے ہیں؟ اسے لکھ کر بتائیں کہ کیا ان کا مستدل صحیح ہے؟

(ج) حنفیہؒ رکاز کی جو تعریف کرتے ہیں، اس کی دلیل حدیث سے پیش کریں۔

(د) ہر جملہ کی تشریح کریں۔

(ہ) ''الركاز في الخمس'' میں رکاز کس کو کہتے ہیں؟ ائمہ ثلاثہ کا کیا مذہب ہے؟ اور امام اعظم ابوحنیفہؒ کا کیا مسلک ہے؟ پھر دونوں کی دلیل الگ الگ تفصیل سے بیان کریں۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جانور کا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

زخم معاف ہے، اور معدن کا زخم معاف ہے، اور رکاز میں خمس ہے۔

تشریح:

یہ حدیث تین جملوں پر مشتمل ہے:

(۱) **العجماء**: یہ اعجم کا مؤنث ہے بمعنیٰ جانور، ''جرحھا'' الجرح ''جیم کے فتحہ وضمہ کے ساتھ اسم مصدر ہے جس کے معنیٰ زخم کے ہیں۔

العجماء جرحھا جبار: علّامہ تورپشتیؒ فرماتے ہیں: کہ ''عُجماء'' سے مراد جانور ہے؛ کیوں کہ وہ تکلم نہیں کرسکتا، اور جو تکلم پر قدرت نہیں رکھتا اس کو اہلِ عرب اعجم و مستعجم کہتے ہیں۔

جانور کی جنایت کی دوصورتیں ہیں: (۱) یا تو جانور تنہا ہوگا (۲) یا اس کے ساتھ چرواہا ہوگا، پہلی صورت میں اگر جانور نے کسی کو ہلاک کردیا تو مالک پر ضمان ہوگا یا نہیں؟ اس سلسلہ میں فقہاء کرام کے دوقول ہیں۔

اقوالِ فقہاء:

قولِ اوّل: امام شافعیؒ فرماتے ہیں: کہ اگر جانور دن میں جنایت کرے تو مالک پر کوئی ضمان نہیں ہوگا، اور اگر رات میں جنایت کرے تو مالک پر ضمان ہوگا۔

قولِ ثانی: امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں: کہ مطلقاً مالک پر ضمان نہیں ہوگا، چاہے رات میں جنایت کرے یا دن میں۔

دوسری صورت میں: یعنی اگر اس کے ساتھ چرواہا ہو اور پھر جانور جنایت کرے تو اس وقت چرواہے پر ضمان واجب ہے یا نہیں؟ اس میں بھی فقہاء کرام کے دوقول ہیں:

قولِ اوّل: امام شافعیؒ فرماتے ہیں: کہ اگر جانور کے ساتھ کوئی انسان ہو تو ایسی صورت میں جانور نے جتنا مال تلف کیا ہے، اسی کے بقدر مالک پر ضمان واجب ہوگا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قولِ ثانی: امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں: کہ اگر جانور پیر چلا کر، یا دم کے ذریعہ کسی چیز کو تلف کردے تو اس صورت میں مالک پر ضمان نہیں ہے۔

والمعدن جبار: حنفیہؒ کے نزدیک اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کان میں گر کر مرجائے یا اس کو کوئی زخم آجائے تو اس کا خون ہدر ہے، صاحبِ معدن پر کوئی ضمان نہیں ہے۔

اگر طریق المسلمین یا غیر کی مملوکہ زمین میں اس کی اجازت کے بغیر کنواں کھودے اور اس میں کوئی شخص گر کر ہلاک ہوجائے تو کھودنے والے کے عاقلہ پر ضمان اور کھودنے والے کے مال میں کفارہ واجب ہے۔ (نووی: ج/۲، ص/۷۳)

وفي الركاز الخمس: رکاز اس مال کو کہتے ہیں جو زمین میں گڑا ہوا ہو، چاہے وہ معدن ہو یا زمین میں مدفون خزانہ، اس میں خمس واجب ہے، جو بیت المال کو ادا کیا جائے گا۔ (درسِ ترمذی: ج/۴، ص/۳۳۶)

(ب) رکاز کے بارے میں فقہاء کرام کے درمیان اختلاف ہے:

قولِ اوّل: رکاز کے بارے میں حنفیہؒ اور ائمہ ثلاثہؒ کے درمیان مشہور اختلاف ہے، حنفیہؒ کے نزدیک رکاز کے مفہوم میں دو چیزیں داخل ہیں: ایک معدن، دوسرے کنز، لہٰذا حنفیہ کے نزدیک معدن میں بھی خمس واجب ہوگا، رکاز کی طرح۔

قولِ ثانی: ائمہ ثلاثہؒ فرماتے ہیں: کہ رکاز کے مفہوم میں صرف خزانہ داخل ہے، معدن داخل نہیں ہے، لہٰذا ان کے نزدیک خزانہ میں خمس واجب ہے، اور اگر معدن کسی کی ملکیت میں ہو تو اس کا خمس نکالنا اس پر واجب نہیں ہے؛ بلکہ زکوٰۃ ہے۔ (درسِ ترمذی: ج/۴، ص/۳۳۷)

قولِ ثانی کی دلیل: ائمہ ثلاثہؒ حدیث باب کے جملہ ''المعدن جبار'' سے استدلال کرتے ہیں، جیسا کہ علامہ کرمانیؒ نے فرمایا: کہ حدیث میں ''رکاز'' کا عطف ''معدن'' پر ہے، اور عطف مغایرت کا تقاضہ کرتا ہے، معلوم ہوا کہ ''رکاز'' اور ''معدن''

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دو الگ الگ چیزیں ہیں، ایک نہیں ہیں۔ (فضل المنعم: ص/۵۷۸)

قولِ اوّل کی دلیل: (۱) لسان العرب میں ہے کہ لفظ ''رکاز'' کا اطلاق مدفون خزانہ کے علاوہ معدن پر بھی ہوتا ہے۔ حدیثِ باب کا جملہ ''وفي الركاز الخمس'' مسلکِ حنفیہ کی تائید کررہا ہے۔

(۲) کنزِ مدفون پر خمس واجب ہونے کی علت معدن میں بھی پائی جاتی ہے، وہ علت یہ ہے کہ کنزِ مدفون کو مشرکین کا مال شمار کیا گیا ہے، اور مالِ غنیمت میں شمار کرکے دوسرے غنائم کی طرح اس پر بھی خمس واجب کیا گیا ہے، اور یہی علت معدن میں بھی موجود ہے۔

(فضل المنعم: ص/۵۷۹)

کیا حدیثِ باب سے ائمہ ثلاثہؒ کا استدلال درست ہے؟

ائمہ ثلاثہؒ کا حدیثِ باب سے استدلال کرنا دو وجہ سے درست نہیں ہے:

(۱) ''رکاز'' عام ہے، جو کنز اور معدن دونوں کو شامل ہے، جب ''معدن'' خاص اور ''رکاز'' عام ہے تو عطف المغایر علی المغایر ہوکر تغایر ثابت نہیں ہوگا؛ بلکہ عطف العام علی الخاص ہوکر ترادف ثابت ہوگا۔

(۲) واؤ حرفِ عطف نہیں ہے؛ بلکہ عنوان بدل کر ایک مستقل جملہ لانا مقصود ہے، کہ اوپر تو جبار کا حکم بتایا گیا اور یہاں خمس کا حکم ہے۔ (فضل المنعم: ص/۵۷۸)

(ج): رکاز کی جو تعریف حنفیہؒ کے نزدیک ہے اس کو تشریح کے تحت دیکھیں۔

رکاز کی تعریف کی تائید حدیث سے:

حدیثِ باب میں ''وفي الركاز الخمس''، یہ جملہ حنفیہ کی تائید کررہا ہے۔

(د): ہر جملہ کی تشریح ''ب'' کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

(ہ): اس کا جواب بھی تشریح کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال: (۳۲)، صفحہ: (۷۴)

(سالانہ امتحان ۱۴۲۸ھ)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَضٰى بِيَمِيْنٍ وَشَاهِدٍ.

(الف) مقدمات کے انواع واقسام تحریر کریں۔

(ب) کس نوع کے مقدمہ میں ائمہ اربعہ کا اختلاف ہے؟ اس کو تحریر کریں۔

(ج) حدیثِ بالا میں ائمہ ثلاثہ کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ اور امام ابوحنیفہ کا کیا قول ہے؟ قرآنی آیت میں ابن شبرمہ اور ابوالزناد کا مکالمہ بھی تحریر کریں۔

(الف) مقدمات کے انواع واقسام:

(۱) ثبوتِ زنا کی شہادت میں ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ چار مردوں کا ہونا ضروری ہے، اور عورتوں کی گواہی کا اعتبار نہیں۔

(۲) اسی طرح اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ حدود وقصاص میں عورتوں کی گواہی کا اعتبار نہیں۔ اس کے سوا حقوق غیر مالیہ میں بھی امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک دو مردوں کا ہونا ضروری ہے، عورت کی گواہی کا اعتبار نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عورت کی گواہی کا اعتبار ہے، اگر دو مرد نہ ہوں، تو ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی معتبر ہوگی۔

اور حقوقِ مالی میں سب کے یہاں عورت کی گواہی کا اعتبار ہے، اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں کافی ہیں۔

اور حقوقِ مالیہ میں ائمہ ثلاثہؒ کے یہاں اس کے اثبات کے لیے ایک اور شکل ہے کہ ایک گواہ ہو اور مدعی کی یمین، اس سے مالی حق ثابت ہو جاتا ہے۔

اور امام ابوحنیفہؒ کے یہاں ایک گواہ اور مدعی کی یمین سے حق کا اثبات نہیں ہو سکتا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) کس نوع کے مقدمہ میں ائمہ اربعہ کا اختلاف ہے؟

ائمہ اربعہ کا اختلاف حقوقِ مالیہ وغیر مالیہ دونوں میں ہے۔

(۱) حقوقِ مالیہ: حقوق مالیہ میں ائمہ ثلاثہؒ کے یہاں مدعی کی یمین اور ایک شاہد سے حق کا اثبات ہو جاتا ہے۔

اور امام ابوحنیفہؒ کے یہاں ایک گواہ اور مدعی کی یمین سے حق کا اثبات نہیں ہوتا اور حدیثِ باب میں یہی اختلاف مذکور ہے۔

(۲) حقوقِ غیر مالیہ: امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے یہاں حقوقِ غیر مالیہ میں دو مرد کا ہونا ضروری ہے، اور امام ابوحنیفہؒ کے یہاں ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی معتبر ہے۔

(نووی: ص ر ۷۴، نعمت المنعم: ج ر ۲، ص ر ۳۳۸)

(ج):

حدیثِ باب سے ائمہ ثلاثہؒ استدلال کرتے ہیں کہ ایک گواہ اور مدعی کی قسم سے حق کا اثبات ہو جاتا ہے۔

اور امام ابوحنیفہؒ کی رائے یہ ہے کہ مدعی کی یمین اور ایک شاہد سے حق کا اثبات نہیں ہوتا ہے۔ (نووی: ص ر ۷۴، نعمت المنعم: ج ر ۲، ص ر ۳۳۸)

قرآنی آیت میں ابوالزناد اور ابن شبرمہ کا مناظرہ:

ابن شبرمہ اور ابوالزناد کا مناظرہ بخاری شریف میں مذکور ہے۔

ابن شبرمہ نے ”فَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَأَتَانِ“ سے استدلال کیا ہے، کہ ایک شاہد کی موجودگی میں دو عورتوں کی گواہی کو ذکر کیا ہے، تو ایک گواہ کی موجودگی میں مدعی کی شہادت کا اعتبار کیا جائے، یعنی استدلال یہ کرنا ہے کہ جب ایک شاہد کے قائم مقام دو عورتیں ہو سکتی ہیں، تو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مدعی کی قسم کا بھی اعتبار ہوسکتا ہے، ورنہ تو آیت کی نفی ہوگی؛ اس لیے کہ آیتِ کریمہ ایک شاہد کے وقت دو عورتوں کی گواہی کو لازم کرتی ہے۔

اگر ایک شاہد کے ساتھ مدعی کی یمین کافی ہوتی تو عورت کو عدالت میں لانے کے کوئی معنی نہ تھے، اور جو بھی آیت کو سنے گا وہ یہی سمجھے گا کہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کا ہونا ضروری ہے، جس طرح ''فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمَانِيْنَ جَلْدَةً'' میں اس سے کم پر اکتفاء کرنا جائز نہیں ہے، مزید تفصیل کے لیے دیکھیں: نعمت المنعم (ج/۲، ص/۳۴۱)۔

سوال: (۳۳)، صفحہ: (۷۴)

(سالانہ امتحان ۱۴۱۷ھ/ ۱۴۳۴ھ)

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ إِلَيَّ وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ اَنْ يَكُوْنَ اَلْحَنَ بِحُجَّتِهٖ مِنْ بَعْضٍ فَأَقْضِيَ لَهٗ عَلٰى نَحْوِ مَاأَسْمَعُ مِنْهُ. فَمَنْ قَطَعْتُ لَهٗ مِنْ حَقِّ أَخِيْهِ شَيْئًا فَلَايَأْخُذْهُ فَإِنَّمَاأَقْطَعُ لَهٗ بِهٖ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) مطلب لکھیے اور بتایئے کہ قضاءِ قاضی ظاہراً و باطناً نافذ ہوتا ہے یا نہیں؟ ائمہ کرام کے مذاہب مع دلائل لکھیے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ اس باب میں کیا فرماتے ہیں؟ اور ان کے دلائل کیا ہیں؟ تحریر کریں۔

(ج) قضائے قاضی کے ظاہراً و باطناً نفاذ کے بارے میں ائمہ اربعہ کا مذہب بیان کریں۔

(د) یہ حدیث اگر امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کے خلاف ہو تو ان کی دلیل کے ساتھ اس حدیث کی توجیہ بیان کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت اُمِّ سلمہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ تم لوگ میرے پاس اپنے جھگڑے لے کر آتے ہو، اور ہوسکتا ہے کہ ایک شخص اپنے دعویٰ اور دلیل کو دوسرے کے مقابلے میں زیادہ خوبصورت انداز میں بیان کرنے والا ہو، میں اس کی سنی ہوئی بات کے موافق ان کے حق میں فیصلہ کر دیتا ہوں تو جسے میں اس کے بھائی کے حق میں سے دلاؤں (جو نفس الامر کے مطابق اس کا حق نہ ہو) تو اسے نہ لے؛ اس لیے کہ میں اس فیصلہ کے ذریعہ اسے جہنم کا ایک ٹکڑا دلا رہا ہوں۔

(ب) تشریح:

حضرت اُمِّ سلمہؓ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ تم لوگ میرے پاس اپنا جھگڑا لے کر آتے ہو، اور میں بھی تمہاری طرح ایک بشر ہوں، اور ہوسکتا ہے کہ تم میں سے کوئی دوسرے کے مقابلے میں اپنی بات اچھی انداز میں یعنی ایک شخص زیادہ فصیح و بلیغ اور زیادہ خوبصورتی سے کہنے والا ہے تو ہوسکتا ہے کہ اس کی حجت کو سن کر کہ میں اسی کے حق میں فیصلہ کر دوں، لہٰذا اگر میں تمہارے حق میں ایسی چیز کا فیصلہ کر دوں جو درحقیقت دوسرے کا حق ہے، تو وہ اس کو نہ لے، اگرچہ اس کے حق میں فیصلہ ہوجائے؛ اس لیے کہ اس چیز کا استعمال اس کے لیے حلال نہیں ہوگا۔ (درسِ ترمذی: ج/۴، ص/۲۷۱)

قضاءِ قاضی ظاہراً و باطناً نافذ ہوگا یا نہیں؟

اس سلسلے میں فقہاءِ کرام کے دو قول ہیں:

قولِ اوّل: ائمہ ثلاثہؒ فرماتے ہیں کہ قاضی کا فیصلہ صرف ظاہراً نافذ ہوتا ہے، باطناً

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نافذ ہونا ضروری نہیں ہے، لہٰذا جو جھوٹی گواہی کے ذریعہ اپنے دعویٰ کو ثابت کرتا ہے، وہ قاضی کے فیصلہ کردہ چیز سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتا ہے۔

قولِ ثانی: امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ قاضی کا فیصلہ ظاہراً و باطناً دونوں طرح نافذ ہوتا ہے۔ یعنی جب کسی کے حق میں قاضی نے فیصلہ کر دیا تو ظاہری اور دنیاوی احکام کے اعتبار سے تو وہ چیز اسی کی ہوگی جس کے حق میں فیصلہ کر دیا گیا ہے، اس کے ساتھ ساتھ باطنی اعتبار سے بھی اس کی ملکیت ہوجاتی ہے، جیسے کوئی شخص کسی عورت کے خلاف یہ دعویٰ کرے کہ میرا اس سے نکاح ہوا ہے اور عورت نے انکار کر دیا کہ میں اس کی منکوحہ نہیں ہوں، قاضی نے مدعی سے گواہ طلب کیے، مدعی نے گواہ پیش کر دیے، اگرچہ وہ گواہ نفس الامر میں جھوٹے ہوں؛ لیکن قاضی نے ان کی بنیاد پر مدعی کے حق میں فیصلہ کر دیا کہ یہ تمہاری منکوحہ ہے، تو یہ اس کی بیوی ہوجائے گی، اگرچہ مدعی اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہی کیوں نہ ہو۔ (درسِ ترمذی: ج ۴، ص ۱۷۱)

قولِ اوّل کی دلیل: ائمہ ثلاثہؒ حدیثِ باب سے استدلال کرتے ہیں کہ حدیثِ باب میں اس بات کی صراحت ہے کہ قاضی کا فیصلہ ظاہراً نافذ ہوتا ہے باطناً نہیں۔

قولِ ثانی کی دلیل: امام محمدؒ نے کتاب الاصل میں حنفیہ کے اس مسلک پر حضرت علیؓ کے ایک واقعہ سے استدلال کیا ہے۔

واقعہ: یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا، اور عورت نے اس پیغام کو رَد کر دیا کہ میں تجھ سے نکاح نہیں کرتی، اس شخص نے جا کر قاضی کی عدالت میں دعویٰ کر دیا کہ فلاں عورت میری منکوحہ ہے، حضرت علیؓ نے مدعی سے بینہ طلب کیا تو اس شخص نے دو جھوٹے گواہ پیش کر دیئے، تو حضرت علیؓ نے گواہوں کی بنیاد پر فیصلہ کر دیا کہ یہ عورت اس کی منکوحہ ہے، اور عورت کو اس کے ساتھ جانے کا حکم دیا، اس عورت نے حضرت علیؓ سے کہا کہ مجھے تو یقینی طور پر یہ معلوم ہے کہ یہ شخص جھوٹا ہے، اور حقیقت میں میرا اس سے نکاح نہیں ہوا؛

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لیکن جب آپ نے یہ فیصلہ کر دیا کہ میں اس کے ساتھ چلی جاؤں، تو اب واقعی اس کے ساتھ میرا نکاح کر دیجیے؛ تاکہ میرا اس کے ساتھ رہنا حلال ہو جائے؛ ورنہ میں حرام میں مبتلا رہوں گی، حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ "شاهداك زَوَّجَاكِ" مطلب یہ تھا کہ اب جدید نکاح کرنے کی ضرورت نہیں، جب میں نے ان دو گواہوں کی بنیاد پر فیصلہ کر دیا تو اب واقعۃً نفس الامر میں نکاح وجود میں آ گیا۔ (درسِ ترمذی: ج/۴، ص/۲۷۴)

حدیثِ باب کا جواب: حدیثِ باب کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث عقود وفسوخ کے متعلق نہیں ہے؛ بلکہ املاکِ مرسلہ سے متعلق ہے؛ چوں کہ ابوداؤد میں یہ حدیث آئی ہے، وہاں اِس بات کی صراحت موجود ہے کہ وہ معاملہ میراث کے بارے میں تھا۔

(فضل المنعم: ص/۵۹۱)

(ج): اس کا جواب "ب" کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

(د): حدیثِ باب کا جواب بھی "ب" کے تحت ہی ملاحظہ فرمائیں۔

سوال: (۳۴)، صفحہ: (۷۷)

(سالانہ امتحان ۱۴۲۴ھ)

مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ.

(الف) قاضی کے فیصلہ کردہ مقدمات میں کس قسم کے فیصلہ کے مردود ہونے کو ثابت کرنے کے لیے امام مسلمؒ نے یہ حدیث ذکر کی ہے؟ قاضی کے فیصلہ کردہ مقدمات کی اقسام بیان کریں، اس حدیث سے قاضی کے فیصلہ کے مردود ہونے پر کس طرح استدلال کیا جائے گا؟

(ب) اس حدیث کی روشنی میں بدعت کی تعریف کی جاتی ہے، آپ احداث للدین اور احداث فی الدین کا فرق بیان کر کے بدعت کی تعریف کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف): قاضی کے فیصلہ کردہ مقدمات کی اقسام:

(۱) دینِ اسلام کے نام پر اپنی عقل اور اپنے ذہن سے ایسی بات نکالے جو احکام قرآن و حدیث مشہور اور اجماع کے خلاف ہو، اور جس کے ثبوت میں کتاب اللہ وسنتِ رسول سے ظاہری یا خفی، یا لفظی یا استنباطی، کسی بھی طرح کی کوئی دلیل وسند نہ ہو۔

(۲) اپنی عقل اور ذہن سے کوئی ایسا فیصلہ کرے جو کتاب وسنت کے کسی منشاء کے خلاف نہ ہو، اور اس سے کسی ذہنی تقاضہ اور مصلحت کی نفی نہ ہوتی ہو۔

یہاں پر امام مسلمؒ نے پہلی قسم کے فیصلہ کو مردود قرار دینے کے لیے یہ حدیث ذکر کی ہے۔

حدیثِ مذکور سے قاضی کے فیصلہ کے مردود ہونے پر کس طرح استدلال کیا جائے گا؟

اِس حدیث سے قضائے قاضی کے مردود ہونے پر استدلال اس معنیٰ کر ہے کہ یہ حدیث واضح طور پر اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جو احکام قرآن و حدیث اور اجماع کے خلاف ہوں تو ان کی تردید کرنی ضروری ہے۔

هٰذا الحديث قاعدة عظيمة من قواعد الإسلام وهو من جوامعِ كَلِمِهٖ ﷺ، فإنه صريح في ردِّ كل البدع والمخترعات. (نووی: ص ۷۷)

(ب) احداث للدین اور فی الدین میں کیا فرق ہے؟

احداث فی الدین: یہ ہے کہ شریعتِ مطہرہ میں کوئی ایسی چیز پیدا کرے جو قواعد و نصوصِ شرعیہ کے خلاف ہو، اور حدیثِ باب میں یہی مراد ہے۔

احداث للدین: یہ ہے کہ کوئی ایسی چیز پیدا کرے جو نصوصِ شرعیہ کے خلاف نہ ہو۔

بدعت کی تعریف: ايجاد شيىء لم يكن في عهد الصحابة ولا تابعين ولا تبع التابعين بنية الثواب وليس له أصل في الدين.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال: (۳۵)، صفحہ: (۷۷)

(سالانہ امتحان ۱۴۱۸ھ)

عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ الشُّهَدَاءِ الَّذِي يَأْتِي بِشَهَادَتِهِ قَبْلَ أَنْ يُسْئَلَهَا.

(الف) مذکورہ بالا حدیث کے علاوہ ایک حدیث عمران بن حصین کے واسطہ سے قبل الطلب گواہی کی مذمت میں وارد ہے: ''ثم يخلف قوم يشهدون قبل أن يستشهدوا''.

الجواب

دونوں حدیثوں کے مابین تطبیق کی صورتیں:

(۱) حدیثِ باب اس شخص کے متعلق ہے کہ جس کے پاس معاملہ سے متعلق شہادت ہے؛ مگر صاحبِ معاملہ کو اس کا علم نہیں ہے، جس کی وجہ سے اس کو اپنا حق ثابت کرنے میں پریشانی ہو رہی ہے، تو اس شخص کو آگے بڑھ کر ایصالِ حق، اور اس کو ظلم سے بچانے کے لیے شہادت دینے کی بات اس حدیث میں ہے، اور اس کی تعریف بھی ہے۔

اور عمران بن حصین کی روایت کو ایسے شاہد پر محمول کیا ہے، جس نے واقعہ کا مشاہدہ نہیں کیا، اور تحملِ شہادت کے لیے اس کو نہیں بلایا گیا تھا، اور سنی سنائی بات پر شہادت دینے کے لیے چلا آرہا ہے، یہ ناجائز ہے؛ اس لیے کہ ادائے شہادت کے لیے مشاہدہ ضروری ہے۔

(۲) زید بن خالد کی حدیث حقوق اللہ سے متعلق ہے، بشرطیکہ حدود سے متعلق نہ ہو اور حدیثِ عمران بن حصین حقوق العباد سے متعلق ہے۔ (نعمت المنعم: ج/۲، ص/۳۶۹)

(۳) حدیث مذمت میں وہ شخص مراد ہے جو شہادت کا اہل نہ ہونے کے باوجود شاہد بن گیا ہو، اور حدیثِ باب میں وہ شخص مراد ہے جو شہادت کا اہل ہو۔ (نووی: ج/۲، ص/۷۷)

تمت الأجوبة بعون الملك الوهّاب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تحفۃ المسلم یقیناً ایک تحفہ بے مثال

ہے حدیثوں کی کتابوں میں صحاحِ ستہ کا نام ❖ ان میں بھی مسلم بخاری کا بڑا اعلیٰ مقام

یوں صحیح مسلم کو حاصل امتیازی شان ہے ❖ صاحبِ مسلم کا امت پر بڑا احسان ہے

ہر زمانے میں لکھی مسلم کی شرحیں بے شمار ❖ ان کو حاصل ہے رہے گا اعتماد و اعتبار

شارحینِ شرحِ مسلم نابغۂ روزگار ❖ ان کی تحریریں غضب کی جاندار و شاندار

تھی ضرورت وقت کی حل ہوں محل امتحان ❖ تاکہ یوں آسان ہوں پھر مشکلاتِ امتحان

آگئے دو ہم سبق باحوصلہ میدان میں ❖ رکھ دیا نازک قدم بہتے ہوئے طوفان میں

تحفۃ المسلم یقیناً ایک تحفہ بے مثال ❖ طالبانِ علمِ نبویؐ کا ہے توشہ لازوال

سیر حاصل گفتگو ہے کافی و شافی بیان ❖ پیاس اپنی تم بجھاؤ خوب اے تشنہ لبان

مطلب و تشریح جزئیات ہیں سب بادلیل ❖ باحوالہ ماخذِ اصلی کو جاتی ہے سبیل

منشاء سائل کو رکھا آپ نے پیشِ نظر ❖ خوب دکھلائے رسالے میں نگارش کے ہنر

ہے بیاں عمدہ زباں شستہ سہل انداز ہے ❖ قابلِ صد آفریں تصنیف کا آغاز ہے

لائقِ تعریف ہیں آنہاں عزیزانِ کرام ❖ فیض پانے کے زمانے میں ہے ان کا فیض عام

گلستانِ قاسمی کے نوشگفتہ پھول ہیں ❖ ماشاءاللہ ان کی کاوش محنتیں مقبول ہیں

جانبِ منزل چلے ہیں راستہ دشوار ہے ❖ عزم و ہمت حوصلہ اتنا بڑا درکار ہے

بس دعا کے واسطے یوسف اُٹھا دستِ سوال ❖ عام فرمائے نفع اس کا وہ ربِ ذوالجلال

بقلم: محمد یوسف القاسمی

خادم تدریس جامعہ معدن العلوم جھمراوٹ میوات

۲؍رجب المرجب ۱۴۴۰ھ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مسلم شریف جلد اوّل

(سالانہ امتحان)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال: (۴۲)، صفحہ: (۳)

(سالانہ امتحان ۱۴۲۵ھ/۳۰/۳۵/۱۴۳۷ھ)

إِنَّا نَعْمِدُ إِلَى جُمْلَةِ مَا أُسْنِدَ مِنَ الْأَخْبَارِ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَقْسِمُهَا عَلَى ثَلَاثَةِ أَقْسَامٍ وَثَلَاثِ طَبَقَاتٍ مِنَ النَّاسِ فَأَمَّاالْقِسْمُ الْأَوَّلُ فَإِنَّا نَتَوَخّٰى أَنْ نُقَدِّمَ الْأَخْبَارَ الَّتِي هِيَ أَسْلَمُ مِنَ الْعُيُوبِ مِنْ غَيْرِهَا وَأَنْقٰى مِنْ أَنْ يَكُونَ نَاقِلُوهَا أَهْلَ اسْتِقَامَةٍ فِي الْحَدِيثِ وَ إِتْقَانٍ لِمَا نَقَلُوافَإِذَا نَحْنُ تَقَصَّيْنَا أَخْبَارَ هٰذَا الصِّنْفِ مِنَ النَّاسِ أَتْبَعْنَاهَا أَخْبَارًا يَقَعُ فِي أَسَانِيْدِهَا بَعْضُ مَنْ لَيْسَ بِالْمَوْصُوفِ بِالْحِفْظِ وَالْإِتْقَانِ كَالصِّنْفِ الْمُقَدَّمِ قَبْلَهُمْ عَلَى أَنَّهُمْ وَإِنْ كَانُوا فِيمَا وَصَفْنَا دُونَهُمْ فَإِنَّ اسْمَ السَّتْرِ وَ الصِّدْقِ وَ تَعَاطِي الْعِلْمِ يَشْمَلُهُمْ فَأَمَّا مَاكَانَ مِنْهَا عَنْ قَوْمٍ هُمْ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيْثِ مُتَّهَمُونَ أَوْعِنْدَ الْأَكْثَرِ مِنْهُمْ فَلَسْنَا نَتَشَاغَلُ بِتَخْرِيجِ حَدِيثِهِمْ وَكَذٰلِكَ مَنِ الْغَالِبُ عَلَى حَدِيْثِهِ الْمُنْكَرُ أَوِ الْغَلَطُ أَمْسَكْنَا أَيْضًا عَنْ حَدِيْثِهِمْ

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب بیان کرتے ہوئے اقسامِ ثلاثہ کی وضاحت کریں، نیز بتائیں کہ ان میں سے کس کس قسم کو بیان کیا ہے؟

(ج) أسلم من العيوب وأنقٰى کا امام مسلمؒ نے کیا مفہوم بیان کیا ہے؟ نیز اس طرح کے راویوں میں سے دو کا نام تحریر کریں، اور ایسے لوگوں کی حدیث کا اصطلاح میں کیا نام ہے؟ اسی طرح بعض من ليس بالموصوف بالحفظ والأتقان کا کیا مفہوم ہے؟ اور اس طرح کے راویوں کے دو نام بھی تحریر کریں۔

(د) جملہ ما اسند سے کیا مراد ہے؟ کیا تمام احادیث کا مجموعہ یا کوئی ایک مجموعہ؟ تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ہ) اقسامِ ثلاثہ کی تشریح کرتے ہوئے بتائیں کہ أسلم من العیوب ہونے کی امام مسلم نے کیا صورت بیان کی ہے؟ منکر کی تعریف جو امام مسلمؒ نے بیان کی ہے تحریر کریں۔

(و) امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں راویوں کی تینوں اقسام میں سے کتنی قسموں کی حدیثیں لی ہیں؟ بوضاحت لکھیں۔

(ز) پھر ان دونوں صورتوں کو جن میں مصنفؒ حدیث مکرر لا سکتے ہیں بوضاحت تحریر کریں۔

(ح) امام مسلمؒ نے اس کتاب میں کس طرح کی احادیث نقل کی ہیں، اور کس طرح کی احادیث کو نقل نہیں کیا ہے؟ تفصیل کرتے ہوئے، خط کشیدہ الفاظ کی مراد اچھی طرح واضح کریں۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: (اور وہ شرط یہ ہے کہ) ہم حضور سے مروی احادیث کے معتد بہ حصہ کا جائزہ لیں گے اور ان کو تین قسموں میں تقسیم کریں گے، اور ان کے راویوں کو بھی تین طبقوں میں تقسیم کریں گے، رہی قسم اوّل تو ہم ارادہ کرتے ہیں کہ سب سے پہلے ان حدیثوں کو بیان کریں جو دوسری روایتوں کے مقابلہ میں زیادہ محفوظ اور ستھری ہیں، بایں وجہ کہ ان کے راوی حدیثوں کو درستگی کے ساتھ بیان کرنے والے ہیں، اور جن روایتوں کو وہ نقل کرتے ہیں ان کو اچھی طرح یاد رکھنے والے ہیں، پھر جب ہم قسم اوّل کے راویوں کی حدیثیں بیان کر دیں گے تو اس کے بعد ہم وہ حدیثیں درج کریں گے جن کی سندوں میں کچھ ایسے رُوات آ گئے جو حفظ و اتقان کے ساتھ اس طرح متصف نہیں ہیں جس طرح وہ راوی متصف ہیں جن کا سابق میں ذکر کیا گیا ہے علاوہ ازیں وہ لوگ اگرچہ مذکورہ اوصاف میں قسم اوّل کے رُوات سے کم تر ہیں؛ مگر مستوریت صداقت اور علمِ حدیث کے ساتھ اشتغال کا ان پر بھی اطلاق ہوتا ہے، بہر حال! وہ حدیثیں جو ایسے لوگوں سے منقول ہیں جو تمام محدثین یا اکثر کے نزدیک متہم ہیں تو ہم ان

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لوگوں کی حدیثوں کی تخریج میں مشغول نہیں ہوں گے، اسی طرح جس راوی کی مرویات پر منکر یا غلط احادیث کا غلبہ ہے اس کی روایتوں کو بھی بیان کرنے سے ہم رُک گئے۔

(ب) تشریح:

امام مسلمؒ نے اپنی یہ کتاب (صحیح مسلم) اپنے کسی شاگرد کی درخواست پر مرتب فرمائی ہے، اور درخواست یہ تھی کہ میں ان تمام احادیث کو مع سند جاننا چاہتا ہوں، جو آپ ﷺ سے دینی احکام ومسائل اور ترغیب وترہیب کے متعلق مروی ہیں؛ اس لیے امام مسلم رحمہ اللہ نے احادیثِ صحیحہ کے انتخاب کے لیے رُواتِ حدیث کی تین قسمیں کی ہیں:

(۱) قسم اوّل ان راویوں کی ہے جو عادل، تام الضبط ہیں، ان کی روایتوں میں وہم وغلطی شاذ ونادر ہے، یا بہت ہی کم ہے، اور ان کی حدیثوں کو اُصول بنایا ہے۔

(۲) قسم ثانی میں سیئ الحفظ راویوں کی روایت کردہ احادیث ہیں، ان میں اکثریت ایسی حدیثوں کی ہے جن میں وہم وغلطی واقع ہوئی ہے، اس طرح کے رُوات کی احادیث کو بطورِ متابعت وشواہد لائے ہیں۔

(۳) قسمِ ثالث میں غیر عادل، متہم بالوضع والکذب کی احادیث ہیں اور ان کی احادیث کو امام مسلم رحمہ اللہ اپنی صحیح میں نہیں لائے ہیں۔

نوٹ: امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں درجۂ اوّل کے رُوات کی احادیث کو اُصول بنایا ہے اور درجۂ دوم کے رُوات کی احادیث کو بطورِ متابعات وشواہد لائے ہیں؛ لیکن اگر کسی باب میں درجۂ اوّل کے رُوات کی احادیث نہ ہوں تو پھر درجۂ دوم کے رُوات کی احادیث کو اُصول بنایا اور قسمِ ثالث سے تو تعرض ہی نہیں کیا ہے۔

(ج): أسلم من العيوب وأنقى کا امام مسلمؒ نے کیا مفہوم بیان کیا ہے؟

امام مسلمؒ نے ان احادیث کو اسلم من العیوب اور انقی کہا ہے جن کے راوی اپنی مرویات کو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

درست بیان کرنے کا پورا اہتمام کرتے ہیں اور وہ اپنے منقولات کو یاد بھی رکھتے ہیں، یہی وجہ ہوتی ہے کہ پھر ان احادیث میں نا تو اختلافِ شدید پایا جاتا ہے اور نا اختلاطِ فاحش جیسے منصور بن معتمر سلمی، کوفی متوفی ۱۳۲ھ اور امام اعمش بن مہران کوفی متوفی ۱۴۷ھ وغیرہ کی روایت کردہ احادیث اور ان کی احادیث کو اصطلاح میں صحیح لذاتہ کہا جاتا ہے۔ (نعمت المنعم: ص ۸۵)

قال مسلم: مِنْ أَنْ يكونَ ناقلوها أهل استقامةٍ في الحديث واتقانٍ لما نقلوا لم يُوجَدْ في روايتهم اختلافٌ شديدٌ ولا تخليطٌ فاحشٌ. (مسلم: ۱/۳)

من ليس بالموصوف بالحفظ والأتقان کا کیا مفہوم ہے؟

اس عبارت میں امام مسلم رحمہ اللہ نے درجۂ دوم کے راویوں کی حالت بیان فرمائی ہے، یعنی جو حفظ و اتقان میں درجۂ اوّل کے راویوں سے کم تر ہیں؛ مگر مستوریت، صداقت اور علمِ حدیث کے ساتھ اشتغال رکھنے میں درجۂ اوّل کے راویوں کے برابر ہیں، جیسے عطاء بن السائب ثقفی، یزید بن زیاد وغیرہ۔ (نعمت المنعم: ص ۹۰، فیض المنعم: ص ۳۳)

نوٹ: قسم اوّل کے راویوں کی احادیث کو صحیح لذاتہ اور قسم ثانی کے راویوں کی احادیث کو حسن لذاتہ کہتے ہیں۔ (فیض المنعم: ص ۳۱)

(د): جملة ما أسند سے کیا مراد ہے؟

قال النوويّ وليس المراد جميع الأخبار المسندة فقد علمنا أنه لم يذكر الجميع ولا النصف وقد قال ليس كل حديث عندي صحيح.
(حاشیہ مسلم للنووی: ص ۳)

اس سے مراد تمام احادیثِ صحیحہ وضعیفہ نہیں ہیں؛ بلکہ وہ مجموعہ مراد ہے جو امام مسلم رحمہ اللہ کے پیشِ نظر تھا، جیسا کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے خود اس کی صراحت کی ہے کہ میرے پاس جو تین لاکھ احادیث کا مجموعہ ہے اس میں سے انتخاب کر کے میں نے اس صحیح کو مرتب کیا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ہ):

اقسامِ ثلاثہ کی تشریح (ب) کے تحت ملاحظہ فرمائیں اور أسلم من العیوب ہونے کی صورت (ج) کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

تعریف المنکر:

هو حديث رواهُ راوٍ سواء قوي الحفظ أو سيئ الحفظ مخالفًا لمن هو أرجح و أقوىٰ منه. بحيث لايمكن الجمع بينهما إلّا بتعسف وهذا ما أشار إليه الإمام مسلم بن الحجاج بقوله وعلامة المنكر في حديث المحدث إذا ماعرضت روايته للحديث علىٰ رواية غيره من أهل الحفظ والرضىٰ خالفت روايته روايتهم اولم تكد توافقها. (القول المفہم: ۱۹)

(و):

امام مسلم رحمہ اللہ نے اقسامِ ثلاثہ میں سے دوقسموں کو بیان کیا ہے، اور تیسری قسم کو بیان نہیں کیا، جیسا کہ اس کی وضاحت (ب) کے تحت گزر چکی ہے۔ (نعمت المنعم: ص ۸۵)

(ز): امام مسلمؒ کن صورتوں میں حدیثوں کو مکرر لائے ہیں؟

(۱) امام مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جہاں کسی حدیث میں کوئی زائد مضمون ہوتا ہے اگر اس کو علیحدہ کرنا ممکن ہو تو اسی پر اکتفاء کرتے ہیں، اور اگر ممکن نہ ہو تو پھر پوری حدیث کو اس زائد مضمون کی بناء پر مکرر لاتے ہیں۔

(۲) اگر کسی حدیث کے بعد موقع محل کے اعتبار سے دوسری حدیث لانی پڑے مثلاً ایک حدیث میں عنعنہ ہو، تو اس حدیث معنعن میں سماع ثابت کرنے کے لیے ایسی ہی دوسری حدیث لاتے ہیں جس میں تحدیث کی صراحت ہو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

یا پھر کسی حدیث میں کسی راوی کی کنیت یا لقب کا تذکرہ ہو تو ایسی دوسری حدیث لاتے ہیں جس میں نام کی صراحت ہوتی ہے۔ (نعمت المنعم: ص ۵۴)

(ج) امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں کس طرح کی احادیث نقل کی ہیں اور کس طرح کی نہیں؟

امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں غیر معتبر رواۃ کی احادیث کو درج کرنے سے احتراز کیا ہے، اور معتبر رُواۃ میں سے جو اعلیٰ درجہ کے تھے ان کی احادیث کو اُصول بنایا ہے، اور درجہ دوم کے راویوں کی احادیث کو متابعت اور شواہد میں لائے ہیں۔

ہاں! اگر کسی جگہ کوئی باب درجۂ اوّل کے رُواۃ کی احادیث سے خالی ہو تو درجۂ دوم کے رُواۃ کی احادیث ہی کو اُصول بناتے ہیں۔ (فیض المنعم: ص ۲۷)

خط کشیدہ الفاظ کی وضاحت:

أهل استقامة في الحديث وإتقان: اس سے امام مسلم رحمہ اللہ نے تام الضبط رُواۃ کی علامت کی طرف اشارہ کیا ہے، وہ یہ ہے کہ ان کی روایت میں وہم و غلطی شاذ و نادر ہوتی ہے۔ (نعمت المنعم: ص ۸۵)

الستر والصدق، وتعاطي العلم:

الستر: بمعنی مستور، اور مستوریت سے مراد یہ ہے کہ کسی راوی کے بارے میں ہمیں کوئی ایسی بُرائی معلوم نہ ہو، جس سے دینداری اور تقویٰ متاثر ہوتا ہے۔

والصدق: صدق سے مراد صداقت اور عدالت ہے۔

وتعاطي العلم: تعاطى تعاطيًا الشيئ مشغول ہونا، اس سے مراد وہ راوی ہیں جو علم حدیث میں اشتغال رکھتے ہیں۔ (نعمت المنعم: ج ا، ص ۶۴)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال: (۴۳)، صفحہ: (۳)

(سالانہ امتحان ۱۴۳۵ھ)

(الف) سوال اوّل کی عبارت "أو أن يفصل ذلك المعنى" إلخ میں یہ فرمایا کہ زائد مضمون کو الگ کرنا ممکن ہو تو اس کو اوّل حدیث کے ساتھ بیان کریں گے، تاکہ تکرار نہ ہو؛ لیکن کبھی اس حدیث سے اس زائد مضمون کو الگ کرنا دشوار ہو تو مجبوراً پوری حدیث نقل کریں گے، جس سے تکرار ہوگا، زائد مضمون کو حدیث سے الگ کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ اور کب الگ کرنا ممکن نہیں ہوگا؟ اس کی وضاحت کریں۔

الجواب

(الف):

حدیث کے ایک ٹکڑے کو دوسرے ٹکڑے سے علیحدہ کرنے کا نام تقطیع الحدیث اور اختصار الحدیث ہے۔

جو لوگ روایت بالمعنیٰ کی اجازت نہیں دیتے ہیں ان کے نزدیک تو تقطیع الحدیث بالکلیہ ناجائز ہے۔

اور جن کے یہاں روایت بالمعنیٰ جائز ہے ان میں سے بھی بعض تقطیع حدیث کی اجازت نہیں دیتے ہیں اور بعض دوسرے حضرات کے یہاں اس میں کچھ تفصیل ہے۔

تقطیع حدیث کے جواز کا طریقہ:

امام نووی رحمہ اللہ شرح مسلم میں تحریر فرماتے ہیں کہ جو حضرات حدیث کے مضمون ومفہوم سے خوب اچھی طرح واقف ہوں، اور ایک ٹکڑے کے ذکر کرنے اور دوسرے کو حذف کرنے سے معناً کوئی فرق نہ پڑتا ہو، اور نہ ہی اس مضمون کو سمجھنے میں دشواری ہو تو،

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تقطیع حدیث جائز ہے: اس لیے کہ اس صورت میں یہ حدیث دو الگ الگ حدیثوں کے حکم میں ہے۔ (حاشیہ مسلم للنووی: ص ۳)

تقطیع حدیث کا عدمِ جواز:

اور زائد مضمون کو الگ کرنا اس وقت ناممکن ہوگا جب کہ اس کا تعلق ماقبل سے ہو، یا تو استثناء کا، یا غایت کا، یا شرط کا، یا اور کسی قسم کا، جس کی وجہ سے الگ کرنے میں معنیٰ اور مفہوم فاسد ہو جاتا ہو، تو تقطیع حدیث جائز نہیں ہے۔ (نعمت المنعم: ص ۵۴)

سوال: (۴۴)، صفحہ: (۵)

(سالانہ امتحان ۱۴۲۰ھ/ ۲۴/ ۲۶/ ۱۴۳۸ھ)

وَكَذٰلِكَ مَنِ الْغَالِبُ عَلٰى حَدِيثِهِ الْمُنْكَرُ أَوِ الْغَلَطُ أَمْسَكْنَا أَيْضًا عَنْ حَدِيثِهِمْ وَعَلَامَةُ الْمُنْكَرِ فِيْ حَدِيثِ الْمُحَدِّثِ إِذَا مَا عُرِضَتْ رِوَايَتُهُ لِلْحَدِيثِ عَلٰى رِوَايَةِ غَيْرِهِ مِنْ أَهْلِ الْحِفْظِ وَالرِّضَا خَالَفَتْ رِوَايَتُهُ رِوَايَتَهُمْ أَوْلَمْ تَكَدْ تُوَافِقُهَا فَإِذَا كَانَ الْأَغْلَبُ مِنْ حَدِيثِهِ كَذٰلِكَ كَانَ مَهْجُورَ الْحَدِيثِ غَيْرَ مَقْبُولَةٍ وَلَا مُسْتَعْمَلَةٍ.

(الف) عبارت باعراب لکھ کر ترجمہ کریں۔

(ب) امام مسلمؒ کس کس طرح کے راویوں کی روایت کو کتاب میں نقل کریں گے، اور کس قسم کے راویوں کی روایت سے گریز کریں گے؟ تفصیل سے لکھیں۔

(ج) عبارت بالا میں حدیثِ منکر کی تعریف کی گئی ہے، اس کی وضاحت کریں، اور حدیث منکر اور راوی کا منکر الحدیث ہونا ان دونوں کے درمیان کیا فرق ہے؟

(د) حدیث منکر کا اطلاق اس کے علاوہ حدیث کی اور کس قسم پر ہوتا ہے؟ تحریر کریں۔

(ہ) حدیث منکر اور راوی کا منکر الحدیث ہونا دونوں میں فرق کو واضح کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(و) کم از کم تین منکر الحدیث راویوں کا نام تحریر کریں۔

(ز) حدیث منکر اور منکر الحدیث راوی کی روایت دونوں کا حکم بیان کریں۔

(ح) حدیثِ منکر کی دیگر تعریف بھی کی گئی ہیں ان کو بھی تحریر کریں۔

(ط) حدیث منکر کی تعریف کی وضاحت کریں جس راوی پر منکر روایات کا غلبہ ہو دونوں یعنی حدیثِ منکر اور منکر الحدیث راوی کا حکم بیان کریں۔

(ی) راوی کی منفرد و غریب روایت کی قبولیت کے لیے مصنفؒ نے کیا ضابطہ بیان کیا ہے؟ تحریر کریں۔

(ک) روایات میں اغلاط کا غلبہ ہو یہ کس طرح معلوم ہوگا؟ مذکورہ بالا عبارت میں کیا طریقہ بیان کیا گیا ہے؟ اس کو تحریر کرکے منکر کی تعریف کریں، اور اس کا حکم لکھیں۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: اسی طرح جس راوی کی مرویات پر منکر یا غلط احادیث کا غلبہ ہے اس کی روایتوں کو بھی درج کرنے سے ہم نے احتراز کیا ہے اور کسی محدّث کی مرویات کے منکر ہونے کی علامت یہ ہے کہ جب اس کی روایت کا مقابلہ دوسرے اہلِ حفظ و رضا (یاد رکھنے والے، پسندیدہ) راویوں کی حدیثوں سے کیا جائے تو اس کی روایت ان کی روایت کے خلاف ہو، یا مشکل سے موافقت پیدا کی جا سکے، الغرض جس شخص کی روایات میں بیشتر ایسی ہی روایات ہیں، وہ راوی متروک الحدیث، غیر مقبول الروایہ اور نا قابل احتجاج ہے۔

(ب) امام مسلمؒ نے کس طرح کے راویوں کی روایتوں کو نقل کیا ہے؟

اس مضمون کو سمجھنا موقوف ہے اس بات پر کہ امام مسلمؒ نے راویوں کی دو قسمیں کی ہیں:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۱) ثقہ، جو اسبابِ طعن سے بالکل پاک ہوں، اور ضبط وعدالت کے ساتھ متصف ہوں۔

(۲) ضعیف، وہ راوی ہیں جو اسبابِ طعن کے ساتھ مجروح ہوں۔

پھر ثقہ راویوں کی دو قسمیں کی ہیں، درجۂ اوّل کے راوی، اور درجۂ دوم کے راوی

درجۂ اوّل کے راوی: وہ ہیں جو ضبط واتقان کے اعلیٰ معیار پر ہوں، یعنی جن کو احادیث خوب محفوظ ہوں، اور درستگی کے ساتھ بیان کرتے ہوں، اور جن کی روایتوں میں بہت زیادہ اختلاف اور غت ربود نہ ہو۔

درجۂ دوم کے راوی: وہ ہیں جو حفظ واتقان میں درجۂ اول کے رُوات سے کمتر ہوں، اور مستوریت، صداقت اور علم حدیث کے ساتھ اشتغال رکھنے میں درجۂ اوّل کے راویوں کے ہم پلہ ہوں۔

اس تفصیل کے بعد جان لینا چاہیے کہ امام مسلم رحمہ اللہ اپنی صحیح میں صرف ثقہ رُوات کی احادیث کو لائے ہیں، اور ضعیف راویوں کی احادیث سے گریز کیا ہے۔ (فیض المنعم:۳۱)

(ج) مذکورہ بالا عبارت میں حدیثِ منکر کی تعریف کی وضاحت:

امام مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی حدیث کے منکر ہونے کی علامت یہ ہے کہ اگر اس کی روایت کا معتبر حفاظ کرام کی روایات سے موازنہ کیا جائے تو قطعاً اس سے مختلف ہو، یا مشکل سے موافقت پیدا کی جاسکے، جس کی بیشتر مرویات اس قسم کی ہوں گی وہ متروک الحدیث، نا قابلِ اعتبار اور اس کی مرویات نا قابلِ قبول ہوں گی۔

حدیثِ منکر اور منکر الحدیث کے درمیان فرق؟

یہ ہے کہ حدیثِ منکر حدیث کی صفت ہے، اور منکر الحدیث راوی کی صفت ہے، یعنی منکر الحدیث راوی کی تمام مرویات نا قابلِ قبول ہیں، اور حدیثِ منکر اگر اس کا راوی ثقہ ہے تو اس سے اس حدیث منکر کے علاوہ، دیگر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

احادیث قبول کی جائیں گی، یعنی اگر اس کا راوی ثقہ ہے، تو اس کی تمام احادیث مردود نہیں؛ بلکہ وہ حدیث مردود ہوگی جو منکر ہے۔ (فتح الملہم: ج۱، ص ۵۰)

(د) حدیثِ منکر کا اطلاق اس کے علاوہ حدیث کی اور کس قسم پر ہوتا ہے؟

(۱) حافظ ابن حجرؒ کے قول کے مطابق حدیثِ منکر کا اطلاق اس حدیث پر بھی ہوتا ہے جس میں غیر ثقہ راوی اپنے سے راجح کی مخالفت کرے۔

(۲) حافظ ابن حجرؒ کے قول ہی کے مطابق ایسے راوی کی حدیث پر بھی ہوتا ہے، جس کی غلطی زیادہ ہو جائیں، یا کثیر الغفلت ہو، یا اس کا فسق ظاہر ہو جائے۔

(۳) امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ حدیثِ غریب کا راوی جو حفظ و اتقان میں نمایاں نہ ہو اس کی حدیث پر بھی منکر کا اطلاق ہوتا ہے۔

(ہ): حدیث منکر اور راوی کا منکر الحدیث ہونا ان دونوں کے درمیان فرق (ج) کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

(ز) منکر الحدیث راویوں کے نام:

(۱) عبداللہ بن محرّر جزری (۲) یحییٰ بن انیسہ جزری (۳) عبّاد بن کثیر (۴) حسین بن عبداللہ بن ضمیرہ مدنی (۵) عمرو بن صہبان اسلمی مدنی وغیرہ۔

(فیض المنعم: ص ۴۴، نعمت المنعم: ص ۷۷)

(ح): حدیثِ منکر کی دیگر تعریفات:

(۱) حديث رواه راو سواء كان قوي الحفظ أو سيئ الحفظ مخالفًا لمن هو أرجح و أقوىٰ منه بحيث لايمكن الجمع بينهما إلا بتعسف.

(۲) حديث يرويه غيرالثقة أي: الضعيف محخلفاً لمن هو اوثق وارجح منه. (نخبۃ الفکر: ص ۴۰)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۳) حديث رواه راوٍ فحش غلطه أو كثرت غفلته، أو ظهر فسقه.

(نخبۃ الفکر: ص ۵۹)

(۴) حديث يتفرد به الثقة من عاضدٍ يعضده. (نخبہ: ص ۵۹)

(ط): حدیثِ منکر کی تعریف کی وضاحت (ج) کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

حدیثِ منکر اور منکر الحدیث راوی کا حکم:

منکر الحدیث کا حکم یہ ہے کہ اس کی تمام روایات غیر مقبول اور نا قابلِ استدلال ہیں۔

حدیثِ منکر کا حکم: یہ ہے کہ اگر اس کا راوی ''ثقہ'' ہے تو اس سے اس حدیث منکر کے علاوہ دیگر روایات کو قبول کر لیا جائے گا۔ (فتح الملہم: ج ۱، ص ۵۰)

(ی) منفرد و غریب راوی کی روایت کو قبول کرنے کا ضابطہ:

غریب روایت کو قبول کرنے کا جو ضابطہ امام مسلمؒ نے بیان فرما رہے ہیں وہ یہ ہے کہ جس غریب روایت کا سلسلۂ اسناد مشہور تھا اس سلسلہ سے کوئی راوی روایتوں کو نقل کرتا ہے اور اس کی نقل کردہ روایتیں دیگر ثقہ راویوں کی روایتوں کے موافق ہیں جس کی وجہ سے اس کا ضابط و حافظ ہونا معلوم ہو گیا، اب اگر اسی سلسلۂ سند سے ایک دو حدیث ایسی نقل کرتا ہے جن کو دوسرے ثقہ ساتھی نقل نہیں کرتے ہیں تو اس منفرد راوی کی یہ حدیث غریب مقبول ہوگی اس کا یہ تفرد اس بات کی دلیل ہوگا کہ اس کو اپنے استاذ کی مرویات کا زیادہ اہتمام ہے۔

(ک) روایات میں اغلاط کو معلوم کرنے کا طریقہ:

مندرجہ بالا عبارت میں اغلاط کے غلبہ کو معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس راوی کی روایات کا دیگر ثقہ راویوں کی احادیث سے موازنہ کیا جائے گا، اگر اس کی بیشتر روایات ان کی روایتوں کے مخالف ہوں، یا مشکل سے موافقت پیدا کی جا سکے تو سمجھ لو کہ اس پر اغلاط کا غلبہ ہے۔

منکر کی تعریف (ح) کے تحت دیکھیں اور حکم (ط) کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال: (۴۵)، صفحہ: (۲)

(سالانہ امتحان ۱۴۲۲ھ/۱۴۳۲ھ/۱۴۳۹ھ)

إِنَّ الْوَاجِبَ عَلَى كُلِّ أَحَدٍ عَرَفَ التَّمْيِيزَ بَيْنَ صَحِيحِ الرِّوَايَاتِ وَسَقِيمِهَا وَثِقَاتِ النَّاقِلِينَ لَهَا مِنَ الْمُتَّهَمِينَ أَنْ لَا يَرْوِيَ مِنْهَا إِلَّا مَا عَرَفَ صِحَّةَ مَخَارِجِهَا وَالسِّتَارَةَ فِي نَاقِلِيهِ وَأَنْ يَتَّقِيَ مِنْهَا مَا كَانَ مِنْهَا عَنْ أَهْلِ التُّهَمِ وَالْمُعَانِدِينَ مِنْ أَهْلِ الْبِدَعِ وَالدَّلِيلُ عَلَى أَنَّ الَّذِي قُلْنَا مِنْ هٰذَا هُوَ اللَّازِمُ دُونَ مَا خَالَفَهُ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوٓا اَنْ تُصِيبُوا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِينَ﴾ وَقَالَ تَعَالَى: ﴿مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ﴾ وَقَالَ تَعَالَى: ﴿وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ﴾ فَدَلَّ بِمَا ذَكَرْنَا مِنْ هٰذِهِ الْآيِ أَنَّ خَبَرَ الْفَاسِقِ سَاقِطٌ غَيْرُ مَقْبُولٍ وَأَنَّ شَهَادَةَ غَيْرِ الْعَدْلِ مَرْدُودَةٌ وَالْخَبَرُ وَإِنْ فَارَقَ مَعْنَاهُ مَعْنَى الشَّهَادَةِ فِي بَعْضِ الْوُجُوهِ فَقَدْ يَجْتَمِعَانِ فِي أَعْظَمِ مَعَانِيهِمَا.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں و مطلب لکھیں۔

(ب) مخارج اور الستارہ کا مفہوم واضح کریں، بدعتی کی حدیث کے متعلق امام مسلمؒ کا مذہب بیان کر کے دیگر علماء کا مذہب بھی نقل کریں، "والخبر وإن خالف" سے جس اعتراض کا جواب دینا ہے، اس اعتراض کو نقل کریں، ستارۃ و خبر کا اعظم معانیهما میں اجتماع ہے، اس اعظم معنیٰ کی وضاحت کریں۔

(ج) شہادت کی وضاحت کریں اور خبر میں جن بعض وجوہ سے فرق ہے انہیں تحریر کریں، اور جن اوصاف میں دونوں باہم مشترک ہیں ان کی نشان دہی کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(د) امام مسلمؒ نے اس عبارت میں جس شبہ کا جواب دیا ہے اوّلاً اس کی وضاحت کریں، پھر جواب کی تشریح کریں۔

(ہ) اوران آیتوں کو بھی تحریر کریں جو شہادۃ سے متعلق ہیں۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: (جان لیجیے) کہ ہر اس شخص پر جو صحیح اور ضعیف روایتوں کے مابین امتیاز کرسکتا ہے، اور حدیث کے ثقہ راویوں کو متہم راویوں سے ممتاز کرسکتا ہے، اس پر واجب ہے کہ صرف وہ حدیثیں روایت کرے جن کے رُوات کی درستگی اور ناقلوں کی عدالت جانتا ہو، اور جو روایتیں متہم اور معاند گمراہ لوگوں سے مروی ہیں ان سے اجتناب کرے، اوراس بات کی دلیل جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے وہی لازم ہے اس کے خلاف جائز نہیں، اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لاوے تو خوب تحقیق کرلیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم نادانی میں کسی قوم کو کوئی نقصان پہنچادو، پھر اپنے کیے ہوئے پر پچھتاؤ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''ایسے گواہوں میں سے جن کو تم پسند کرتے ہو'' اور ارشاد ہے ''اور اپنے میں سے دو معتبر آدمیوں کو گواہ بنالو''، یہ آیتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ فاسق کی خبر ناقابلِ اعتبار نامقبول ہے، اور یہ کہ غیر عادل کی گواہی مردود ہے، اور خبر بعض اعتبار سے اگرچہ شہادت سے جداگانہ چیز ہے؛ مگر بنیادی بات میں دونوں متحد ہیں۔

تشریح: مذکورہ بالا عبارت میں امام مسلمؒ ایک نصیحت فرمارہے ہیں کہ حدیث صرف ثقہ راویوں سے اخذ کرنی چاہیے جن کی عدالت معلوم ہو اور کذابین واہلِ بدعت کی روایات سے اجتناب کرنا چاہیے بالخصوص ان مبتدعین کی روایت سے پرہیز کرنا ضروری

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے جو معاند یعنی بدعت کی طرف لوگوں کو دعوت دیتا ہو؛ البتہ غیر داعی مبتدع سے روایت جائز ہے، امام مسلمؒ نے اہلِ بدعت کے ساتھ معاند کی قید سے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

(ب) مخارج اور الستارۃ کا مفہوم:

مخارج: مخارج جمع المخرج أي محل الخروج والمراد به رواۃ الأسانيد لأنهم محل خروج الرواية والحديث.

مخارج مخرج کی جمع ہے بمعنیٰ نکلنے کی جگہ اور اس سے مراد رُواتِ حدیث ہیں؛ اس لیے کہ حدیث انھیں کے واسطے سے آتی ہے۔

الستارۃ: هي مايستتر به كذلك السترة وهي هنا اشارة إلى الصيانة والعدالة.

ستارہ سے مراد وہ چیز ہے جس کے ذریعہ پردہ حاصل کیا جائے اور یہاں صیانت و عدالت کے معنیٰ میں ہے۔ (نووی: ص/٦)

الاختلاف في قبول رواية المبتدع ومذهب الإمام مسلمؒ فيه:

البدعة: ايجاد شيئ لم يكن في عهد الصحابة ولا تابعين، ولا تبع التابعين بنية الثوب وليس له أصل في الدين.

بدعت کی دو قسمیں ہیں: (۱) بدعتِ مکفرہ (۲) بدعتِ مفسقہ

تمام علماء کا اِس بات پر اتفاق ہے کہ صاحبِ بدعت مکفرہ کی روایت قبول نہیں کی جائے گی؛ لیکن صاحبِ بدعتِ مفسقہ کی روایت کے قبول وعدمِ قبول کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے؛ چناں چہ اس بارے میں علماءِ کرام کے چار اقوال ہیں:

(۱) ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ ان کی روایت مطلقاً غیر مقبول ہے۔

(۲) اس کی روایت مطلقاً مقبول ہے، جب کہ وہ کذب کو حلال و جائز نہ سمجھے،

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

چاہے بدعت کی طرف دعوت دے یا نہ دے هٰذا نقل عن الإمام الشافعي.

(۳) اس کی روایت قبول کی جائے گی جب کہ وہ بدعت کا داعی نہ ہو یہی جمہور محدثین کا مذہب ہے۔

(۴) اگر اس کی بدعت صغریٰ ہے تو اس کی روایت مقبول ہوگی اور اگر اس کی بدعتِ کبریٰ ہے تو اس کی روایت قبول نہیں کی جائے گی۔

امام مسلمؒ کا مذہب: امام مسلمؒ کا مذہب یہ ہے کہ اس کی روایت قبول کی جائے گی، جب کہ وہ بدعت کا داعی نہ ہو اور اس کی بدعت، بدعتِ کبریٰ نہ ہو وإليه اشار الإمام مسلمؒ بقوله ''وأن يتقي منها ما كان منها من أهل التهم، والمعاندين من أهل البدع إلى أنه لا يقبل حديث المبتدع''. (حاشية المسلم للنووي: ج/۱، ص/۶)

اعتراض: امام مسلمؒ کا دعویٰ یہ تھا کہ فاسق کی خبر غیر معتبر ہے، اور دلیل میں تین آیاتِ مبارکہ پیش کی ہیں اور ان آیاتِ ثلاثہ میں سے صرف دعویٰ پر پہلی آیت دال ہے، اور آیت دوم وسوم تو شہادت سے متعلق ہیں اور شہادت وخبر کے مابین فرق ظاہر ہے۔

جواب: امام مسلمؒ اعتراض مذکور کے جواب میں فرماتے ہیں کہ شہادت اور روایت میں اگرچہ بعض اعتبار سے فرق ہے؛ لیکن بنیادی معنیٰ میں دونوں متحد ہیں یعنی جس طرح شہادت کے معتبر ہونے کے لیے شاہد کا عادل ہونا ضروری ہے، اسی طرح خبر کے معتبر ہونے کے لیے مخبر کا عادل ہونا ضروری ہے، لہٰذا جن آیات میں شہادت کے مقبول ہونے کے لیے شاہد کا عادل ہونا شرط قرار دیا گیا، ان آیات سے روایت کے مقبول ہونے کے لیے عدالت کے شرط ہونے پر استدلال کرنا درست ہے۔

(نعمت المنعم: ج/۱، ص/۹۱، حاشیہ نووی: ص/۶)

اعظم معانیهما کی وضاحت:

اس سے مراد عدالت ہے جیسا کہ اس کی تفصیل مذکورہ جواب کے تحت گزر چکی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج) شہادت وخبر کے مابین اجتماع وافتراق:

شہادت وخبر میں بعض وجوہ سے فرق ہے، عدد، حریت، بصیر ہونا، اور بعض صورتوں میں مذکر ہونا، یہ چیزیں شہادت میں شرط ہیں، نہ کہ خبر میں۔

کن اوصاف میں دونوں متحد ہیں؟

مسلمان ہونا، عاقل، بالغ ہونا، عدالت، مروت، خبر مشہود بہ کا ضبط کرنا تحمل ادا کے وقت

قال النووي: والخبر والشهادة يجتمعان في أوصاف ويفترقان في أوصاف.

أما الأوصاف التي يشتركان فيها: وهي الإسلام، والعقل، والبلوغ، والعدالة. والمروة. وضبط الخبر، والمشهود به عند التحمل به والأداء.

وأمّا الأوصاف اللتي يفترقان فيها: وهي الحرية، والذكورية، والعدد. والتهمة. وقبول الفرع مع وجود الأصل، وتعتبر هذه الشروط في الشهادة دون الخبر. (نووی: ص ٦)

(د): اس جزیہ کا مکمل جواب (ب) کے تحت دیکھیں۔

(ہ): اور وہ آیات جو خبر وشہادت سے متعلق ہیں ان کو سوال کی عبارت میں ملاحظہ فرمائیں۔

سوال: (۴۶)، صفحہ: (۱۰)

(سالانہ امتحان ۱۴۱۳ھ/۱۴۳۶ھ)

عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ كَتَبْتُ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ أَسْأَلُهُ أَنْ يَكْتُبَ لِي كِتَابًا وَيُخْفِي عَنِّي. فَقَالَ: وَلَدٌ نَاصِحٌ أَنَا أَخْتَارُ لَهُ الْأُمُورَ اخْتِيَارًا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وَأُخْفِي عَنْهُ قَالَ فَدَعَا بِقَضَاءِ عَلِيٍّ فَجَعَلَ يَكْتُبُ مِنْهُ أَشْيَاءَ وَيَمُرُّ بِهِ الشَّيْءُ فَيَقُولُ وَاللهِ مَا قَضٰى بِهٰذَا عَلِيٌّ إِلَّا أَنْ يَكُونَ ضَلَّ.

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں۔

(ب) مطلب لکھیے، ابن ابی ملیکہؒ اور عبداللہ بن عباسؓ کے متعلق آپ جو کچھ جانتے ہیں لکھیے۔ (ج) مذکورہ بالا عبارت سے کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں؟

(د) حضرت عبداللہ بن عباسؓ، اور حضرت علیؓ کے درمیان کس قسم کا رشتہ ہے؟

الجواب

(الف):

ترجمہ: ابن ابی ملیکہؒ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ کے پاس خط لکھ کر درخواست کی کہ مجھے (حضرت علیؓ کے فیصلوں کی) ایک کتاب لکھ دیں، اور غیر معتبر باتیں مجھ سے مخفی رکھیں، تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: کہ اچھا لڑکا ہے، میں اس کے لیے اچھی باتیں منتخب کروں گا، اور اس سے غیر معتبر باتیں مخفی رکھوں گا، تو ابن ابی ملیکہ نے کہا کہ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت علیؓ کے فیصلے منگوائے، اور اس میں سے نقل کرنے لگے، اور کچھ چیزیں جب ان کی نگاہ سے گزرتی تو فرماتے کہ بخدا یہ حضرت علیؓ کا فیصلہ نہیں ہوسکتا؛ مگر یہ کہ وہ گمراہ ہو گئے ہوں۔

(ب) تشریح:

امام مسلمؒ یہاں سے صحتِ احادیث کو جانچنے کے لیے ایک ضابطہ بیان فرما رہے ہیں کہ جو بات جس کے متعلق بھی کہی جائے تو دیکھا جائے گا کہ وہ اس کے جانے پہچانے احوال کے متعلق ہے یا نہیں، اگر ہے تو قبول کر لی جائے گی؛ ورنہ تو نہیں، جیسا کہ مذکورہ روایت سے ثابت ہے۔ (فیض المنعم: ص ۷۷)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ابن ابی ملیکہؒ اور حضرت ابن عباسؓ کے متعلق معلومات:

حضرت عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب متوفی ۶۸ھ مفسر قرآن تھے؛ کیوں کہ حضور ﷺ نے ان کے لیے خصوصی دعا فرمائی تھی: ''اللّٰهم فقه في الدين وعلمه التأويل'' اور حضرت عمرؓ ان کو کبارِ صحابہؓ کے ساتھ اپنی مجلس میں بٹھایا کرتے تھے۔

ابن ابی ملیکہ: عبداللہ بن عبید اللہ بن ابی ملیکہ، طائف کے قاضی اور مشہور تابعی تھے، متوفی ۱۱۷ھ۔ (نووی: ج/۱، ص/۱۰)

(ج) مذکورہ بالا عبارت سے امام مسلمؒ کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں؟

مذکورہ بالا عبارت سے امام مسلمؒ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ صحتِ احادیث کی توثیق کے لیے فن حدیث کے اکابر سے رجوع کیا جائے، جیسا کہ لوگ سونا چاندی پرکھوانے کے لیے ماہر سنار کی طرف رجوع کرتے ہیں؛ تاکہ ان سے معلوم کیا جائے کہ کون سی حدیث صحیح ہے اور کون سی غیر صحیح؛ چناں چہ تابعین اکابر صحابہؓ سے رجوع کرتے تھے۔

(فیض المنعم: ص/۷۶)

(د) حضرت ابن عباسؓ اور حضرت علیؓ ابن ابی طالب کے مابین رشتہ:

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ بن عبدالمطلب اور حضرت علیؓ ابن ابی طالب بن عبدالمطلب دونوں چچازاد بھائی ہیں۔

سوال: (۴۷)، صفحہ: (۱۲)

(سالانہ امتحان ۱۴۱۴ھ/ ۱۴۳۳ھ)

وَقَالَ مُحَمَّدٌ سَمِعْتُ أَبَا إِسْحَاقَ إِبْرَاهِيمَ بْنَ عِيسَى الطَّالَقَانِيَّ قَالَ قُلْتُ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحَدِيثُ الَّذِي جَاءَ ''إِنَّ مِنَ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الْبِرِّ بَعْدَ الْبِرِّ أَنْ تُصَلِّيَ لِأَبَوَيْكَ مَعَ صَلَاتِكَ، وَتَصُومَ لَهُمَا مَعَ صَوْمِكَ؟ قَالَ: فَقَالَ عَبْدُ اللهِ: يَا أَبَا إِسْحَاقَ! عَمَّنْ هٰذَا قَالَ: قُلْتُ لَهُ: هٰذَا مِنْ حَدِيثِ شِهَابِ بْنِ خِرَاشٍ، فَقَالَ ثِقَةٌ عَمَّنْ؟ قَالَ قُلْتُ عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ دِينَارٍ قَالَ ثِقَةٌ عَمَّنْ قَالَ قُلْتُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَاأَبَاإِسْحَاقَ إِنَّ بَيْنَ الْحَجَّاجِ بْنِ دِينَارٍ وَبَيْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَفَاوِزَ تَنْقَطِعُ فِيهَا أَعْنَاقُ الْمَطِيِّ وَلٰكِنْ لَيْسَ فِي الصَّدَقَةِ اخْتِلَافٌ.

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں۔

(ب) مطلب بوضاحت لکھئے، "مفاوز تنقطع فيها أعناق المطى" سے کیا استعارہ ہے؟ ایصالِ ثواب کن اُمور میں متفق علیہ بین الائمہ ہے اور کن اُمور میں مختلف فیہ؟

(ج) بتائیں کہ اس روایت کو لانے سے امام مسلمؒ کا کیا مقصد ہے؟

(د) بين الحجاج و بين النبي ﷺ مفاوز تنقطع اعناق المطي کا کیا مطلب ہے؟

(ہ) ولكن ليس في الصدقة اختلاف سے ابن مبارکؒ کیا کہنا چاہتے ہیں؟

الجواب

(الف):

ترجمہ: اور محمد (بن عبداللہ بن قہزاذ) فرماتے ہیں کہ میں نے ابواسحاق ابراہیم بن عیسیٰ الطالقانی کو یہ کہتے ہوئے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن مبارک سے دریافت کیا کہ اے ابوعبدالرحمٰن! یہ حدیث کیسی ہے؟ "نیکی کے بعد نیکی یہ ہے کہ تم اپنی نماز کے ساتھ اپنے والدین کے لیے بھی نماز پڑھو، اور اپنے روزوں کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ساتھ ان کے لیے بھی روزہ رکھو''، ابو اسحاق طالقانی نے کہا: کہ عبداللہ بن مبارک نے دریافت کیا اے ابو اسحاق! یہ حدیث کس سے مروی ہے؟ طالقانی نے کہا: میں نے ان سے عرض کیا کہ یہ شہاب بن خراش کی حدیثوں میں سے ہے، پس ابن مبارک نے فرمایا: یہ ثقہ ہے، وہ کس سے روایت کرتے ہیں؟ طالقانیؒ نے کہا: میں نے عرض کیا کہ وہ حجاج بن دینار سے، ابن مبارک نے فرمایا: یہ (بھی) ثقہ ہیں، وہ کس سے روایت کرتے ہیں؟ طالقانی نے کہا: میں نے عرض کیا کہ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ابن مبارک نے کہا کہ اے ابو اسحاق! حجاج بن دینار اور نبی کریم ﷺ کے درمیان تو ایسے بیابان ہیں جن کو پار کرتے ہوئے سواریاں ہلاک ہو جاتی ہیں؛ مگر صدقہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

(ب) تشریح:

امام مسلمؒ فرماتے ہیں: کہ صحتِ احادیث کی تحقیق کے لیے سند کی تحقیق و تفتیش کے علاوہ محدثین نے روایتوں کی جانچ پڑتال کے لیے ایک اور طریقہ قرآن وحدیث کی روشنی میں مقرر کیا ہے، وہ طریقہ اتصالِ سند ہے؛ چناں چہ اسی ضابطہ کی بنا پر عبداللہ بن مبارکؒ سے حدیثِ باب کے متعلق دریافت کیا گیا تو عبداللہ بن مبارکؒ نے فرمایا: کہ اس حدیث کے راوی اگر چہ ثقہ ہیں؛ مگر سند متصل نہیں ہے؛ کیوں کہ حجاج بن دینار اور نبی کریم ﷺ کے درمیان کم از کم دو واسطوں کا ہونا ضروری ہے جن کو اس نے ترک کر دیا۔

مفاوز تنقطع فیھا أعناق المطي سے کیا استعارہ ہے؟

مفاوز مفازۃ کی جمع ہے، جس کے معنی ہیں لق ودق بیابان یعنی ایسا جنگل جہاں نہ گھاس ہو نہ پانی اور نہ ہی آبادی۔ حجاج تبع تابعی ہیں؛ اس لیے ان کے اور آپ ﷺ کے درمیان کم از کم دو واسطوں کا ہونا ضروری ہے، زیادہ کی کوئی تحدید نہیں، اسی فاصلہ کو بیان

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کرنے کے لیے ابن مبارکؒ نے بطورِ استعارہ "مفاوز تنقطع فیها اعناق المطي" فرمایا، یعنی انقطاعِ کثیر۔ (نووی: ص ۱۲، نعمت المنعم: ص ۱۲۸)

ایصالِ ثواب کن اُمور میں متفق علیہ بین الائمہ اور کن اُمور میں مختلف فیہ ہے؟

اہلِ سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ دعا، استغفار، اور عباداتِ مالیہ کا ثواب زندہ شخص کی طرف سے زندہ اور مردہ دونوں کو پہنچ سکتا ہے اس سلسلے میں قرآنی آیات اور احادیث بکثرت ہیں؛ مگر اس میں معتزلہ کا اختلاف ہے، اور ان کمبختوں کے اختلاف کا کوئی اعتبار بھی نہیں ہے؛ کیوں کہ ان کا قول قرآن وسنت اور اجماعِ امت کے خلاف ہے۔ (نعمت المنعم: ص ۱۲۸)

كذا قال الماوردي: عن بعض أصحاب الكلام من أنّ الميت لايلحقه بعد موته ثواب فهو مذهب باطل قطعا؛ لأنه مخالف لنصوص الكتاب والسنة وإجماع الأمة. فلا التفات إليه. (نووی: ص ۱۲)

عباداتِ بدنیہ، روزہ، نماز، قرأتِ قرآن وغیرہ کے ثواب کے پہنچنے میں اہلِ سنت کا باہم اختلاف ہے۔

قولِ اوّل: امام مالکؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں: کہ میت کے لیے صدقہ، دعا اور حج کا ثواب پہنچتا ہے، رہی عباداتِ بدنیہ تو ان میں سے روزہ کے متعلق امام شافعیؒ کے یہاں کچھ تفصیل ہے، ایک روایت کے مطابق مرنے والے کے فرض روزہ کو میت کا ولی یا ولی کی اجازت سے کوئی ادا کرے تو میت کا ذمہ فارغ ہو جائے گا، اور میت کو ثواب ملے گا، اور اس کے علاوہ کسی قسم کا روزہ اور کسی قسم کی نماز یا تلاوتِ قرآن کا ثواب میت کو نہیں پہنچے گا۔

قولِ ثانی: امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ کے یہاں عباداتِ بدنیہ و مالیہ سب کا ثواب پہنچ سکتا ہے؛ البتہ عباداتِ بدنیہ میں میت کے فرض روزے اور فرض نماز کو، روزہ اور نماز کے ذریعہ ساقط نہیں کیا جا سکتا؛ بلکہ فدیہ دینا پڑے گا۔ (نووی: ص ۱۲، نعمت المنعم: ص ۱۲۸)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج) اس عبارت کو لانے سے امام مسلمؒ کا مقصد؟

اس عبارت سے امام مسلمؒ کا مقصد اتصالِ سند کی اہمیت کو بتلانا ہے، جیسا کی اس کی وضاحت تشریح کے تحت گزر چکی ہے، جس کا جی چاہے دیکھے۔

(د): اس جزء کا جواب تشریح کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

(ہ) ولکن لیس في الصدقة اختلاف سے عبداللہ بن مبارکؒ کی مراد؟

اس سے ابن مبارکؒ کی مراد عباداتِ مالیہ ہیں؛ کیوں کہ عباداتِ مالیہ کے بارے میں احادیث میں باہم اختلاف نہیں ہے اور نہ اس میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ (نعمت المنعم: ص ۱۲۸)

سوال: (۴۸)، صفحہ: (۱۴)

(سالانہ امتحان ۱۴۱۵ھ)

قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ رَأَيْتُ رَوْحَ بْنَ غُطَيْفٍ صَاحِبَ الدَّمِ قَدْرَ الدِّرْهَمِ وَجَلَسْتُ إِلَيْهِ مَجْلِسًا فَجَعَلْتُ أَسْتَحْيِيْ مِنْ أَصْحَابِيْ أَنْ يَرَوْنِيْ جَالِسًا مَعَهُ كُرْهَ حَدِيْثِهِ.

(الف) عبارت باعراب لکھ کر ترجمہ کریں۔

(ب) مطلب بوضاحت لکھیں، صاحب الدم قدر الدھم سے کس حدیث کی طرف اشارہ ہے اور وہ حدیث کس درجہ کی ہے؟

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ نے فرمایا: کہ میں نے بقدرِ درہم خون

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

والے روح ابن غطیف کو دیکھا ہے اور اس کے ساتھ ایک مجلس میں بیٹھا ہوں، پس میں اپنے تلامذہ سے شرمانے لگا کہ وہ مجھ کو اس کے پاس بیٹھا ہوا دیکھ لیں، اس کی حدیث کو ناپسند کرنے کی وجہ سے۔

(ب) تشریح:

اس حدیث سے امام مسلمؒ کا مقصد جرح راوی کے جواز کو ثابت کرنا ہے، جیسا کہ انہوں نے یہاں روح بن غطیف ثقفی جزر کا تذکرہ کیا ہے، کہ وہ منکر الحدیث، ساقط الاعتبار، اور حدیث گھڑنے والا راوی ہے۔ (فیض المنعم: ص ۹۳)

صاحب الدّم قدر الدهم:

اس سے امام مسلمؒ نے حدیث "تعاد الصلوٰة من قدر الدرهم يعني من الدم" کی طرف اشارہ کیا ہے، اور اس حدیث کو امام بخاریؒ نے اپنی تاریخ کبیر میں ذکر کیا ہے اور فرمایا کہ: یہ حدیث باطل ہے، اس کی محدثین کے نزدیک کوئی اصل نہیں ہے۔

رواه روحٌ هذا عن الزهري عن أبي سلمة عن أبي هريرة رضي الله عنه يرفعه تعاد الصلوٰة من قدر الدرهم يعني من الدم وهذا الحديث ذكره البخاري في تاريخه وهو حديث باطل لا أصل له عند أهل الحديث.

(نووی: ج ۱/ ص ۱۴)

سوال: (۴۹)، صفحہ: (۱۵)

(سالانہ امتحان ۱۴۳۴)

حَدَّثَنِي أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ، قَالَ: نَا عَاصِمٌ قَالَ كُنَّا نَأْتِي أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيَّ وَنَحْنُ غِلْمَةٌ أَيْفَاعٌ فَكَانَ يَقُولُ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لَنَا لَاتُجَالِسُوا الْقُصَّاصَ غَيْرَ أَبِي الأَحْوَصِ وَإِيَّاكُمْ وَشَقِيقًا قَالَ وَكَانَ شَقِيقٌ هٰذَا يَرَى رَأْيَ الْخَوَارِجِ وَلَيْسَ بِأَبِي وَائِلٍ.

(الف) عبارت باعراب لکھ کر ترجمہ کریں۔

(ب) مطلب لکھئے اور غلمة ایفاعؓ کی لغوی تحقیق کیجیے اور جس شقیق سے بچنے کو کہا گیا ہے وہ کونسے شقیق ہیں اور ابووائل کون ہیں؟ تفصیل سے لکھئے کہ رائے خوارج سے کیا مراد ہے؟

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت عاصم کہتے ہیں کہ ہم عبدالرحمٰن سلمی کے پاس (حدیث پڑھنے) جایا کرتے تھے؛ جب کہ ہم نوجوان لڑکے تھے، پس وہ (عبدالرحمٰن) ہم سے فرمایا کرتے تھے، کہ واعظوں کے پاس حدیث پڑھنے نہ جایا کرو؛ البتہ ابوالاحوص اس سے مستثنیٰ ہیں، اور شقیق سے بچا کرو، (اور عاصم کہتے ہیں) یہ شقیق خارجیوں کا عقیدہ رکھتا تھا، اور یہ وہ شقیق نہیں ہے جن کی کنیت ابووائل ہے۔

(ب) تشریح:

محدثین کے نزدیک صوفیاء کی طرح پیشہ ور واعظوں کی حدیثوں کا زیادہ اعتبار نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ طبقہ اپنی چند کمزوریوں کی وجہ سے عام طور پر غیر معتبر حدیثیں بیان کرتا ہے، اور ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ایسی تقریر کی جائے جس سے سامعین جھوم اٹھیں، اور یہ مقصد معروف مضامین بیان کرنے سے حاصل نہیں ہوسکتا؛ اس لیے ان لوگوں کو عجیب ترین باتیں یا دوسروں کی گھڑی ہوئی باتیں سنانی پڑتی ہیں، نیز یہ حضرات علم کے اندر پختہ بھی نہیں ہوتے ہیں، اور اہم بات یہ ہے کہ فن حدیث میں ان لوگوں کو مہارت بھی حاصل

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نہیں ہوتی ہے، اور وعظ میں حدیثیں بیان کرنا وہ اپنا ذاتی حق سمجھتے ہیں؛ اس لیے جو بھی حدیث سامنے آجاتی ہے، اس کو بیان کرنا شروع کر دیتے ہیں، بنابریں ائمہ جرح وتعدیل نے واعظوں کی حدیثوں کو غیر معتبر قرار دیا ہے؛ مگر مطلقاً نہیں؛ بلکہ بعض حضرات اس سے مستثنیٰ ہیں۔ (فیض المنعم: ص/ ۹۷)

غلمة أيفاعٌ:

غلمة جمع غلام بمعنیٰ نوجوان، واسم الغلام يقع على الصبي حين يولد على احتلاف حالته إلى أن يبلغ.

أيفاع: جمع يَفَعٍ بمعنیٰ قريب البلوغ، قال القاضي عياض: معناه: بالغون. وقال الثعالبي: إذا قارب البلوغ. أو بلغه يقال له يافع. وقد أَيْفَع وهو نادرٌ. (نووی: ج/۱، ص/ ۱۵)

إيا كم وشقيقًا:

(۱) شقیق نام کے دو راوی ہیں، ابو عبد الرحیم شقیق، ضبی، الکوفی، القاص، جو خارجیوں کا عقیدہ رکھتا تھا، اور امام نسائی نے اس کی تضعیف کی ہے مذکورہ بالا عبارت میں شقیق سے یہی مراد ہے۔

(۲) ابو وائل شقیق بن سلمہ اسدی، جو کبار تابعین میں سے ہیں، وليس بأبي وائل میں ابو وائل سے یہی مراد ہے۔ (نووی: ص/ ۱۵)

سوال: (۵۰)، صفحہ: (۱۵)

(سالانہ امتحان ۱۴۳۹ھ)

قَالَ: نَا سُفْيَانُ قَالَ: كَانَ النَّاسُ يَحْمِلُونَ عَنْ جَابِرٍ قَبْلَ أَنْ يُظْهِرَ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مَاأَظْهَرَ فَلَمَّاأَظْهَرَ مَا أَظْهَرَ اتَّهَمَهُ النَّاسُ فِيْ حَدِيْثِهِ وَتَرَكَهُ بَعْضُ النَّاسِ فَقِيلَ لَهُ وَمَا أَظْهَرَ؟ قَالَ الْإِيمَانَ بِالرَّجْعَةِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) سفیان سے کون سے سفیان مراد ہیں، اور جابر کے بارے میں محدثین کی کیا رائے ہے، بتائیں کہ عقیدہ رجعت کیا ہے؟

الجواب

(الف):

ترجمہ: حمیدی نے کہا: سفیان ابن عیینہ کہتے ہیں کہ جب تک جابر جعفی نے اپنی بداعتقادی ظاہر نہیں کی تھی، لوگ اس سے حدیثیں لیا کرتے تھے، پھر جب اس نے اپنی بداعتقادی ظاہر کی تو لوگوں نے اس پر اس کی حدیثوں کے بارے میں بدگمانی کی، اور بعض لوگوں نے اس کو چھوڑ دیا، ابن عیینہ سے پوچھا گیا کہ اس نے کیا بداعتقادی ظاہر کی، انھوں نے جواب دیا کہ رجعت کا عقیدہ۔

(ب) سفیان سے کون سے سفیان مراد ہیں؟

قال النووي هو سفيان بن عيينة، الإمام المشهور. (نووی: ج ۱، ص ۱۵)

جابر کے متعلق محدثین کی رائے:

جابر بن یزید جعفی، کوفی متوفی ۱۶۷ھ مشہور ضعیف راوی ہے، امام ابوحنیفہؒ نے ان پر سخت جرح کی ہے اور فرمایا کہ: مارأيت أكذب من جابر الجعفي.

اور لیث بن سُلیم کہتے ہیں کہ: لاتأته فإنه كذاب.

اور امام نسائی نے متروک کہا ہے اور زائدہ نے کذاب کہا ہے۔ (نعمت المنعم: ج ۱، ص ۱۴۴)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عقیدۂ رجعت:

عقیدۂ رجعت کی شیعوں کے یہاں متعدد تفسیریں ہیں:

(۱) امام غائب کا ظہور، اس سے مراد غارِ سرمن رای کا وہ کنواں مراد لیتے ہیں جس میں امام غائب چھپے بیٹھے ہیں۔

(۲) یہ ہے کہ حضرت علیؓ زندہ ہوکر دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے۔

(۳) حضرت علیؓ بادلوں میں ہیں اور ان کی اولاد میں سے جو بھی حکومتِ وقت سے بغاوت کرتا ہے، ہم اس کے ساتھ اس وقت نکلتے ہیں، جب حضرت علیؓ آسمان سے پکار کر کہیں کہ فلاں شخص کے ساتھ خروج کرو۔ (فیض المنعم: ص/۱۰۱-۱۰۲)

سوال: (۵۱)، صفحہ: (۱۵)

(سالانہ امتحان ۱۴۲۷ھ)

إِنَّ رَجُلًا سَأَلَ جَابِرًا عَنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى: ﴿فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَأْذَنَ لِيْ اَبِيْ اَوْيَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ﴾ قَالَ فَقَالَ جَابِرٌ لَمْ يَجِئْ تَأْوِيْلُ هٰذِهٖ قَالَ سُفْيَانُ وَكَذَبَ فَقُلْنَا وَمَااَرَادَ بِهٰذَا؟ فَقَالَ اِنَّ الرَّافِضَةَ تَقُوْلُ اِنَّ عَلِيًّا فِي السَّحَابِ فَلَانَخْرُجُ مَعَ مَنْ يَخْرُجُ مِنْ وَلَدِهٖ حَتّٰى يُنَادِيْ مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ يُرِيْدُ عَلِيًّا أَنَّهٗ يُنَادِيْ اُخْرُجُوْا مَعَ فُلَانٍ يَقُوْلُ جَابِرٌ فَذَا تَأْوِيْلُ هٰذِهِ الْاٰيَةِ وَكَذَبَ كَانَتْ فِيْ اِخْوَةِ يُوْسُفَ

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں۔

(ب) مطلب بیان کیجیے، جابر سے کون سے جابر مراد ہیں؟ عقیدۂ رجعت کی وضاحت کیجیے، کیا عقیدۂ رجعت کی دوسری تفسیریں بھی ہیں؟ انھیں قلم بند کیجیے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف):

ترجمہ: (سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا کہ) ایک آدمی نے حضرت جابر جعفی سے اس آیت کا مطلب پوچھا تھا ''میں اس وقت تک یہاں سے نہیں ہٹوں گا جب تک میرے ابّا مجھے اجازت نہ دے دیں، یا اللہ تعالیٰ میرے حق میں کوئی فیصلہ فرمائیں اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والے ہیں'' اس آدمی نے کہا: پس جابر نے کہا کہ ابھی اس آیت کا مصداق ظاہر نہیں ہوا، سفیان کہتے ہیں کہ جابر نے جھوٹ کہا، حمیدی کہتے ہیں کہ ہم نے سفیان سے پوچھا کہ جابر کی غرض کیا تھی، سفیان نے بتایا کہ رافضیوں کا یہ اعتقاد ہے کہ حضرت علیؓ بادلوں میں ہیں اور ان کی اولاد میں سے جو شخص بھی خروج (حکومتِ وقت سے بغاوت) کرتا ہے، ہم اس کے ساتھ اس وقت نکلتے ہیں جب ایک پکارنے والا آسمان سے پکارتا ہے، اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مراد لے رہا ہے، وہ پکار کر کہتا ہے کہ فلاں شخص کے ساتھ خروج کرو، جابر کہتا ہے کہ اس آیت کا یہی مطلب ہے، اور وہ جھوٹ بکتا ہے، یہ آیت حضرت یوسفؑ کے بھائیوں کے بارے میں ہے۔

(ب) تشریح:

جابر بن یزید جعفی کوفی متوفی ۱۶۷ھ مشہور ضعیف راوی ہے، پہلے یہ شخص ٹھیک تھا، پھر سبائی شیعہ ہوگیا، اور ایمان بالرجعت کا عقیدہ رکھتا تھا، ان سے اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ إلخ﴾ کی تفسیر کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ اس آیت کا مصداق ظاہرا ابھی نہیں ہوا اور ان کی مراد یہ تھی کہ حضرت علیؓ بادلوں میں ہیں، اور ان کی اولاد میں سے جو بھی حکومتِ وقت سے بغاوت کرتا ہم اس کے ساتھ اس وقت نکلتے ہیں جب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حضرت علیؓ آسمان سے پکار کہیں کہ فلاں شخص کے ساتھ خروج کرو، جب کہ مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ آیت برادرانِ یوسفؑ کے بارے میں ہے۔ (فیض المنعم:ص/۱۰۱)

جابر سے کون جابر مراد ہیں؟

جابر سے مراد: ابوعبداللہ جابر بن یزید جعفی کوفی متوفی ۱۶۷ھ مشہور ضعیف راوی ہے۔ (فیض المنعم:ص/۹۸)

عقیدۂ رجعت:

عقیدۂ رجعت کی شیعوں کے یہاں متعدد تفسیریں ہیں:

(۱) ایک وہ ہے جو اوپر روایت میں گزری یہی جابر جعفی کا عقیدہ تھا۔

(۲) دوسری تفسیر امام غائب کا خروج (ظہور) ہے اس صورت میں الأرض سے مراد عارِ سرمن رای کا وہ کنواں لیتے ہیں، جس میں امام غائب چھپے بیٹھے ہیں۔

(۳) اور ایک قدیم تفسیر عقیدۂ رجعت کی یہ بھی تھی کہ حضرت علیؓ دوبارہ زندہ ہوکر دنیا میں تشریف لائیں گے، اس صورت میں ''الأرض'' سے مراد قبر اور ''أبي'' سے مراد اللہ تعالٰی کو لیتے ہیں۔ (فیض المنعم:ص/۱۰۱-۱۰۲)

سوال:(۵۲)، صفحہ:(۱۸)

(سالانہ امتحان ۱۴۱۹ھ)

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ الْحُلْوَانِيُّ قَالَ: سَمِعْتُ يَزِيدَ بْنَ هَارُونَ وَذَكَرَ زِيَادَ بْنَ مَيْمُونٍ فَقَالَ حَلَفْتُ أَلَّا أَرْوِيَ عَنْهُ شَيْئًا وَلَا عَنْ خَالِدِ بْنِ مَحْدُوجٍ وَقَالَ لَقِيتُ زِيَادَ بْنَ مَيْمُونٍ فَسَأَلْتُهُ عَنْ حَدِيثٍ فَحَدَّثَنِي بِهِ عَنْ بَكْرٍ الْمُزَنِيِّ ثُمَّ عُدْتُ إِلَيْهِ فَحَدَّثَنِي بِهِ عَنْ مُوَرِّقٍ ثُمَّ عُدْتُ إِلَيْهِ فَحَدَّثَنِي بِهِ عَنِ الْحَسَنِ وَكَانَ يَنْسُبُهُمَا إِلَى الْكَذِبِ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں، مطلب بیان کریں۔

(ب) زیاد کا ایک ہی حدیث کو کبھی بکر، اور کبھی مورق اور کبھی حسن سے بیان کرنا کس طرح دلیلِ کذب ہے وضاحت کریں؟

(ج) اس مسئلہ میں کوئی قاعدہ بھی ہو تو اس کو بھی تحریر کریں اور زیاد کا ایک اور قصہ امام مسلمؒ نے ذکر کیا اس کو بھی لکھیں۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: ہم سے حسن حلوانی نے بیان کیا وہ کہتے ہیں میں نے یزید بن ہارون سے سنا کہ اس نے زیاد بن میمون کا تذکرہ کیا تو فرمایا: کہ میں قسم کھاتا ہوں کہ اس سے کوئی روایت نہیں کروں گا، اور نہ خالد بن محدوج سے، اور یزید نے کہا میری زیاد سے ملاقات ہوئی، تو میں نے اس سے ایک حدیث پوچھی، پس اس نے وہ حدیث بکر بن عبداللہ سے روایت کی، پھر میں دوبارہ اس سے ملا تو اس نے وہ حدیث مورّق سے روایت کی، پھر میری اس سے ملاقات ہوئی تو وہی حدیث اس نے حسن بصری سے روایت کر کے سنائی اور یزید ان دونوں (زیاد اور خالد) کو جھوٹ کی طرف منسوب کرتے تھے۔

تشریح: ابوعمار زیاد بن میمون ثقفی واضع حدیث اور بڑا جھوٹا راوی ہے، اور امام مسلمؒ نے واضعینِ حدیثین میں اس کا تذکرہ کیا ہے، اور امام نسائیؒ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے، نیز یزید بن ہارون نے اس کو کاذب کہا ہے، اور ان کے کذب پر ایک واقعہ سے استدلال کیا ہے۔

(ب) زیاد کا ایک حدیث کو مختلف راویوں سے روایت کرنا کس طرح دلیلِ کذب ہے؟

زیاد بن میمون کا ایک ہی حدیث کو مختلف اشخاص سے روایت کرنا عقلی طور پر دلیل کذب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نہیں ہوسکتا؛ کیوں کہ ممکن ہے کہ زیاد بن میمون نے یہ حدیث تینوں حضرات سے سنی ہو۔

رہا یزید کا ان پر کذب کا حکم لگانا وہ دیگر قرائن کی بنا پر ہوسکتا ہے جیسا کہ عبد الرحمن بن مہدی، اور ابوداؤد طیالسی کے سامنے زیاد نے خود اپنے جھوٹ کا اقرار کیا تھا، کہ میری ملاقات حضرت انسؓ سے نہیں ہے، اس کے باوجود حضرت انسؓ سے روایت کرتا تھا۔

(ج):

اور ہوسکتا ہے ان پر کذب کا حکم لگانا مندرجۂ ذیل قاعدہ کی بنا پر ہو:

قاعدہ: اگر سند میں اختلاف کرنے والا شخص متہم ہے تو اس کا اختلافِ سند دلیل کذب ہوگا، اور اگر وہ سیئ الحفظ ہے، تو اس کا اختلافِ سند اضطراب یا عدمِ اضطراب کی دلیل ہے، اور اگر کوئی ایسا راوی ہے جو بکثرت حدیثیں روایت کرتا ہے اور قوی الحفظ ہے تو اس کا اختلافِ سند دلیل کذب نہیں ہے، جیسے زہری، شعبہ وغیرہ۔ (نعمت المنعم: ج/۱، ص/۱۵۸)

زیاد کا ایک اور قصہ:

حدیث عطارہ: زیاد بن میمون حضرت انسؓ سے روایت کرتا ہے کہ ایک عطارنی عورت تھی، جس کا نام خولہ بنت تویت تھا، اس نے آکر حضرت عائشہؓ سے کہا تھا کہ "أني أزين نفسي لزوجي كل ليلة" إلخ اس روایت کو عباد بن منصور سے نضر بن شمیل روایت کرتے تھے، ابوداؤد طیالسی بھی عباد بن منصور کے شاگرد تھے، اس لیے محمود بن غیلان نے ابوداؤد طیالسی سے پوچھا کہ نضر بن شمیل تو عباد بن کثیر سے نقل کرتے ہیں، اور آپ عباد بن کثیر کے شاگرد اور نضر بن شمیل کے ساتھی ہوتے ہوئے اس روایت کو بیان نہیں کرتے ہیں۔

اس کے جواب میں ابوداؤد طیالسی نے یہ قصہ بیان کیا کہ:

میں اور عبد الرحمن بن مہدی دونوں زیاد کے یہاں گئے، ہمارے سامنے اس نے اقرار کیا کہ میری ملاقات حضرت انسؓ سے ہے ہی نہیں، پھر بھی ان سے روایت کرتا ہوں، اب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

میں توبہ کر رہا ہوں پھر اس کے بعد ہم کو اطلاع ہوئی کہ وہ حضرت انسؓ سے روایت کرتا ہے، پھر ہم گئے تو اس نے کہا میں توبہ کرتا ہوں، پھر اس کے بعد بھی وہ حضرت انسؓ سے روایت کرتا تھا؛ چناں چہ ہم نے اس کو چھوڑ دیا۔ (نعمت المنعم: ج/۱، ص/۱۵۸، فیض المنعم: ص/۱۱۵)

سوال: (۵۳)، صفحہ: (۲۰)

(سالانہ امتحان ۱۴۱۸ھ)

وَلَاأُحسِبُ كَثِيرًا مِمَّنْ يُعَرِّجُ مِنَ النَّاسِ عَلَى مَا وَصَفْنَا مِنْ هٰذِهِ الْأَحَادِيثِ الضِّعَافِ وَالْأَسَانِيدِ الْمَجْهُولَةِ وَيَعْتَدُّ بِرِوَايَتِهَا بَعْدَ مَعْرِفَتِهِ بِمَافِيهَا مِنَ التَّوَهُّنِ وَالضَّعْفِ إِلَّا أَنَّ الَّذِي يَحْمِلُهُ عَلَى رِوَايَتِهَا وَالاِعْتِدَادِ بِهَا إِرَادَةُ التَّكْثِيرِ بِذٰلِكَ عِنْدَ الْعَوَامِ وَلِأَنْ يُقَالَ مَا أَكْثَرَ مَا جَمَعَ فُلَانٌ مِنَ الْحَدِيثِ وَأَلَّفَ مِنَ الْعَدَدِ وَمَنْ ذَهَبَ فِي الْعِلْمِ هٰذَا الْمَذْهَبَ وَسَلَكَ هٰذَا الطَّرِيقَ فَلَا نَصِيبَ لَهُ فِيهِ وَكَانَ بِأَنْ يُسَمَّى جَاهِلاً أَوْلَى مِنْ أَنْ يُنْسَبَ إِلَى عِلْمٍ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مذکورہ عبارت میں محدثین کے کس قسم کے طریقہ کی قباحت بیان کرتے ہیں، پھر اس کے قبیح ہونے کی اور بھی وجہ ہوسکتی تھی؛ اس لیے مذکورہ وجہ ہی میں انحصار کی وجہ تحریر کریں۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: اور میں یہی گمان کرتا ہوں کہ بہت سے وہ لوگ جو اعتماد کرتے ہیں، ان ضعیف حدیثوں اور مجہول سندوں پر جن کا حال ہم نے پہلے بیان کیا ہے، اور ان کو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قابلِ روایت سمجھتے ہیں، اس ضعف اور کمزوری کو جانتے ہوئے، جوان روایتوں میں ہے یعنی میرے گمان میں ان لوگوں کو عوام الناس کے نزدیک تکثیر حدیث کا جزبہ ہی ان احادیث کو روایت کرنے پر اُبھارتا ہے، اوران کی طرف التفات کرنے پر اور (وہ بات) اس لیے ہے کہ تا کہ کہا جائے کہ فلاں محدث نے کس قدر حدیثیں جمع کی ہیں، اوران کی کس قدر تصانیف ہیں، اور جو شخص فن حدیث میں یہ نقطۂ نظر رکھتا ہے، اور یہ راستہ اپناتا ہے اس کا فن حدیث میں کوئی حصہ نہیں، اور وہ شخص عالم کہلانے کے بجائے جاہل کہلانے کا زیادہ مستحق ہے۔

(ب) مذکورہ بالا حدیث میں محدثین کی قباحت کا بیان:

مذکورہ بالا عبارت میں ان نام نہاد محدثین کے طریقۂ کار کی قباحت بیان کی ہے جو عوام الناس کے سامنے اپنا امتیاز پیدا کرنے کے لیے غریب سے غریب تر روایتیں بیان کرتے تھے اوران حدیثوں کی کمزوریوں کو جانتے ہوئے دھڑلے سے طلبہ کے سامنے بیان کرتے تھے، اور امام مسلمؒ فرماتے ہیں میرے خیال میں اسکی وجہ صرف ان کا جذبۂ تکثیر ہے؛ تا کہ کہا جائے کہ فلاں محدث کس قدر حدیثیں بیان کرتا ہے، اور فلاں محدث کی کس قدر تصانیف ہیں، نیز امام مسلمؒ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں کا یہ نظریہ ہے ان کا علم حدیث میں کوئی حصہ نہیں اور وہ عالم کہلانے کے بجائے جاہل کہلانے کے زیادہ مستحق ہیں۔ (فیض المنعم: ص ر ۱۳۴)

اس کے قبیح ہونے کی اور بھی وجہ ہوسکتی تھی، مذکورہ بالا وجہ میں انحصار کی وجہ؟

(ا) اس کے قبیح ہونے کی اور بھی وجہ ہوسکتی تھی، مثلاً بہت سے لوگ موضوع ومنکر روایتیں اسلام دشمنی اور دین میں تحریف وتبدیل کے جذبہ کے تحت پھیلاتے تھے، کچھ لوگ مالی منفعت اور بادشاہوں کا قرب وخوشنودی حاصل کرنے کے جذبہ سے منکر و موضوع حدیثیں بیان کرتے تھے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

امام مسلمؒ نے مذکورہ وجہ ہی میں انحصار اس لیے کیا ہے کہ اس وقت یہی طریقہ زیادہ رائج تھا۔

سوال: (۵۴)، صفحہ: (۲۱)

(سالانہ امتحان ۱۴۲۱ھ)

قَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ مُنْتَحِلِي الْحَدِيثِ مِنْ أَهْلِ عَصْرِنَا فِيْ تَصْحِيْحِ الْأَسَانِيدِ وَتَسْقِيمِهَا بِقَوْلٍ لَوْضَرَبْنَا عَنْ حِكَايَتِهِ وَذِكْرِ فَسَادِهِ صَفْحًا لَكَانَ رَأْيًا مَتِينًا وَمَذْهَبًا صَحِيحًا إِذِ الْإِعْرَاضُ عَنِ الْقَوْلِ الْمُطَّرَحِ أَحْرَى لِإِمَاتَتِهِ وَإِخْمَالِ ذِكْرِ قَائِلِهِ وَأَجْدَرُ أَنْ لَا يَكُونَ ذٰلِكَ تَنْبِيهًا لِلْجُهَّالِ عَلَيْهِ غَيْرَ أَنَّا لَمَّا تَخَوَّفْنَا مِنْ شُرُورِ الْعَوَاقِبِ وَاغْتِرَارِ الْجَهَلَةِ بِمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ وَإِسْرَاعِهِمْ إِلَى اعْتِقَادِ خَطَإِ الْمُخْطِئِينَ وَالْأَقْوَالِ السَّاقِطَةِ عِنْدَ الْعُلَمَاءِ رَأَيْنَا الْكَشْفَ عَنْ فَسَادِ قَوْلِهِ وَرَدَّ مَقَالَتِهِ بِقَدْرِ مَايَلِيقُ بِهَا مِنَ الرَّدِّ أَجْدَى عَلَى الْأَنَامِ وَأَحْمَدَ لِلْعَاقِبَةِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، خط کشیدہ جملہ ترکیب میں کیا واقع ہے تحریر کریں۔ (ب) مذکورہ بالا عبارت کی روشنی میں باطل اقوال پر خاموشی اختیار کرنے اور تردید کرنے کا ضابطہ تحریر کریں۔

الجواب

(الف)

ترجمہ: ہمارے زمانہ کے بعض نام نہاد محدثین نے سندوں کے صحیح اور ضعیف قرار دینے کے سلسلہ میں ایسی بات کہی کہ اگر ہم اس کے قول کو نقل کرنے سے اعراض کرتے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور اس کا فساد ظاہر کرنے سے اعراض کرتے تو ہوتی وہ پختہ رائے، اور صحیح مذہب؛ کیوں کہ مردود نظریہ سے اعراض کرنا زیادہ لائق ہے اس کو دفن کرنے سے، اور صاحب نظریہ کا نام مٹانے کے لیے، اور زیادہ سزاوار ہے (اس بات کے) کہ وہ (تذکرہ) جاہلوں کی آگاہی کا سبب نہ بنے؛ مگر جب ہم نے خطرہ محسوس کیا انجام کی خرابی کا، اور جاہلوں کے نئی نئی باتوں میں دھوکہ میں آنے کا اور ان کے جلد معتقد ہوجانے کا خطا کاروں کی خطا کا اور ان اقوال کا جو علماء کے نزدیک ناقابلِ اعتبار ہیں تو ہم نے لوگوں کے لیے مفید سمجھا اس قول کے فساد کو ظاہر کرنا، اور اس بات کی تردید کرنا جتنی تردید اس کے لیے ضروری ہے اور ہم نے (اس کو) قابلِ ستائش جانا انجام کے لیے۔

خط کشیدہ جملوں کی ترکیبی حالت:

لكان رأيًا متينًا: لو ضربنا عن حكايته. هذه الجملة شرطية والجزاء مابعدها، وهو قوله لكان رأيا متينًا. (احسن الهادی: ص/۵۵)

لكان رأيًا متينًا: یہ جزاء ہے مصنفؒ کے قول لو ضَرَبْنَا عن حكايته کی۔

باطل نظریہ پر سکوت وتردید کا ضابطہ:

باطل نظریہ پر سکوت: باطل نظریہ کی تردید بلا ضرورت نہیں کرنی چاہیے اور اس کو زیادہ اہمیت بھی نہیں دینی چاہیے؛ اس لیے کہ بعض مرتبہ اس کی تردید کے لیے کسی غلط بات کا تذکرہ اس کی اشاعت کا سبب بن جاتا ہے؛ اس لیے بہتر بات یہی ہے کہ اس کی طرف توجہ نہ کی جائے، کچھ دنوں بعد وہ نظریہ اپنی موت مر جائے گا۔

باطل نظریہ کی تردید: اگر باطل نظریہ بلا آپ کی تردید کے لوگوں کے درمیان پھیل رہا ہو، یا قوی اندیشہ ہو کہ لوگوں کے درمیان پھیل جائے گا، اور لوگ اس سے متاثر ہوں گے، تو اس کا ابطال اور تردید ضروری ہے۔ (نعمت المنعم: ص/۱۸۰)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال: (۵۵)، صفحہ: (۲۲)

(سالانہ امتحان ۱۴۲۹ھ)

إِنَّ الْقَوْلَ الشَّائِعَ الْمُتَّفَقَ عَلَيْهِ بَيْنَ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْأَخْبَارِ وَ الرِّوَايَاتِ قَدِيمًا وَحَدِيثًا أَنَّ كُلَّ رَجُلٍ ثِقَةٍ رَوَى عَنْ مِثْلِهِ حَدِيثًا وَجَائِزٌ مُمْكِنٌ لَهُ لِقَاؤُهُ وَالسَّمَاعُ مِنْهُ لِكَوْنِهِمَا جَمِيعًا كَانَا فِيْ عَصْرٍ وَاحِدٍ وَإِنْ لَمْ يَأْتِ فِيْ خَبَرٍ قَطُّ أَنَّهُمَا اجْتَمَعَا وَلَا تَشَافَهَا بِكَلَامٍ فَالرِّوَايَةُ ثَابِتَةٌ وَالْحُجَّةُ بِهَا لَازِمَةٌ إِلَّا أَنْ تَكُونَ هُنَاكَ دَلَالَةٌ بَيِّنَةٌ أَنَّ هٰذَا الرَّاوِيَ لَمْ يَلْقَ مَنْ رَوَى عَنْهُ أَوْ لَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ شَيْئًا.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) اس ''قول شائع'' کا خلاصہ، پھر ''بعض منتحلی الحدیث'' کے قول کا خلاصہ تحریر کریں۔

(ج) ''بعض منتحلی الحدیث'' اپنے قول پر کیا دلیل پیش کرتے ہیں اور مصنفؒ نے اس کا کیا جواب دیا ہے تحریر کریں؟

الجواب

(الف):

ترجمہ: بلاشبہ مشہور قول، جو متفق علیہ ہے اخبار واحادیث کے تمام عالموں کے نزدیک ماضی میں اور حال میں، وہ یہ ہے کہ کوئی بھی ثقہ (معتبر) آدمی، جس نے اپنے جیسے ثقہ آدمی سے کوئی حدیث روایت کی ہو، دراں حالیکہ اس راوی کی اس مروی عنہ سے ملاقات اور اس سے حدیث سننا ممکن ہو، بایں سبب کہ وہ دونوں ایک زمانہ میں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تھے، اگرچہ کسی روایت میں کہیں اس کی صراحت موجود نہ ہو کہ ان دونوں میں ملاقات ہوئی ہے اور نہ یہ تصریح ہو کہ ان دونوں نے منہ درمنہ گفتگو کی ہے تو (بھی) روایت ثابت ہے، اوراس کے ذریعہ استدلال لازم ہے الّا یہ کہ اس بات پر کھلی دلیل موجود ہو کہ اس راوی کی ملاقات نہیں ہوئی یا راوی نے مروی عنہ سے کچھ بھی نہیں سنا۔

(ب) قولِ شائع کا خلاصہ:

قولِ شائع کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر راوی اور مروی عنہ دونوں ثقہ ہوں، اور دونوں کا زمانہ بھی ایک ہو، اور ایک کا دوسرے سے حدیث سننا ممکن ہو تو اسنادِ معنعن متصل سمجھی جائے گی اور اس حدیثِ معنعن سے استدلال درست ہوگا، اگرچہ ہمیں کسی حدیث میں لقاء وسماع کی صراحت نہ ملتی ہو۔ (فیض المنعم: ص/ ۱۴۸)

منتحلی الحدیث کے قول کا خلاصہ:

منتحلی الحدیث کے قول کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر راوی اور مروی عنہ میں معاصرت ہو یا عدمِ لقاء (ملاقات نہ ہونا) بھی ثابت نہ ہو؛ بلکہ ان کی باہم ملاقات ممکن ہو، نیز راوی میں تدلیس کا مرض بھی نہ ہو، پھر وہ بصیغۂ عن روایت کرے تو اس سند کو منتحلی الحدیث منقطع قرار دیتے ہیں، ان کے نزدیک حدیثِ معنعن کو متصل قرار دینے کے لیے راوی اور مروی عنہ میں زندگی میں کم از کم ایک بار ملاقات ہونا ضروری ہے، اگر ملاقات ثابت ہو جائے تو تمام روایتیں متصل قرار دی جائیں گی، ورنہ محض معاصرت اور امکانِ لقاء کی بنا پر حدیث معنعن کو اتصال پر محمول نہیں کیا جائے گا۔ (فیض المنعم: ص/ ۱۳۸)

(ج) منتحلی الحدیث کی دلیل:

ان کی دلیل یہ ہے کہ ہم نے روایتِ حدیث کے احوال کا جائزہ لیا، تو پتہ چلا کہ رُوات ایک دوسرے سے روایت کرتے ہیں، دراں حالے کہ راوی نے مروی عنہ کو نہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دیکھا ہے، اور نہ ہی اس سے حدیث سنی ہیں، یعنی ان کے نزدیک انقطاع کے ساتھ روایت جائز تھی؛ مگر محدثین کے نزدیک حدیث منقطع حجت نہیں؛ اس لیے ضروری ہوا کہ مروی عنہ سے راوی کی لقاء وسماع کی تحقیق کی جائے، اگر ایک بار بھی ملاقات کا ثبوت مل جائے اور ایک حدیث کا سننا بھی متحقق ہو جائے تو اس راوی کی جملہ مرویات کو متصل قرار دیا جائے گا ورنہ منقطع اور نا قابلِ استدلال سمجھ کر توقف کیا جائے گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ لقاء وسماع کا ثبوت اس لیے ضروری ہے؛ تا کہ سند میں انقطاع کا احتمال باقی نہ رہے۔ (فیض المنعم: ص ر ۱۵۳)

امام مسلمؒ کا جواب:

امام مسلمؒ نے ان پر رد کیا ہے کہ اگر لقاء وسماع کی تحقیق اس لیے ضروری ہے؛ تا کہ انقطاع کا احتمال ختم ہو جائے پھر تو چاہیے کہ کسی بھی معنعن روایت کو قبول نہ کیا جائے، اگر چہ لقاء وسماع ثابت ہو؛ کیوں کہ انقطاع کا احتمال تو ثبوتِ لقاء کے بعد بھی اس راوی کی دوسری معنعن روایتوں میں باقی رہتا ہے، لہٰذا اس مدعی کو چاہیے کہ صرف وہ حدیثیں قبول کرے جن میں اوّل سے آخر تک سماع کی صراحت ہو۔ (فیض المنعم: ص ر ۱۵۵)

سوال: (۵۶)، صفحہ: (۲۲)

(سالانہ امتحان ۱۴۲۳ھ)

وَإِنْ هُوَ ادَّعَىٰ فِيمَا زَعَمَ دَلِيلًا يَحْتَجُّ بِهِ قِيلَ لَهُ وَمَا ذَاكَ الدَّلِيلُ فَإِنْ قَالَ قُلْتُهُ لِأَنِّي وَجَدْتُ رُوَاةَ الْأَخْبَارِ قَدِيمًا وَحَدِيثًا يَرْوِي أَحَدُهُمْ عَنِ الْآخَرِ الْحَدِيثَ وَلَمْ يُعَايِنْهُ وَلَا سَمِعَ مِنْهُ شَيْئًا قَطُّ فَلَمَّا رَأَيْتُهُمْ اسْتَجَازُوا رِوَايَةَ الْحَدِيثِ بَيْنَهُمْ هٰكَذَا عَلَى الْإِرْسَالِ مِنْ غَيْرِ سَمَاعٍ وَاحْتَجَّتْ لِمَا وَصَفْتُ مِنَ الْعِلَّةِ إِلَى الْبَحْثِ عَنْ سَمَاعِ رَاوِي كُلِّ خَبَرٍ عَنْ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

رَاوِيهِ ثَبَتَ عِنْدِي بِذٰلِكَ جَمِيعُ مَا يَرْوِي عَنْهُ بَعْدُ فَإِنْ عَزَبَ عَنِّي مَعْرِفَةُ ذٰلِكَ أَوْقَفْتُ الْخَبَرَ لِإِمْكَانِ الْإِرْسَالِ فِيهِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) دعویٰ کرنے والے نے کیا دعویٰ کیا ہے، پہلے اس کو تحریر کریں پھر عبارت میں اس دعویٰ کی دلیل ہے، اس کا خلاصہ لکھیں۔

(ج) ''فإن كانت العلّة في تضعيفك الخبر إمكان الارسال فيه لزمك ان لاتثبت اسناداً معنعنا حتى ترى فيه السماع من اوّله إلى آخره''
امام مسلمؒ نے عبارت بالا کے ذریعہ مدعی کی دلیل کا جو جواب دیا ہے اس کا خلاصہ تحریر کریں۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: اور اگر وہ شخص دعویٰ کرے اپنی رائے کے سلسلہ میں کسی ایسی دلیل کا، جس سے استدلال کیا جائے، تو اس سے پوچھا جائے گا کہ وہ دلیل کیا ہے؟ پس اگر وہ کہے کہ میں نے یہ بات اس لیے کہی ہے کہ میں نے ماضی اور حال کے رُواتِ حدیث کو پایا ہے کہ ایک دوسرے سے حدیث روایت کرتے ہیں، حالانکہ راوی نے مروی عنہ کو اب تک دیکھا نہیں ہے، نہ اس سے کبھی کچھ سنا ہے، پس جب دیکھا میں نے کہ لوگ اس طرح آپس میں بغیر سنے ارسال (انقطاع) کے ساتھ حدیث روایت کرنے کو جائز سمجھتے ہیں، تو مجھے ضرورت محسوس ہوئی، اس خرابی کی جس کی میں نے وضاحت کی ہر حدیث کے راوی کے سماع کی تحقیق کرنے کی مروی عنہ سے، پس اگر مجھے راوی کا مروی عنہ سے سماع کسی ایک جگہ بھی مل گیا تو میرے نزدیک اتنی بات

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سے اس راوی کی وہ تمام روایتیں ثابت ہوجائیں گی جو وہ مروی عنہ سے اس کے بعد روایت کرے گا، اور اگر اس کا علم مجھ سے مخفی رہ گیا تو میں حدیث کو موقوف قرار دوں گا، اور وہ حدیث میرے نزدیک قابلِ حجت نہ ہوگی، اس روایت میں ارسال (انقطاع) کا احتمال ہونے کی وجہ سے۔

(ب): نام نہاد محدثین کا دعویٰ:

نام نہاد محدثین کا دعویٰ یہ ہے کہ اسنادِ معنعن قابلِ استدلال نہیں ہے، اگرچہ راوی اور مروی عنہ کا زمانہ ایک ہو، اور راوی کا مروی عنہ سے بالمشافہ حدیث سننا ممکن ہو؛ اگر ہمیں سماع کا علم نہ ہو، اور نہ کسی روایت میں مذکور ہو تو وہ اسناد قابلِ استدلال نہیں۔

اسنادِ معنعن اسی وقت قابلِ استدلال ہے جب ہمیں معلوم ہو کہ راوی اور مروی عنہ میں ملاقات ہوئی ہے، اور راوی نے مروی عنہ سے بالمشافہ حدیث سنی ہے۔

(ج): منتحلی الحدیث کی دلیل اور اس کا جواب سوال ۵۴ میں دیکھیں۔

سوال: (۵۷)، صفحہ: (۲۲)

(سالانہ امتحان ۱۴۳۱ھ)

فَيُقَالُ لَهُ فَإِنْ كَانَتِ الْعِلَّةُ فِي تَضْعِيفِكَ الْخَبَرَ وَتَرْكِكَ الْاِحْتِجَاجَ بِهٖ إِمْكَانَ الْإِرْسَالِ فِيهِ لَزِمَكَ أَنْ لَاتُثْبِتَ إِسْنَادًا مُعَنْعَنًا حَتّٰى تَرىٰ فِيهِ السَّمَاعَ مِنْ أَوَّلِهٖ إِلٰى آخِرِهٖ ...... لِمَا بَيَّنَّا مِنْ قَبْلُ عَنِ الْأَئِمَّةِ الَّذِيْنَ نَقَلُوا الْأَخْبَارَ أَنَّهُمْ كَانَتْ لَهُمْ تَارَاتٌ يُرْسِلُوْنَ فِيهَا الْحَدِيثَ إِرْسَالًا ...... وَتَارَاتٌ يَنْشِطُوْنَ فِيهَا فَيُسْنِدُوْنَ الْخَبَرَ عَلٰى هَيْئَةٍ مَاسَمِعُوْا ...... وَمَاعَلِمْنَا أَحَدًا مِنْ أَئِمَّةِ السَّلَفِ مِمَّنْ يَّسْتَعْمِلُ الْأَخْبَارَ وَيَتَفَقَّدُ صِحَّةَ الْأَسَانِيدِ وَسَقَمَهَا فَتَّشُوْا عَنْ مَوْضِعِ السَّمَاعِ فِي

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الْأَسَانِيْدِ وَإِنَّمَا كَانَ تَفَقُّدُ مَنْ تَفَقَّدَ مِنْهُمْ سِمَاعَ رُوَاةِ الْحَدِيْثِ مِمَّنْ رَوٰى عَنْهُمْ إِذَا كَانَ الرَّاوِيُ مِمَّنْ عُرِفَ بِالتَّدْلِيْسِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) حدیث معنعن کس کو کہتے ہیں؟ اس کی کتنی صورتیں ہیں اور کس صورت میں اختلاف ہے؟ بوضاحت لکھیں۔

(ج) عبارت بالا میں ہر فریق کی دلیل بیان کی گئی ہے، آپ ہر ایک کی دلیل الگ الگ واضح الفاظ میں تحریر کریں۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: تو مدعی سے کہا جائے گا کہ اگر آپ کے نزدیک حدیث کو ضعیف قرار دینے کی اور اس سے استدلال ترک کرنے کی وجہ سے اس روایت میں ارسال "انقطاع" کا احتمال ہے تو آپ پر لازم ہے کہ کسی بھی معنعن اسناد کو ثابت نہ مانیں جب تک کہ شروع سے آخر تک اس میں سماع کی صراحت نہ دیکھ لیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم پہلے ان ائمہ کے بارے میں جنہوں نے حدیثیں روایت کی ہیں بیان کر آئے ہیں کہ ان کے اقوال مختلف ہوتے تھے، بعض حالات میں وہ حدیث بالکل ہی مرسل (منقطع) روایت کرتے تھے اور بعض حالات میں نشاط میں ہوتے ہیں تو وہ حدیث کی اسناد اس طرح بیان کرتے، جس طرح انہوں نے حدیث سنی ہوتی اور ہم کسی کو نہیں جانتے ائمہ متقدمین میں سے جو حدیثوں سے استدلال کرتے ہیں اور سندوں کی صحت وضعف کی چھان بین کرتے ہیں، (اور وہ محدثین جو ان کے بعد ہوئے) انہوں نے سندوں میں سماع کے مقامات کی تفتیش کی ہو (کہ کہاں سماع ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کہاں نہیں ہے)، اور جن ائمہ حدیث نے مروی عنہم سے رُواتِ حدیث کے سماع کی تفتیش کی ہے، وہ اسی صورت میں کی ہے، جب کہ راوی بیان حدیث میں تدلیس کے ساتھ معروف ہو۔

(ب) حدیثِ معنعن کی تعریف:

حدیث کے روایت کرنے کی مختلف صورتیں ہیں: (۱) حدثنا فلان (۲) أخبرنا فلان (۳) سمعت عن فلان (۴) فلان عن فلان، جس حدیث کی روایت فلان عن فلان کے طریقہ سے ہو، اسی حدیث کو معنعن کہا جاتا ہے۔ (نعمت المنعم: ص ر ۱۸۳)

حدیثِ معنعن کی اختلافی قسم:

حدیثِ معنعن کو اتصال پر محمول کیا جائے یا انقطاع پر اوّلاً یہ جان لینا چاہیے کہ حدیث معنعن کی چار صورتیں ہیں:

(۱) راوی اور مروی عنہ کا زمانہ ایک نہ ہو۔

(۲) دونوں کا زمانہ تو ایک ہو؛ مگر زندگی بھر دونوں میں ملاقات نہ ہونا ثابت ہو۔

(۳) دونوں کا زمانہ ایک ہو اور عدمِ لقاء ثابت نہ ہو؛ مگر راوی مدلس ہو۔

(۴) راوی اور مروی عنہ میں معاصرت ہو یعنی دونوں کا زمانہ ایک ہو اور عدمِ لقاء ثابت نہ ہو؛ بلکہ باہم ملاقات ممکن ہو، اور راوی میں تدلیس کا مرض بھی نہ ہو۔

شروع کی تینوں قسموں کو بالاتفاق انقطاع پر محمول کیا جاتا ہے، اور رہی چوتھی صورت تو اس میں اختلاف ہے۔

بعض نام نہاد محدثین چوتھی صورت میں بھی حدیثِ معنعن کو منقطع اور ناقابل استدلال قرار دیتے ہیں۔ (فیض المنعم: ص ر ۱۳۷)

لیکن اصح مذہب یہ ہے کہ اگر راوی اور مروی عنہ دونوں ثقہ ہوں اور دونوں کا زمانہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ایک ہو اور ان کا ایک دوسرے سے حدیث سننا ممکن ہو تو اسنادِ معنعن متصل ہوگی، اور اس سے استدلال درست ہوگا، اگر چہ ہمیں کسی حدیث میں لقاء وسماع کی صراحت نہ ملی ہو۔

(فیض المنعم: ص/۱۴۸)

(ج) خودساختہ محدثین کی دلیل:

دلیل: ان کی دلیل یہ ہے کہ راوی ہر زمانہ میں لقاء وسماع کے بغیر لفظ عن سے روایت کرتے ہیں اور جب راویوں کے نزدیک یہ بات جائز ہے تو لفظ عن میں انقطاع کا احتمال ہے؛ اس لیے ضروری ہے کہ ہر راوی کے سماع کی مروی عنہ سے تحقیق کی جائے، اگر ایک بار بھی ملاقات کا ثبوت مل جائے، تو اس کے عنعنہ کو اتصال پر محمول کیا جائے گا؛ ورنہ توقف کیا جائے گا۔ (فیض المنعم: ص/۱۳۸)

اصح مذہب کے دلائل:

(۱) حضرت امام مسلمؒ فرماتے ہیں: کہ علماء متقدمین میں سے کسی سے بھی اس صورت میں اتصالِ سند کے لیے ثبوتِ لقاء کی شرط مروی نہیں ہے۔ (فیض المنعم: ص/۱۳۸)

(۲) دوسری دلیل یہ ہے کہ ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں جن میں ملاقات ثابت نہیں پھر بھی تمام ائمہ ان راویوں کی معنعن حدیثوں کو اتصال پر محمول کرتے ہیں، جیسے حضرت عبداللہ بن یزید انصاری، حضرت حذیفہؓ سے بصیغۂ عن روایت کرتے ہیں، جب کہ عبداللہ کی ملاقات یا حدیث روبہ رو سننا کسی روایت میں مذکور نہیں؛ مگر چوں کہ معاصرت ہے، اور ملاقات ممکن ہے؛ اس لیے تمام ائمہ حدیث ان کی بصیغۂ عن روایت کو متصل قرار دیتے ہیں، نیز امام مسلمؒ نے اس طرح کی سولہ مثالیں ذکر کی ہیں۔

(تفصیل کے لیے دیکھیں: فیض المنعم: ص/۱۶۸)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال:(۵۸)، صفحہ:(۳۰)

(سالانہ امتحان ۱۴۱۵ھ/۱۴۳۶ھ)

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَهْلِ نَجْدٍ ثَائِرُ الرَّأْسِ نَسْمَعُ دَوِيَّ صَوْتِهِ وَلَانَفْقَهُ مَا يَقُوْلُ حَتَّى دَنَا مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا هُوَ يَسْأَلُ عَنِ الإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ فَقَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُنَّ قَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَّوَّعَ وَصِيَامُ شَهْرِ رَمَضَانَ فَقَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُ فَقَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَّوَّعَ وَذَكَرَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزَّكَاةَ فَقَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا قَالَ لَا إِلَّاأَنْ تَطَّوَّعَ قَالَ فَأَدْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُوْلُ وَاللهِ لَاأَزِيْدُ عَلَى هٰذَا وَلَا أَنْقُصُ مِنْهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ.

(الف) عبارت باعراب لکھ کر ترجمہ کریں۔

(ب) مطلب بوضاحت تحریر کریں، پنج گانہ نمازوں کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نفل قرار دیا ہے، جب کہ وتر حنفیہ کے نزدیک واجب ہے، اس کا قابلِ قبول جواب لکھیں، سائل کا قسم کھا کر واللہ لاأزید ولاأنقص کہنا کس طرح درست ہوگا، حالاں کہ خیر سے رکنے پر قسم کھانے کی ممانعت ہے۔

(ج) مطلب لکھئے، إِلَّا أَنْ تَطَّوَّعَ میں استثناء متصل ہے، یا استثناء منقطع؟ اس سے فرق کیا پڑتا ہے؟ اس حدیث میں تمام واجباتِ شرعیہ اور منہیاتِ شرعیہ کا ذکر نہیں ہے، پھر اس شخص کے لیے فلاح کا ذکر کس طرح کیا گیا؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ سے روایت ہے کہ "نجد" سے ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، جس کے سر کے بال پراگندہ تھے، ہم اس کی آواز کی گنگناہٹ تو سن رہے تھے؛ لیکن (فاصلہ پر ہونے کی وجہ سے) یہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ آپ ﷺ سے کیا کہہ رہا ہے، یہاں تک کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے بالکل قریب پہنچ گیا، تو اچانک ہم نے سنا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے فرائض کے بارے میں سوال کر رہا ہے، رسول اللہ ﷺ نے (اس کے جواب میں) فرمایا کہ رات دن میں پانچ نمازیں فرض ہیں، (یہ سن کر) اس شخص نے کہا کہ کیا ان نمازوں کے سوا مجھ پر کچھ اور نمازیں بھی ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا نہیں؛ مگر نفل نمازیں تمہیں پڑھنے کا اختیار ہے، اور رمضان کے روزے فرض ہیں، تو اس شخص نے کہا کیا ان روزوں کے علاوہ کچھ اور روزے مجھ پر فرض ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں؛ مگر تمہیں نفل روزوں کا اختیار ہے، ابوطلحہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے زکوۃ کو بیان کیا تو اس نے کہا: بس، اور تو کوئی چیز مجھ پر فرض نہیں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں؛ مگر نفل صدقہ کا تمہیں اختیار ہے۔

اس کے بعد وہ شخص یہ کہتے ہوئے چلا گیا کہ "خدا کی قسم نہ تو اس پر کچھ زیادتی کروں گا، اور اس میں کچھ کمی کروں گا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر اس شخص نے سچ کہا ہے تو نجات پا گیا، اور کامیاب ہو گیا۔

(ب):

جاء رجل: اس سے مراد ضمام بن ثعلبہ ہیں، قاضی عیاض ابن بطال کی یہی رائے ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ثائر الرأس: یہ رجل کی صفت ہے، اور یہ بعد مسافت کی طرف اشارہ ہے۔

دوی صوته: ایسی بلند اور مکرر آواز جو سمجھ میں نہ آئے، جیسے شہد کی مکھی کی آواز ہوتی ہے۔

عن الإسلام: اسلام کے ان فرائض کے متعلق سوال کر رہا تھا جو اسلام کے ماننے والے ہر موحد پر فرض ہوتے ہیں، اسلام کی حقیقت اور تعریف کے بارے میں سوال نہیں تھا، اسی وجہ سے جواب میں فرائض وارکان کا ذکر فرمایا۔

خمس صلوات: حضور ﷺ نے اس شخص کو اسلام کے تمام شرائع کی خبر دی تھی یعنی پانچ نمازیں قائم کرنی ہیں۔

إلا أن تطوع: اس جملہ کا حاصل یہ ہے کہ تیرے ذمہ صرف فرض نمازیں تو پانچ ہیں، ہاں! اگر نوافل ادا کرنا چاہو تو ادا کر سکتے ہو، یہی مطلب واضح ہے۔

حدیث کے حنفیہ کی طرف سے قابلِ قبول جوابات:

(۱) ایک جواب تو یہ ہے کہ اس وقت وتر کا وجوب نہیں ہوا تھا، یعنی یہ واقعہ وتر کے وجوب سے پہلے کا ہے۔

(۲) وتر کی نماز عشاء کے تابع ہے؛ اس لیے الگ سے ذکر نہیں کیا۔ (درسِ مشکوۃ: ص ۱ر۶۰)

کیا عملِ خیر سے رکنے پر قسم کھانا درست ہے؟

سوال: سائل کا قسم کھانا کس حد تک درست ہوگا، حالاں کہ خیر سے رکنے پر قسم کھانے کی ممانعت ہے، پھر آپ ﷺ نے اس کو کیوں نہیں روکا؟

جواب(۱): علامہ ابن حجرؒ نے اس کا جواب دیا ہے کہ یہ ممانعت ہر حال میں ہر شخص کے لیے نہیں؛ بلکہ احوال واشخاص کے اختلاف سے اس پر فرق پڑتا ہے، آپ ﷺ کا اس پر نکیر نہ فرمانا اس لیے تھا کہ اگر وہ تطوع نہ کرے تو ان پر انکار نہیں کیا جا سکتا؛ اس لیے آپ ﷺ نے ان کی قسم پر انکار نہیں فرمایا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲): ''لاأزید ولاأنقص'' کا مطلب یہ ہے کہ مقدارِ فرض میں کمی بیشی نہیں کروں گا، مثلاً فجر کی نماز دو رکعت ہے تو اس میں کمی نہیں کروں گا۔

(۳): اس کا مطلب یہ ہے کہ ان احکام کی تبلیغ میں کمی بیشی نہیں کروں گا۔

(نعمت المنعم: ج/۱، ص/۱۴۰)

(ج) إلّاأن تطوع میں استثناء متصل ہے یا منقطع؟

اس میں دونوں کا احتمال ہے۔

شوافع وغیرہ اس کو منقطع قرار دیتے ہیں اور اس سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ نفل شروع کرنے سے اتمام لازم نہیں ہے۔

اور امام ابو حنیفہؒ و مالکؒ اس کو متصل قرار دیتے ہیں اور ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ ہم پر صلوٰۃِ خمسہ کے علاوہ کوئی نماز فرض نہیں ہے، ہاں اگر نفل شروع کروگے تو اس کے بعد وہ واجب ہو جائیں گے۔

اور کہتے ہیں کہ استثناء میں اصل متصل ہونا ہے۔

(نووی: ص/۳۰، نفع المسلم: ج/۱، ص/۱۱٦)

أفلح إن صدق:

سوال: اس روایت میں تمام واجباتِ شرعیہ ومنہیات کا تذکرہ نہیں ہے، پھر بھی اس کو فلاح کی بشارت کیوں دی گئی؟

جواب (۱): ایک جواب تو یہ ہے کہ یہ روایت درحقیقت یہاں پر مختصر ہے، اور بخاری کی روایت میں ''وشرائع الإسلام کلّها'' کا بھی تذکرہ ہے، لہٰذا مذکورہ اعمال ہی پر فلاح اور دخولِ جنت کی بشارت نہیں ہے۔

(۲): اس کا ایک اور جواب حضرت شیخ الہندؒ نے دیا ہے کہ کبھی ایک چیز کی نفی مقصود

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہوتی ہے؛ مگر ساتھ ہی میں تحسینِ کلام یا تاکید ومبالغہ کے لیے دوسری چیز کی نفی کر دی جاتی ہے، مثلاً مشتری بائع سے کہتا ہے کہ ”قیمت میں کمی بیشی ہوگی یا نہیں“ اور مقصود کمی ہوتی ہے نہ کہ زیادتی، اسی طرح صحابی کا مقصد لا أنقص ہے اور لا أزید تحسینِ کلام کے لیے ہے، یا تاکید ومبالغہ کے لیے ہے۔ اس توضیح کے بعد کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔

(نفع المسلم: ص/ ۱۲۳)

سوال: (۵۹)، صفحہ: (۳۴)

(سالانہ امتحان ۱۴۱۴ھ)

فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّا نَأْتِيكَ مِنْ شُقَّةٍ بَعِيدَةٍ وَإِنَّ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ هٰذَا الْحَيَّ مِنْ كُفَّارِ مُضَرَ وَإِنَّا لَا نَسْتَطِيعُ أَنْ نَأْتِيَكَ إِلَّا فِيْ شَهْرِ الْحَرَامِ فَمُرْنَا بِأَمْرٍ فَصْلٍ نُخْبِرُ بِهِ مَنْ وَرَاءَنَا نَدْخُلُ بِهِ الْجَنَّةَ. قَالَ فَأَمَرَهُمْ بِأَرْبَعٍ وَنَهَاهُمْ عَنْ أَرْبَعٍ. قَالَ أَمَرَهُمْ بِالْإِيمَانِ بِاللهِ وَحْدَهُ وَقَالَ هَلْ تَدْرُونَ مَا الْإِيمَانُ بِاللهِ قَالُوا اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ وَإِقَامُ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ وَصَوْمُ رَمَضَانَ وَأَنْ تُؤَدُّوا خُمُسًا مِنَ الْمَغْنَمِ وَنَهَاهُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ قَالَ شُعْبَةُ وَرُبَّمَا قَالَ النَّقِيرُ.

(الف) عبارت باعراب لکھ کر ترجمہ کیجیے۔

(ب) حدیث کے آغاز میں وفد عبدالقیس کا تذکرہ ہے وفد عبدالقیس کے بارے میں اپنی معلومات پیش کیجیے۔

(ج) نیز چار اشیاء کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا اور حدیث میں پانچ مذکور ہیں، اس تعارض کے جوابات لکھیے، حج کا ذکر روایت میں کیوں نہیں ہے معقول جواب لکھیے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف):

ترجمہ: ان لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! ہم لوگ دُور دراز مسافت طے کر کے آپ ﷺ کی خدمت میں آتے ہیں ہمارے اور آپ ﷺ کے درمیان کفار مضر کا قبیلہ حائل ہے، اور ہم لوگ صرف شہر حرام میں ہی آپ ﷺ کی خدمت میں آسکتے ہیں، لہٰذا آپ ﷺ ہمیں کوئی مفصل بات بتادیں تا کہ ہمارے جو لوگ نہ آسکے ہیں، ہم ان کو بتادیں، اور ہم ان اُمور کو بجالا کر جنت میں داخل ہو جائیں، راوی کا قول ہے کہ آپ ﷺ نے ان کو چار باتوں کا حکم دیا، اور چار باتوں سے منع فرمایا، راوی نے کہا آپ ﷺ نے ان کو ایک اللہ پر ایمان لانے کا حکم دیا اور دریافت فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ ایمان باللہ وحدہٗ کیا چیز ہے؟ ان لوگوں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی وحدانیت اور محمد ﷺ کی رسالت کی شہادت دینا اور نماز کو پورے حقوق وآداب کے ساتھ ادا کرنا، زکوٰۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا، اور غنیمت کے مال میں سے پانچواں حصہ دینا، اور ان کو دباء، حنتم، مزفت سے منع فرمایا، حضرت شعبہؒ کہتے ہیں کبھی نقیر کا لفظ فرمایا۔

(ب) وفد عبدالقیس کے بارے میں معلومات:

وفد عبدالقیس کا قبولِ اسلام: بحرین میں اسلام منقذ بن حیان کے ذریعہ پہنچا، واقعہ اس طرح پیش آیا کہ منقذ بن حبان بحرین کے بڑے تاجروں میں سے تھے، اور ان کی تجارت مدینہ تک پھیلی ہوئی تھی، ایک مرتبہ حضور ﷺ اس کے پاس سے گزرے تو یہ اکرام میں کھڑے ہوگئے، آپ ﷺ نے ان کے اور ان کی قوم کے حالات، سرداروں کے نام بنام اتنی تفصیل سے پوچھے کہ منقذ بن حبان کو بھی حیرت ہونے لگی، وہ بہت متاثر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہوئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو کبھی تشریف لے گئے ہیں، اور نہ ہی ملاقات ہوئی، پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تفصیلی حالات کیسے معلوم ہو گئے، تو منقذ نے اسلام قبول کر لیا۔

قرآن کی کچھ سورتیں، نماز، اور وضوء کا طریقہ سیکھ لیا۔

جب وطن جانے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قبیلہ کے سرداروں کے نام خط لکھوا کر ان کو عنایت فرمایا، جب وہ اپنے وطن پہنچے تو، انہوں نے وہ خط نہیں دیا، اور نہ ہی اپنا اسلام ظاہر کیا؛ مگر گھر میں وضو کر کے نماز پڑھتے تھے، ان کی بیوی منذر بن عائذ کی لڑکی تھی، انہوں نے اپنے والد سے کہا کہ میرے شوہر اب کی مرتبہ جب سے مدینہ سے آئے ہیں، ان کے احوال میں بڑی تبدیلی ہے، نماز وضوء کی کیفیت بیان کی، منذر نے آکر ان سے پوچھا، تو انہوں نے ساری بات بتلادی اور وہ خط بھی دکھلا دیا، اور وہ بھی مسلمان ہو گئے، اور اس خط کو اپنی قوم کے سامنے پیش کیا، تو وہ بھی مسلمان ہو گئے، پھر چودہ افراد کا وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، اور دولابی کی روایت میں چالیس آدمیوں کے وفد کا ذکر ہے۔ (نعمت المنعم: ص/۲۴۷، نفع المسلم: ص/۱۳۶)

وفد کی آمد: یہ وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو بار حاضر ہوا،

(۱) فتح مکہ سے پہلے ۶ھ میں، یا اس سے قبل، اس وفد میں کل تیرہ یا چودہ افراد تھے۔

(۲) دوسری مرتبہ کے بارے میں بعض کا خیال ہے کہ یہ ۹ھ میں آیا ہے؛ لیکن یہ بات تاریخ وروایات کے خلاف معلوم ہوتی ہے؛ کیوں کہ روایت میں صراحت ہے کہ قبیلہ مضر جو ہمارے اور مدینہ کے درمیان آباد ہے، ان سے ہم کو خوف ہے، جب ۹ھ میں مکہ فتح ہو چکا اور قبائل ذوق درذوق اسلام قبول کرنے لگے، تو اس وقت ۹ھ میں کفار مضر کا خوف ہی نہیں ہو سکتا؛ اس لیے قرینِ قیاس ہے کہ اس سے پہلے ۸ھ میں آیا ہو۔

وفد کی تعداد: بعض روایات میں ان لوگوں کی مجموعی تعداد چالیس بعض میں تیرہ اور بعض میں چودہ ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تطبیق: اختلاف کی تعداد کو دو مرتبہ کی آمد پر محمول کرلیا جائے، یا یہ کہ تیرہ رؤسا تھے اور باقی ان کے ماتحت۔

اور جن روایتوں میں تیرہ اور چودہ کا اختلاف ہے، اس میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ، بارہ ایک، ایک سواری پر سوار تھے، اور دو ایک سواری پر، تعداد کے اعتبار سے چودہ تھے، اور سواری کے اعتبار سے تیرہ (۱۳)۔

(ج) ''فأمرهم بأربع'':

سوال: سوال یہ ہے کہ اجمال میں چار چیزوں کا ذکر ہے، جب کہ تفصیل میں پانچ چیزوں کا ذکر ہے، تو اجمال و تفصیل میں مطابقت کیوں نہیں؟

جواب(۱): خمس زکوۃ ہی میں داخل ہے، الگ سے کوئی چیز نہیں ہے۔

(۲): أن تؤدوا من المغنم: کا عطف أربع پر ہے اور مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے چار چیزوں کا حکم دیا اور اداءِ خمس کا بھی حکم دیا۔

(۳): آپ ﷺ نے چار باتوں ہی کا حکم دیا تھا؛ مگر فائدہ کے طور پر اداءِ خمس کا بھی حکم دیا؛ کیوں کہ ان لوگوں کی کفارِ مضر سے جنگ ہوتی رہتی تھی جس میں مالِ غنیمت بھی حاصل ہوتا رہتا تھا۔ (نفع المسلم: ص/۱۳۸، درسِ مشکوۃ: ص/۶۲)

حج کا ذکر روایت میں کیوں نہیں؟

جواب(۱): اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ یہاں ایسے اُمور کو بیان کیا ہے جو فی الفور واجب ہوں، اور حج واجب علی التراخی ہے۔

(۲): یا آپ ﷺ نے ان کو حج کا حکم اس لیے نہیں دیا کہ وہ حج پر قادر نہ تھے، ان کے درمیان کفارِ مضر کے حائل ہونے کی بنا پر۔

(۳): یا حج کا معاملہ ان کے یہاں مشہور تھا، یا یہ کہا جائے گا کہ اس روایت میں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اگر چہ حج کا ذکر نہیں ہے؛ لیکن مسند احمد کی روایت میں حج کا بھی ذکر ہے۔

(درسِ مشکوۃ: ص/۲۲)

سوال: (۶۰)، صفحہ: (۳۶)

(سالانہ امتحان ۱۴۱۶ھ)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ مُعَاذًا قَالَ بَعَثَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّكَ تَأْتِي قَوْمًا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ فَادْعُهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذٰلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذٰلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ إِلَى فُقَرَائِهِمْ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذٰلِكَ فَإِيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللهِ حِجَابٌ.

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کیجیے۔

(ب) اس روایت سے بعض ائمہ نے عدمِ وجوبِ وتر پر استدلال کیا ہے، حنفیہ کی طرف سے قابلِ قبول جواب چاہیے۔ کیا کفار شریعت کے فروع کے مخاطب ہیں؟ اس بارے میں اختلاف بتا کر راجح مسلک کو قلم بند کیجیے۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ نے کہا کہ رسول اللہ نے مجھ کو یمن بھیجا اور فرمایا: کہ تم ایسی قوم کے پاس جا رہے ہو، جو اہل

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کتاب ہیں، ان کو دعوت دینا کہ کوئی معبود نہیں خدا کے سوا، اور میں اللہ کا رسول ہوں، اگر وہ لوگ اس کو مان لیں تو ان کو بتانا کہ اللہ نے شب و روز میں ان پر پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں، اگر وہ اس کو تسلیم کر لیں تو ان کو بتانا کہ خداوند قدوس نے ان پر زکوۃ فرض کی ہے، جو ان کے مالداروں سے لے کر خود ان کے فقراء کو دی جائے گی، اگر وہ مان لیں تو سنو (ان سے زکوۃ لینے میں) ان کے عمدہ مال کو لینے اور مظلوم کی بددعاء سے بچنا؛ کیوں کہ مظلوم کی بددعا اور خدا کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوتا ہے۔

(ب) حدیثِ باب کا حنفیہ کی طرف سے قابلِ قبول جواب:

اس روایت سے عدمِ وجوبِ وتر پر استدلال تام نہیں ہے؛ اس لیے کہ اس حدیث میں آپ ﷺ کا مقصد ارکانِ اسلام اور اس کے تمام احکامات کا احاطہ نہیں؛ بلکہ تین چیزیں: شہادت، صلوۃ اور زکوۃ کا ترتیب وار ذکر کرنا ہے؛ تاکہ دعوت و تبلیغ میں سہولت رہے اور آسانی کا تقاضہ یہ ہے کہ تمام احکامات یک بارگی بیان نہ کیے جائیں۔ (نعمت المنعم: ص ر ۲۵۲)

کیا کفار فروعِ شرعیہ کے مخاطب ہیں؟

تمام علماء کا اِس بات پر اتفاق ہے کہ کفار ایمان حدِ خمر کے علاوہ تمام عقوبات اور تمام معاملات کے مخاطب ہیں، اختلاف صرف عبادات کے بارے میں ہے۔

قولِ اوّل: مالکیہؒ اور شافعیہؒ کے نزدیک کفار عبادات کے بھی مخاطب ہیں، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت میں ان کو ترکِ عبادات پر مزید عذاب دیا جائے گا، یہ مطلب نہیں کہ وہ بغیر ایمان کے عبادات ادا کریں تو صحیح ہو جائیں گی۔

قولِ ثانی: حنفیہ کے اس سلسلہ میں تین اقوال ہیں:

(۱) مشائخ عراق کہتے ہیں کہ کفار اداءً و اعتقاداً دونوں اعتبار سے عبادات کے مخاطب ہیں، یہ قول مالکیہؒ اور شافعیہؒ کے قول کی طرح ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) مشائخ بخاریؒ فرماتے ہیں کہ کفار فروعات کے اعتقاداً مخاطب ہیں، اور اداءً مخاطب نہیں۔

(۳) علماءِ سمرقند فرماتے ہیں کہ کفار مطلقاً عبادات کے مخاطب نہیں، نہ اعتقاداً اور نہ اداءً۔ (فتح الملہم:۱/۳/۵۰)

راجح مسلک کی تعیین:

فائدہ: صاحبِ بحر الرائقؒ اور علامہ کشمیریؒ نے قولِ اوّل کو راجح قرار دیا ہے۔

راجح مسلک کی دلیل: (۱)﴿فَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ، الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ﴾ یہاں ہلاکت کی وعید زکوۃ کی عدمِ ادائیگی پر ہے۔

(۲)﴿يٰاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ﴾ اس میں لفظ "ناس" عام ہے، کفار و مؤمنین سب کو شامل ہے۔ (نفع المسلم: ص/۱۵۰)

نوٹ: دوسرے اور تیسرے قول والوں کے پاس قرآن و حدیث سے کوئی دلیل نہیں ہے سوائے حدیثِ مذکور کے، ظاہر سے دلیل پیش کرتے ہیں، کہ آپ ﷺ نے یہاں ایمان کے بعد احکام کی دعوت کا حکم دیا۔

حدیثِ باب کا جواب:

ان حضرات کا حدیثِ باب کو مستدل بنانا درست نہیں ہے؛ کیوں کہ حدیث کا مقصود تدریجی طور پر احکام کی تبلیغ ہے۔ (درسِ مشکوۃ: ج/۲، ص/۱۶۴)

سوال: (۶۱)، صفحہ: (۳۷)

(سالانہ امتحان ۱۴۱۳ھ/ ۱۴۲۴ھ/ ۱۴۳۷ھ)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتُخْلِفَ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

أَبُوبَكْرٍ بَعْدَهُ وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِأَبِي بَكْرٍ كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ فَمَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ فَقَدْ عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ وَحِسَابُهُ عَلَى اللهِ فَقَالَ أَبُوبَكْرٍ وَاللهِ لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ وَاللهِ لَوْمَنَعُونِي عِقَالًا كَانُوا يُؤَدُّونَهُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنْعِهِ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَوَاللهِ مَاهُوَ إِلَّا أَنْ رَأَيْتُ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ شَرَحَ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ لِلْقِتَالِ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ.

(الف) عبارت باعراب لکھ کر ترجمہ کریں۔

(ب) مطلب لکھیں۔

(ج) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد عرب باعتبار ایمان وعدمِ ایمان کے کتنی قسموں میں منقسم ہو گئے؟ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف ایمان لانا قتال سے مانع ہے، جب کہ جزئیہ ادا کرنے والے اور معاہد سے قتال نہیں کیا جاتا ہے، اس کا جواب لکھیں۔

(د) حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے دور میں مرتدین عرب کس کس قسم کے تھے، اور حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ کا اختلاف کس قسم کے لوگوں کے بارے میں تھا؟ حضرت ابوبکرؓ کا استدلال اور ان سب باتوں کو تفصیل سے تحریر کریں۔

(ہ) عقال کی کیا تفسیریں کی گئی ہیں؟ ان کو لکھیں۔

(و) ابوبکرؓ وعمرؓ کا اختلاف کس قسم کے لوگوں میں تھا؟ جو لوگ حکومت کو زکوٰۃ دینے کے منکر ہوں کیا وہ بھی کافر ہیں، جس کی وجہ سے حضرت ابوبکرؓ نے قتال کی بات کہی؟ آپ اس کو تفصیل سے تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جب آپ ﷺ کا وصال ہو چکا، اور آپ ﷺ کے بعد حضرت ابوبکرؓ خلیفہ بنائے گئے، اور جن جن قبائل کو کافر ہونا تھا وہ کافر ہو گئے، تو حضرت ابوبکرؓ نے ان سے جنگ کرنے کا ارادہ فرمایا، حضرت عمرؓ نے فرمایا: کہ اے ابوبکر! آپ ان سے کس طرح جنگ کریں گے؟ حالاں کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ مجھے اِس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ مشرکین سے جنگ جاری رکھوں، یہاں تک کہ وہ اقرار کرلیں کہ کوئی معبود نہیں خدا کے سوا، جس نے یہ اقرار کرلیا اس نے جان و مال کو مجھ سے محفوظ کرلیا، اور اس کا حساب خدا کے سپرد ہے، حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: خدا کی قسم! جو شخص نماز اور زکوٰۃ کے درمیان فرق کرے گا، تو میں اس سے ضرور جنگ کروں گا؛ کیوں کہ زکوٰۃ مالی عبادت ہے (جس طرح نماز بدنی عبادت ہے) خدا کی قسم اگر یہ لوگ مجھے اس رسّی کو حوالہ کرنے سے انکار کریں گے جس کو آں حضور ﷺ کی خدمت میں حوالہ کیا کرتے تھے، تو میں اس کے روکنے پر جنگ کروں گا، حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! میں سمجھ گیا کہ اللہ نے ان سے جنگ کے معاملہ میں حضرت ابوبکرؓ کے دل کو پورے طور پر کھول دیا، بالآخر مجھے بھی یقین ہو گیا کہ حق بات یہی ہے۔

(ب) تشریح:

آپ ﷺ کے وصال کے بعد جب حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ بنایا گیا تو کچھ لوگوں نے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا، تو حضرت ابوبکرؓ نے ان سے جنگ کرنے کا ارادہ فرمایا، تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: کہ اے ابوبکر! آپ ان لوگوں سے کیسے جنگ کریں گے، جب کہ یہ کلمہ گو ہیں، اور آپ ﷺ نے فرمایا مجھے لوگوں سے اس وقت تک قتال کرنے کا حکم دیا گیا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے جب تک وہ کلمہ کا اقرار نہ کریں، تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: خدا کی قسم! جو لوگ نماز اور زکوٰۃ کے درمیان فرق کریں گے تو میں ان سے جنگ کروں گا؛ کیوں کہ جس طرح نماز بدنی عبادت ہے، اسی طرح زکوٰۃ مالی عبادت ہے، خدا کی قسم! اگر وہ لوگ مجھ سے ایک رسّی کو بھی روک لیں گے، جس کو آپ ﷺ کے زمانے میں ادا کرتے تھے، تو میں ان سے جنگ کروں گا، حضرت عمرؓ نے فرمایا: قسم بخدا! حضرت ابوبکر کا دل تو اللہ تعالیٰ نے پورے طور پر کھول دیا ہے، اور ان سے جنگ کرنا ہی حق ہے۔

(ج) وصالِ نبوت کے بعد عرب باعتبار ایمان وعدمِ ایمان کے کتنی قسموں میں منقسم ہو گئے؟

وقال الخطابيؒ: إن أهل الردة كانوا صنفين، صنفٌ ارتدوا عن الدين؛ ونابذوا الملة و عادوا إلى الكفر وهم الذين عناهم أبوهريرة بقوله: ”وكفر من كفر من العرب“ وفي هذه الفرقة طائفتان؛ احداهما أصحاب مسيلمة وأصحاب الأسود العنسي، والطائفة الأخرىٰ: ارتدّوا عن الدين وانكروا الشرائع وتركوا الصلوٰة والزكوٰة وغيرهما من أمور الدين وعادوا إلى ماكانوا عليه في الجاهلية والصف الآخر هم الذين فرّقوا بين الصلوٰة والزكوٰة، فأقروا بالصلوٰة وأنكروا فرض الزكوٰة ووجوب أدائها إلى الإمام۔

وهؤلاء على الحقيقة أهل بغي، وهم وتأوّلوا بأنها خاصةٌ بزمن النبي ﷺ وهم الذين ناظر عمر رضي الله عنه أبابكرٍ في قتالهم۔ (نووی: ج/۱، ص/۳۸)

امام خطابیؒ نے فرمایا: کہ آپ ﷺ کے وصال کے بعد مرتدینِ عرب دو قسموں میں منقسم ہو گئے:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۱) وہ لوگ جو دین سے پھر گئے اور کفر کی طرف لوٹ گئے، اور یہ وہی لوگ ہیں جن کو حضرت ابوہریرہؓ نے "کفر من کفر من العرب" سے موسوم کیا ہے، اور اس فرقہ میں دو جماعتیں تھی (۱) ایک تو وہ جماعت جو مدعیانِ نبوت مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کے ساتھ تھی (۲) اور دوسری وہ جماعت جو اس طرح دین سے پھری کہ انہوں نے اسلام کے احکام کا انکار، نماز، زکوٰۃ و دیگر اُمور کو چھوڑ دیا اور اس کی طرف لوٹ گئے، جس پر زمانہ جاہلیت پر قائم تھے۔

(۲) دوسری قسم وہ لوگ ہیں، جنہوں نماز اور زکوٰۃ کے درمیان فرق کیا، نماز کو ادا کرتے تھے، اور فرضیتِ زکوٰۃ کا انکار کیا، اور اس کی ادائیگی کے وجوب کا انکار کیا حکومتِ وقت کو دینے سے، یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے مناظرہ کیا۔

کیا ایمان لانا ہی قتال سے مانع ہے؟

سوال: اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف ایمان لانا قتال سے مانع ہے؛ جب کہ جزیہ ادا کرنے والے اور معاہد سے قتال نہیں کیا جاتا؟

جواب: (۱) جزیہ اور صلح کا حکم اس حدیث کے بعد نازل ہوا؛ کیوں کہ صلح کا حکم ۶ھ اور جزیہ کا ۹ھ کا ہے۔

(۲) سب سے عمدہ جواب یہ ہے کہ صلح اور جزیہ بھی اگرچہ قتال سے مانع ہیں، مگر یہ دونوں صورتیں طرفین کی رضامندی پر موقوف ہیں؛ اس لیے ان کا تذکرہ یہاں پر نہیں کیا، اور اس روایت میں جنگ ختم کرنے کا وہ طریقہ بتلایا گیا ہے، جو دشمن کے قبضہ میں ہو، اور وہ صرف قبولِ اسلام ہے۔

(د):

اس کا جواب (ب) کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور شیخین کا مناظرہ دوسری قسم کے لوگوں کے بارے میں تھا، جیسا کہ ''ج'' کے تحت گزر چکا ہے۔

حضرت ابوبکرؓ کا استدلال:

(۱) تمام صحابہؓ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر جماعتِ کثیرہ نماز ترک کر دے، تو ان سے قتال کیا جائے گا، حضرت ابوبکرؓ نے اسی پر قیاس کیا کہ زکوٰۃ کا حال بھی ایسا ہی ہوگا؛ اس لیے کہ نماز جان کا حق ہے اور ''زکوٰۃ'' مال کا حق ہے لہٰذا ''إلا بحقه'' میں نماز کی طرح زکوٰۃ بھی داخل ہے۔

(۲) اور یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کو وہ حدیث یاد تھی جس میں ''يؤتوا الزكوٰة'' ہے، اور استدلال میں اسی کو ذکر کیا ہو، پھر قیاس سے اس کو مزید طاقت ور بنایا ہو، اور یہی احتمال بظاہر صحیح ہے۔ (نعمت المنعم: ج/۱، ص/۲۵۵)

(ہ) عقال کی تفسیریں:

اختلف العلماء قديمًا و حديثاً فيها: فذهب جماعةٌ منهم إلى ان المراد بالعقال زكوة عامٍ وهو معروف في اللّغة بذالك؛ وهذا قول الكسائي، وذهب كثير من المحققين إلى أن المراد بالعقال الحبل الذي يُعْقَلُ به البعير. (نووی: ج/۱، ص/۳۹)

علماء کا عقال کی تفسیر میں اختلاف:

قولِ اوّل: عام اہلِ لغت نضر بن شمیل، امام کسائی وغیرہ اور فقہاء کی ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ عقال کا اطلاق زکوٰۃ العام یعنی پورے ایک سال کی زکوٰۃ پر ہوتا ہے، یہ رائے تکلف سے خالی نہیں ہے۔

قولِ ثانی: اور جمہور محققین، امام مالک، ابن ابی ذئب اور صاحب التحریر وغیرہ کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

رائے یہ ہے کہ اس سے مراد وہ رسّی ہے جس سے جانور کو باندھا جائے یہی رائے زیادہ قرینِ قیاس ہے۔

حکومتِ وقت کے لیے منکرینِ زکوٰۃ کا حکم:

جو لوگ زکوٰۃ کی فرضیت کے منکر نہ ہوں؛ البتہ حکومت کو زکوٰۃ دینے کے لیے تیار نہ ہوں، تو یہ لوگ کافر تو نہیں ہیں؛ مگر ان کو طبعاً لغوی معنیٰ کے اعتبار سے مرتدین میں شمار کیا گیا ہے۔ (نووی: ج/۱، ص/۳۸، نعمت المنعم: ج/۱، ص/۲۵۴)

سوال: (۶۲)، صفحہ: (۴۳)

(سالانہ امتحان ۱۴۳۸ھ)

عَنِ الصُّنَابِحِيِّ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ أَنَّهُ قَالَ دَخَلْتُ عَلَيْهِ وَهُوَ فِي الْمَوْتِ فَبَكَيْتُ فَقَالَ مَهْلًا لِمَ تَبْكِي فَوَاللهِ لَئِنِ اسْتُشْهِدْتُ لَأَشْهَدَنَّ لَكَ وَلَئِنْ شُفِّعْتُ لَأَشْفَعَنَّ لَكَ وَلَئِنِ اسْتَطَعْتُ لَأَنْفَعَنَّكَ ثُمَّ قَالَ وَاللهِ مَا مِنْ حَدِيثٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكُمْ فِيهِ خَيْرٌ إِلَّا حَدَّثْتُكُمُوهُ إِلَّا حَدِيثًا وَاحِدًا وَسَوْفَ أُحَدِّثُكُمُوهُ الْيَوْمَ وَقَدْ أُحِيطَ بِنَفْسِي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ شَهِدَ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ النَّارَ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) الفاظِ محتملہ للسماع میں سے ''عن'' ہے اس عبارت میں ''عن عبادة أنه قال دخلت'' کیا ''عن'' اس مشہور معنیٰ میں ہے؟ اگر صحیح نہیں تو یہاں کس معنیٰ میں ہے؟ تحریر کریں۔

(ج) کلمۂ شہادت کہنے والے پر جہنم کو حرام کیا گیا ہے، اس حدیث کو حضرت عبادہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نے بالکل مرنے کے قریب کیوں بیان کیا؟ اس کی وجہ تحریر کریں، پھر حدیث کا مطلب واضح کریں۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت صنابحی حضرت عبادہ بن صامت سے روایت کرتے ہیں کہ میں عبادہ بن صامت کی خدمت میں ایسے وقت میں پہنچا جب کہ وہ نزع کی حالت میں تھے، ان کو دیکھ کر مجھ پر گریہ طاری ہو گیا، تو انہوں نے مجھ سے فرمایا: ٹھہرو، کیوں روتے ہو، اگر تمہارے حق میں مجھ سے شہادت طلب کی گئی تو میں تمہارے لیے شہادت دوں گا، اور اگر میری سفارش منظور کی گئی تو میں تمہارے لیے ضرور سفارش کروں گا، اور اگر کوئی نفع رسانی میرے بس میں ہوگی تو میں ہرگز اس سے دریغ نہیں کروں گا، اس کے بعد فرمایا: بخدا! کوئی حدیث ایسی نہیں جس میں تمہارے لیے بہتری کی بات ہو، اور میں نے حضور ﷺ سے سنی ہو؛ مگر میں نے تم سے بیان نہ کی ہو؛ مگر ایک حدیث باقی ہے، اور آج جب میری جان موت کے پنجہ میں گرفتار ہے، اسے بھی تم سے بیان کر دیتا ہوں، میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اس بات کی گواہی دے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں، اور اس بات کی کہ محمد ﷺ اس کے پیغمبر ہیں، تو اللہ تعالیٰ اس پر عذابِ دوزخ حرام کر دے گا۔

(ب) تشریح:

اس باب میں مختلف احادیث ہیں، کسی میں ''لا إلٰہ إلّا اللہ'' ہے، تو کسی میں شہادتین، اور کسی روایت میں شہادتین پر حضرت عیسیٰ اور ان کے اوصاف کے ساتھ، جنت وجہنم پر ایمان لانے کا اضافہ ہے؛ مگر سب روایتوں کا مقصد ایک ہے۔ جمیع ماجاء بہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

النبيﷺ پر ایمان لانا، موقع محل کے اعتبار سے، کبھی ایک کو عنوان بنایا گیا، کبھی دوسرے کو؛ مگر سب کنایہ ہیں جمیع ماجاء به النبيﷺ پر ایمان لانے سے۔

”عن“ الفاظ محتملہ للسماع میں سے ہے یا نہیں؟

”عن“ یہاں مشہور معنیٰ میں نہیں؛ بلکہ تحدیث کے معنیٰ میں ہے، تقدیری عبارت یہ ہے:

عن الصنابحي أنه حدّث عن عبادة بحديث و مثله في حديث آخر، عن صالح بن صالح عن الشعبي أنّ رجلًا سأل الشعبي ياأباعمرو إن من قبلنا من أهل خراسان، يقولون كذا: فقال الشعبي حدثني أبو بردة.

(نووی: ص ر ۴۳)

(ج) شہادتین پر دخولِ جنت کی بشارت:

سوال: اس حدیث میں صرف ایمان لانے پر دخولِ جنت اور جہنم کے حرام ہونے کو بیان کیا گیا ہے؛ مگر روایاتِ متواترہ کثیرہ سے ثابت ہے کہ کتنے مؤمنین جہنم میں داخل ہوں گے، فضلِ خداوندی یا شفاعت کی بنا پر جہنم سے نکالے جائیں گے، تو یہ حدیث ان حدیثوں کے معارض ہوگی؟

جواب(۱): ”من قال“ میں ”مَنْ“ کو اپنے عموم پر باقی نہ رکھ کر دلیل کی بناء پر اس میں تخصیص کی جائے اور یہاں بطورِ مثال دو تخصیص پیش خدمت ہیں:

(۱): یہ حدیث خاص ہے، ان لوگوں کے لیے جن کو مرتے وقت کلمہ نصیب ہو۔

(۲) یہ حدیث خاص ہے غیر مرتکبینِ کبائر کے ساتھ، کہ یہ لوگ اوّل مرحلہ میں بغیر عذاب کے جنت میں داخل ہوں، ان احادیث کی بنا پر جن میں مرتکبین کبائر کے لیے جہنم کا تذکرہ ہے۔

جواب(۲): دخولِ جنت میں تاویل کی جائے، کہ جس طرح ”من قال“ عام ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اسی طرح دخول بھی عام ہے، دخول اوّل بلا عذاب کے ہو، یا دخول بعد العذاب۔ (مزید تفصیل کے لیے دیکھیں: نعمت المنعم: ج/۱، ص/۲۶۰)

حضرت عبادہ بن صامت کا اس حدیث کو قریب الموت بیان کرنے کی وجہ:

اس حدیث کا ظاہر مراد نہیں ہے، اور اس کو مراد لینا درست بھی نہیں ہے؛ بلکہ ضلالت و گمراہی ہے؛ اس لیے حضرت عبادہ احتیاط کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جو حدیث خیر تھی ان سب کو بیان کر چکا ہوں، ایک ہی حدیث رہ گئی تھی، اب اس وقت اس کو بیان کر رہا ہوں؛ تاکہ تم لوگ میرے اس طرزِ عمل سے اس کا صحیح مطلب اخذ کرسکو۔ (نعمت المنعم: ص/ ۲۶۳)

سوال: (۶۴)، صفحہ: (۵۴)

(سالانہ امتحان ۱۴۲۷ھ)

عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلدِّيْنُ النَّصِيحَةُ قُلْنَا لِمَنْ؟ قَالَ لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُوْلِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ.

(الف) عبارت باعراب لکھ کر ترجمہ کیجیے۔

(ب) مطلب لکھیے، مندرجۂ ذیل سوالات کے جوابات دیجیے، نصیحت کی لغوی و اصطلاحی تعریف کیجیے، اور نصیحت کے مأخذ لکھیے، بعد ازاں نصیحت اللہ کے لیے اور رسول ﷺ اور دیگر حضرات کے لیے ہونے کا مطلب کیا ہے؟ تفصیل سے لکھیے۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت تمیم داریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

خیرخواہی کرنا دین ہے، ہم نے عرض کیا کس کی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ، اس کی کتاب کی، اس کے رسول کی، ائمۂ مسلمین کی اور سب مسلمانوں کی۔

(ب):

تشریح: اس حدیث میں آپ ﷺ نے نصح و خیرخواہی کی اہمیت کو بتلایا ہے، اور اس کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ بعض دوسرے احکام مجبوری کی حالت میں ساقط ہوجاتے ہیں؛ مگر نصح و خیرخواہی، اس وقت بھی ساقط نہیں ہوتی، قرآن کریم میں ہے: ﴿إِذَا نَصَحُوا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ یہ آیت ان معذورین کے بارے میں اُتری جو اپنی مجبوری کی وجہ سے، جہاد میں شرکت نہیں کرسکے، تو ان پر کوئی حرج نہیں؛ مگر شرط یہ ہے کہ دل میں نصح و خیرخواہی کا جذبہ ہو، یعنی دل میں یہ جذبہ ہو کہ اگر سامانِ جہاد مل گیا تو جہاد میں شریک ہوں گا۔

نصیحة للّٰه ولکتاب اللّٰه ولرسوله وغیره:

نصیحة للّٰه: اللہ تعالیٰ کے لیے خیرخواہی یہ ہے کہ اس کا کوئی شریک نہ ٹھہرایا جائے اور اس کی صفاتِ کمالیہ اور جمالیہ کا پوری طرح اعتراف کرے، اور اس کے اوامر ونواہی کی پوری طرح اتباع کرے۔

نصیحة لکتاب اللّٰه: کا مطلب یہ ہے کہ پورے آداب کے ساتھ اس کی تلاوت کی جائے، دل وجان سے اس کے معانی کی تصدیق کی جائے، اس کے علوم کی نشر واشاعت اور اس کی پیروی کی تمام عالم کو دعوت دی جائے، اور اس کے ہر ہر امر ونواہی کے سامنے سرتسلیم خم کردے۔

نصیحة لرسول اللّٰه: یہ ہے کہ اس کی رسالت کی تصدیق کی جائے، جو دین لے کر وہ تشریف لائے اس کا ایک ایک حرف مانا جائے، ہر موقع پر اس کی مدد کے لیے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سربکف حاضر رہے، ان کے اصحاب اور ان کے اہلِ بیت سے محبت اور ان کا ادب پورے طور پر ملحوظ رکھے۔

نصيحة لأئمة المسلمين: یہ ہے کہ ہر حق معاملہ میں ان کی اعانت کی جائے، ان کے ساتھ جہاد میں شرکت کی جائے، ان کے پیچھے نمازیں ادا کی جائیں جو بیت المال کا حق ہے، وہ اس کو ایمان داری کے ساتھ بآسانی پہنچادیا جائے، اور ان کے ساتھ غداری نہ کی جائے۔

نوٹ: ائمہ مسلمین سے بعض لوگوں نے علماء امت کو بھی مراد لیا ہے، اس صورت میں مطلب یہ ہوگا، کہ ان کی مرویات کو قبول کیا جائے، دینی مسائل میں ان کی تقلید، اور ان کے ساتھ اچھا گمان، ان کے علوم سے استفادہ اور ان کی توقیر و تکریم کی جائے۔

نصيحة لعامة المسلمين: یہ ہے کہ دنیوی و اخروی سب مصلحتیں انھیں بتلادی جائیں، ان کو تکلیف نہ دی جائے، ان کے عیوب پر پردہ پوشی اور خیر خواہی میں ان کو اپنی ذات کے برابر سمجھا جائے۔

لفظ نصیحت کی تحقیق: النصيحة ''نصح الرجل ثوبه إذا خاطه'' سے ماخوذ ہے، یا ''نَصَحْتَ العسلَ إذا صفيته من الشمع'' سے، یعنی نصیحت کے مفہوم میں صاف و خالص کرنا، اور اصلاح کرنا بھی داخل ہے۔

(نووی: ص ر ۵۴، نعمت المنعم، نفع المسلم: ص ر ۲۳۳)

نصیحت کی اصطلاحی تعریف: النصيحة كلمة جامعة معناها حيازة الحظ للمنصوح له. (نووی: ص ر ۵۴)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال: (۶۴)، صفحہ: (۵۵-۵۶)

(سالانہ امتحان ۱۴۲۸ھ/۱۴۳۶ھ)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَايَزْنِي الزَّانِي حِيْنَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَايَسْرِقُ السَّارِقُ حِيْنَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَايَشْرَبُ الْخَمْرَ حِيْنَ يَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَالتَّوْبَةُ مَعْرُوْضَةٌ بَعْدُ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں، اُمورِ مذکورہ فی الحدیث کی وجہ سے اس کے مرتکب سے ایمان کی نفی کی گئی ہے، اہلِ سنت والجماعت اس کا کیا مطلب لیتے ہیں؟ اور معتزلہ وخوارج اس کا کیا مفہوم مراد لیتے ہیں؟

(ب) اہلِ سنت کو اس کے ظاہری معنیٰ سے پھیرنے اور تاویل کرنے کی کیوں ضرورت پیش آئی؟ اس کو مدلل تحریر کریں۔

(ج) زنا، سرقہ اور شربِ خمر سے ایمان جاتا رہتا ہے یا باقی رہتا ہے؟ حدیث کا ظاہر تو نفیِ ایمان پر دلالت کرتا ہے، آپ اس کی توجیہات کریں اور اس کے لیے حدیث وقرآن سے استدلال پیش کریں۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ زنا کرنے والا شخص بحالتِ زنا مومن نہیں رہتا، اور چوری کرنے والا شخص بحالت چوری مومن نہیں رہتا، اور شراب نوشی کرنے والا اس حالت میں مومن نہیں رہتا؛ مگر توبہ کا دروازہ کھلا رہتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کیا مرتکبِ کبیرہ کافر ہے؟

اہلِ سنت والجماعت کہتے ہیں کہ مرتکبِ کبیرہ کافر نہیں ہے؛ بلکہ مؤمن فاسق ہے۔
معتزلہ اور خوارج کہتے ہیں کہ مرتکبِ کبیرہ دائرۂ اسلام سے نکل جاتا ہے، اس کے دل میں ایمان باقی نہیں رہتا۔

حدیث مذکور اور اس جیسی احادیث جن میں مرتکبِ کبیرہ سے ایمان کی نفی کی گئی ہے، اس کا مطلب اہلِ سنت والجماعت یہ لیتے ہیں کہ یہاں نفی سے مراد نفیٔ کمال ہے، یعنی مؤمن کامل نہیں رہتا،

جب کہ معتزلہ اور خوارج حدیث کے ظاہر پر عمل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مرتکبِ کبیرہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے، پھر معتزلہ کے نزدیک تو کافر نہیں ہوگا؛ بلکہ وہ منزلۃ بین المنزلتین کے قائل ہیں، اور خوارج کے نزدیک کافر ہو جائے گا۔

(نفع المسلم: ج/۱، ص/۲۳۷)

(ب) اہلِ سنت والجماعت کو ظاہری معنیٰ سے پھیرنے اور تاویل کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

اہلِ سنت والجماعت حدیثِ باب اور اس جیسی احادیث میں تاویل اس لیے کرتے ہیں تاکہ نصوصِ قطعیہ، اور احادیث مشہور کی مخالفت لازم نہ آئے۔

دلیل (۱): قوله تعالى: ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾

(۲): عن أبي ذر رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: من قال لا إله إلا الله دخل الجنة، وإن زنى وإن سرق.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج) حدیث باب کی توجیہات:

(۱) امام ابوبکر بن جصاصؒ فرماتے ہیں کہ یہ شخص کامل مؤمن نہیں رہتا؛ بلکہ اس کا ایمان ناقص ہو جاتا ہے۔

(۲) علامہ تورپشتیؒ فرماتے ہیں کہ کلامِ عرب میں ایک اسلوب یہ بھی ہے کہ نفی بول کر نہیں مراد لیتے ہیں، ''لا یزني'' درحقیقت ''لا یزن'' ہے جو صیغۂ نہی ہے، اور مطلب یہ ہے کہ مؤمن کے لیے ایسا کرنا مناسب نہیں ہے۔

(۳) ان روایات کا مصداق وہ شخص ہوگا جو ان اُمور کو حلال سمجھ کر کرے۔

(مزید تفصیل کے لیے دیکھیں: نفع المسلم: ج/۱، ص/۲۳۸)

سوال: (۶۴)، صفحہ: (۵۶)

(سالانہ امتحان ۱۴۳۶ھ)

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَلَّةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيْهِ خَلَّةٌ مِنْ نِفَاقٍ حَتّٰى يَدَعَهَا إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ غَيْرَ أَنَّ فِيْ حَدِيْثِ سُفْيَانَ (وَإِنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ).

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) حدیث کی تشریح اور نفاق کی تعریف کریں۔

(ج) نیز بتائیں کہ نفاق کی کتنی قسمیں ہیں؟ اور حدیث میں کون سے نفاق کی علامتیں بیان کی گئی ہیں؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمروؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص میں چار باتیں جمع ہو جائیں تو وہ پورا منافق ہے، اور جس میں کوئی ایک خصلت پائی جائے تو سمجھ لو کہ اس میں نفاق کی ایک خصلت پیدا ہوگئی، یہاں تک کہ اس کو چھوڑ نہ دے (۱) جب بات کرے تو جھوٹ بولے (۲) جب عہد کرے تو پورا نہ کرے (۳) جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے (۴) اور جب جھگڑا کرے تو گالی دے۔ اور حدیث سفیان میں ہے جس میں نفاق کی ایک خصلت پائی جائے تو (سمجھ لو کہ) اس میں نفاق کی ایک خصلت پیدا ہوگئی۔

(ب) تشریح:

اس حدیث میں آپ ﷺ نے منافقین کی علامتوں کا تذکرہ کیا ہے، فرمایا: جس شخص میں یہ چار باتیں جمع ہو جائیں تو وہ پکا منافق ہے، اور اگر ان خصلتوں میں سے ایک خصلت پائی جائے تو سمجھ لو کہ اس میں ایک خصلت پیدا ہوگئی۔

فائدہ: ایک دوسری حدیث میں منافق کی تین علامتیں بتلائی گئی ہیں اور حدیث باب میں چار علامتوں کا ذکر ہے، بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے اس کے چند جوابات دیے گئے ہیں۔

(۱) حدیث کا یہ مشہور اُصول ہے کہ اس فن میں مفہوم عدد کا اعتبار نہیں ہے، کم عدد زیادہ کی نفی نہیں کرتا ہے، لہٰذا تین سے چار کی نفی نہیں ہوئی۔

(۲) بعض لوگوں نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ پہلے آپ ﷺ کو تین علامتیں بتلائی بعد میں چار علامتیں بتدریج بتلائی گئی ہیں، لہٰذا دونوں عدد الگ الگ زمانہ سے متعلق ہیں۔ (نفع المسلم: ص ۲۴۳)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نفاق کی تعریف:

تعریفِ لغوی: نفاق بروزن کتاب ہے، دل میں جو کچھ ہو اس کے خلاف ظاہر کرنے کو لغت میں نفاق کہتے ہیں۔

اصطلاحی تعریف: نفاق شریعت میں ایک خاص معنی کے لیے مستعمل ہے کہ دل میں تو کفر ہو؛ لیکن اپنی زبان سے اسلام ظاہر کرے۔

كذا قال السيوطيؒ: أي اظهار خلاف ما أبطنوه.

(ج) نفاق کی قسمیں:

نفاق کی دو قسمیں ہیں: (۱) نفاق اعتقادی (۲) نفاقِ عملی

نفاقِ اعتقادی: یہ ہے کہ دل میں کفر ہو اور زبان سے اسلام کا اظہار کرے۔

نفاقِ عملی: حضرت حسن بصریؒ کے الفاظ میں انسان کے ظاہر و باطن کے اختلاف کا نام ہے۔

یعنی جو شخص باطنی طور پر اسلامی عقائد کا معتقد ہو؛ مگر ظاہری طور پر اعمال میں سرًّا و علانیۃً کوتاہی کرتا ہو، جیسا کہ دورِ حاضر میں بکثرت مسلمان اس میں واقع ہیں۔

(نفع المسلم: ص/۲۴۲)

حدیثِ باب میں کس نفاق کی علامتیں بیان کی گئی ہیں؟

حدیثِ باب میں نفاقِ عملی کی علامتیں بیان کی گئی ہیں۔

سوال: (۲۶)، صفحہ: (۵۷)

(سالانہ امتحان ۱۴۳۵ھ)

عَنْ أَبِي عُثْمَانَ قَالَ: لَمَّا ادُّعِيَ زِيَادٌ لَقِيتُ أَبَا بَكْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقُلْتُ لَهُ: مَاهٰذَا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الَّذِي صَنَعْتُمْ؟ إِنِّي سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ رضي الله عنه يَقُولُ: سَمِعَ أُذُنَايَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ يَقُولُ: مَنِ ادَّعَىٰ أَبًا فِي الْإِسْلَامِ غَيْرَ أَبِيهِ يَعْلَمُ أَنَّهُ غَيْرُ أَبِيهِ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ. فَقَالَ أَبُو بَكْرَةَ رضي الله عنه: وَأَنَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) زیاد کے متعلق کیا واقعہ ہے؟ اور حضرت ابوبکرہ کے جواب کا کیا مطلب ہے؟ تحریر کریں۔

(ج) حضرت معاویہؓ نے زیاد سے متعلق مذکورہ کام کس دلیل کی بنا پر کیا؟ نیز بتائیں کہ حضرت معاویہؓ اخیر تک اس پر قائم رہے یا رجوع کر لیا تھا؟

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت ابوعثمان سے روایت ہے کہ جب زیاد کے بارے میں (ابوسفیان کے لڑکے ہونے کا دعویٰ کیا گیا) اور میری ملاقات ابوبکرہ سے ہوئی تو میں نے دریافت کیا یہ تم لوگوں نے کیا کیا؟ (زیاد کو ابوسفیان کی طرف منسوب) کر دیا؟ میں نے سعد بن وقاصؓ سے سنا ہے وہ فرما رہے تھے، کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے میرے کانوں نے سنا کہ جو شخص اسلام لانے کے بعد جان بوجھ کر غیر باپ کی طرف نسبت کرے اس پر جنت حرام ہے، اس پر ابوبکرہ نے فرمایا یہ ارشاد میں نے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

(ب): واقعۂ زیاد:

زیاد ابوبکرہ کے ماں شریک بھائی تھے اور یہ زیاد بن عبید ثقفی کے نام سے مشہور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تھے، حضرت معاویہؓ نے زیاد کو اپنا بھائی بنالیا تھا، زیاد کی ماں سمیہ طائف میں زانیہ عورتوں میں سے تھی، اس کی شادی عبید سے ہوئی، اور زیاد اس کے فراش پر پیدا ہوئے، اور زمانۂ جاہلیت میں زانیہ عورتوں کی اولاد کبھی قیافہ کی بنیاد پر کبھی عورتوں کے کہنے اور کبھی زانیوں کے دعویٰ پر اس کا الحاق اس سے ہوجاتا تھا۔

اسلام نے ''الولد للفراش وللعاهر الحجر'' کا حکم دیا، حضرت معاویہؓ نے دیکھا کہ یہاں صاحبِ فراش کی طرف سے کوئی دعویٰ نہیں ہے، اور قصہ زمانۂ جاہلیت کا ہے، ابوسفیان نے اس کو اپنا بیٹا بنالیا تھا، اور امیر معاویہؓ کے سامنے دس آدمیوں نے گواہی دی کہ ابوسفیان نے اس کو قبل الاسلام اپنا بیٹا بنالیا تھا جس سے ابوسفیان کا زمانۂ جاہلیت میں الحاق ثابت ہوگیا، جب امیر معاویہؓ نے دیکھا کہ اسلام نے زمانۂ جاہلیت کے الحاق کو باقی رکھا، تو اپنا بھائی تسلیم کیا زیاد نے کہا کہ گواہوں نے اگر صحیح گواہی دی تو ٹھیک ہے اور اگر غلط گواہی دی ہے، تو ان لوگوں کو اللہ کے سامنے پیش کروں گا، بعد میں حضرت معاویہؓ کا اجتہاد بدل گیا؛ کیوں کہ ابوسفیان کی طرف اس کی نسبت زمانۂ جاہلیت میں مشہور نہیں ہوئی اور زمانۂ اسلام میں اتنے دنوں کے بعد یہ شہادت ہے اور ''الولد للفراش'' کا حکم ہر صورت میں ہے، اِلّا یہ کہ صاحبِ فراش اس کی نفی کرے؛ مگر زانی کی طرف کسی بھی صورت میں منسوب نہیں ہوگا، بنابریں اس سے رجوع کرلیا۔

(نعمت المنعم: ص/ ۲۹۴، نفع المسلم: ص/ ۲۴۸)

حضرت ابوبکرہ کے جواب کا مطلب:

ابوعثمان نے حضرت ابوبکرہ پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ تمہارے گھر میں کیا جاہلانہ رسم زندہ ہورہی ہے اور حدیث بیان کی ''فإن النبي ﷺ حرم على فاعله الجنة'' تو حضرت ابوبکرہ نے جواباً فرمایا: میں نے بھی اسی طرح آپ ﷺ سے سنا ہے؛ اور حضرت ابوبکرہ زیاد کو ان باتوں سے منع کرچکے تھے، اور نہ ماننے پر قطع تعلق بھی کرلیا تھا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور قسم کھائی تھی کہ اس سے باتیں نہیں کروں گا، ابوعثمان کو ابوبکرہ کے اس انکار کی اطلاع نہیں ہوئی؛ اس لیے اعتراض کیا تھا۔ (نفع المسلم: ص/۲۴۹، نووی: ص/۵۷)

(ج): اِس کا جواب (ب) میں گزر چکا ہے، یعنی حضرت معاویہؓ نے زیاد کے متعلق باپ شریک ہونے کا دعویٰ دس لوگوں کی شہادت کی بنا پر کیا تھا، اور آخر میں اس سے رجوع کرلیا تھا۔

فائدہ: معنیٰ فالجنة عليه حرام:

(۱) یہ اس شخص کے بارے میں ہے جو اس عمل کو حلال سمجھ کر کرے جس کی بنا پر وہ کافر ہوجاتا ہے اور کافر کے لیے جنت حرام ہے۔

(۲) اور اگر حلال نہ سمجھتا ہو تو دخولِ اوّلیں سے محروم ہوگا۔ (نفع المسلم: ص/۲۴۹)

سوال: (۶۷)، صفحہ: (۵۹)

(سالانہ امتحان ۱۴۲۶ھ)

عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَلٰوةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَّةِ فِيْ أَثَرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟ قَالُوْا: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: قَالَ أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِيْ مُؤْمِنٌ بِيْ وَكَافِرٌ، فَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهٖ فَذٰلِكَ مُؤْمِنٌ بِيْ وَكَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ وَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا فَذٰلِكَ كَافِرٌ بِيْ مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں، یہ حدیث قدسی ہے یا نہیں؟ حدیثِ قدسی کی تعریف کرکے اس حدیث کو اس تعریف پر منطبق کریں۔ حدیثِ قدسی میں الفاظ من جانب اللہ ہوتے ہیں یا احادیث کی طرح الفاظ رسول اللہ کے ہوتے ہیں؟ اگر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ایسا ہے تو عام احادیث اور حدیثِ قدسی میں کیا فرق ہے؟ تحریر کریں۔
(ب) نوء کس کو کہتے ہیں؟ دنیا میں اشیاء کی نسبت اسباب کی طرف کی جاتی ہے، یہاں یہ نسبت کرنا کیوں کفر ہو گیا؟ اس کا جواب دیں۔ پھر تحریر کریں کہ یہاں پر کفر حقیقی ہے یا مجازی، اگر مجازی ہے تو اس مجاز پر حدیث مافی الباب میں کوئی قرینہ ہو تو اس کو تحریر کریں۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت زید بن خالد جہنی کہتے ہیں کہ (شب کو بارش ہو چکی تھی) اس کی صبح کو آپ ﷺ نے مقامِ حدیبیہ میں ہم کو فجر کی نماز پڑھائی جب نماز سے فارغ ہو چکے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے: کچھ جانتے بھی ہو؟ تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا؟ سب نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آج میرے بندوں میں سے ایک گروہ کی صبح ایمان پر ہوئی، اور ایک کی کفر پر، جس نے یہ کہا کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی وہ ہم پر ایمان لایا، اور ستاروں کا منکر ہوا، اور جس نے یہ کہا کہ فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی، وہ ہمارا منکر ہو گیا اور ستاروں پر ایمان لے آیا۔

حدیثِ قدسی کی تعریف:

حدیثِ قدسی: اللہ تعالیٰ کے یہاں سے ایک مفصل مضمون دل میں القاء کیا جاتا ہے، نبی ﷺ اس مضمون کو اپنے الفاظ میں تعبیر کرتے ہیں، تو یہ حدیث قدسی کہلاتی ہے۔ حدیث بایں معنیٰ کر کہ الفاظ نبی ﷺ کے ہیں، اور قدسی بایں معنیٰ کر کہ مضمون اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فائدہ: حدیثِ قدسی کی علامت یہ ہے کہ اس کے شروع میں "قال اللہ تعالی" یا "عن اللہ تبارك وتعالی" یا اس کے مانند کوئی جملہ ہوتا ہے۔

(حدیث اور فہم حدیث: ص ر ۵۵)

حدیث باب حدیث قدسی ہے یا نہیں؟

حدیثِ باب قدسی ہے؛ اس لیے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "هل تدرون؟ ماذا قال ربکم" "قالوا اللہ ورسوله اعلم" قال النبی ﷺ: قال" اس کے فاعل اللہ تعالیٰ ہیں، اور حدیثِ قدسی کی علامت بھی یہی ہے کہ اس میں "قال اللہ" یا اس کے مانند کوئی اور الفاظ ہو۔

حدیثِ قدسی اور عام احادیث میں فرق:

حدیثِ قدسی میں بھی عام احادیث کی طرح الفاظ رسول ﷺ کے ہوتے ہیں؛ لیکن دونوں کے مابین فرق یہ ہے کہ حدیثِ قدسی میں مضمون اللہ تعالیٰ کی طرف سے القاء کیا جاتا ہے، اور حدیث نبوی ﷺ میں الفاظ و مضمون دونوں نبی ﷺ کے ہوتے ہیں، یعنی نزولِ قرآن کے ساتھ، حکمِ خداوندی کی تمام حقیقت سمجھا دی جاتی ہے، پھر آپ ﷺ خداداد فہم سے موقع بموقع اس حکم کی تفصیل فرماتے ہیں۔

حدیثِ نبویؐ: حدیث بایں معنیٰ کر کہ الفاظ نبی ﷺ کے اور نبویؐ بایں معنیٰ کر کہ مضمون بھی نبی ﷺ کا ہوتا ہے۔ (حدیث اور فہم حدیث: ص ر ۵۶)

(ب) نوء کی تحقیق:

"نوء" باب نصر کا مصدر ہے، ناء . ینوء . نوءًا . بمعنی غاب و طلع . "نوء" کوکب کے معنیٰ میں ہے۔

چاند کی آٹھائیس منزلیں ہیں، ہر منزل پر چاند تیرہ دن رہتا ہے اور ایک منزل میں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

چودہ دن، اس طرح سال کے تین سو پینسٹھ دن ہوتے ہیں، چاند جب کسی منزل میں داخل ہوتا ہے، تو ایک ستارہ طلوع اور دوسرا غروب ہوتا ہے، اس طلوع و غروب ہونے والے ستارہ کو "نوء" کہتے ہیں۔ (نووی: ص ر ۵۹، نعمت المنعم: ص ر ۲۹۷)

اسباب کی طرف اشیاء کی نسبت کا حکم:

اگر اشیاء کی نسبت اسباب کی طرف مؤثر بالذات مان کر کی جائے تو یہ کفر حقیقی ہے، اور اگر مؤثر بالذات سمجھ کر نہ کی جائے تو یہ کفرانِ نعمت ہے، یعنی ناشکری ہے۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اگر بارش کی نسبت ستاروں کی طرف مؤثر بالذات سمجھ کر کی جائے تو یہ صریح کفر ہے، اور اگر علامت کے طور پر کی جائے تو یہ کفر نہیں ہے۔ (نعمت المنعم: ص ر ۲۹۸، نفع المسلم: ص ر ۲۵۵)

حدیث باب میں کفر حقیقی ہے یا مجازی؟

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ روایت میں کفر حقیقی اور کفر مجازی دونوں کا احتمال ہے؛ کیوں کہ دونوں کی تائید روایات سے ہوتی ہے، کفر حقیقی ماننے کی صورت میں "فیصبحوا مشركين" جیسے الفاظ دلیل ہیں، اور کفر مجازی ماننے کی صورت میں، نسائی کی وہ روایت دلیل ہے جس میں "كفر نعمتي" کا لفظ ہے، یہ اس وقت ہوگا جب مؤثر بالذات نہ مانا جائے۔ (نفع المسلم: ص ر ۲۵۶)

حدیث مافی الباب میں کفر مجازی کا قرینہ:

حدیثِ باب میں کفر مجازی پر قرینہ یہ ہے کہ حدیث ابن عباسؓ میں "أصبح من عبادي مؤمن بي و كافر بي" کی جگہ "أصبح من الناس شاكرًا ومنهم كافرًا" آیا ہے، ایمان و کفر کے تقابل کے بجائے کفر و شکر کا تقابل ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کفر باللہ مراد نہیں؛ بلکہ کفرانِ نعمت ہے۔ (نعمت المنعم: ص ر ۲۹۸)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فائدہ: اسباب کے اقسام:

(۱) اسباب عادیہ: جن سے عام طور پر مسبب کا ظہور ہوجاتا ہے، جیسے کھانے سے بھوک کا زائل ہونا۔

(۲) اسبابِ ظنیہ: جن اسباب پر اکثر و بیشتر سبب کا ظہور ہوجاتا ہے، جیسے دواؤں پر شفاء کا ترتب۔

(۳) اسبابِ وہمیہ: جن پر مسبب کا ظہور شاذ و نادر و اتفاق سے ہوتا ہے، اور اسبابِ وہمیہ کی طرف نسبت کرنا درست نہیں ہے، اور ان کی طرف نسبت کرنا کفرانِ نعمت ہے۔ (نفع المسلم: ص ر ۲۹۹)

سوال: (۲۸)، صفحہ: (۲۱)

(سالانہ امتحان ۱۴۱۸ھ)

بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ.

(الف) حدیث مذکور سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی اور اس کے کفر کے درمیان ترکِ صلوٰۃ حائل ہے؛ حالاں کہ نماز پڑھنا مانع اور حائل ہے نہ کہ ترکِ صلوٰۃ، آپ حدیث میں محذوف عبارت کو ذکر کریں، تاکہ مطلب صحیح اور درست ہوجائے۔

(ب) ترکِ صلوٰۃ کے موجبِ کفر ہونے میں ائمہ کے مذاہب بیان کریں، جو لوگ موجبِ کفر نہیں کہتے ہیں، ان حضرات کی دلیل ذکر کرتے ہوئے مذکورہ بالا حدیث کا جواب بھی تحریر کریں۔

(الف) حدیثِ مذکور میں محذوف عبارت:

قال النوويّ ومعنٰى بينه وبين الشرك ترك الصلٰوة. أي: الذي يمنع

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

من كفره كونه لم يترك الصلوٰة. فإن ترك لم يبق بينه وبين الشرك حائل بل دخل فيه.

الحاصل أنّ المقدر في هذه الجملة هو لفظ الوصلة. أي: أنّ الوصلة بين الرجل وبين الكفر ترك الصلوٰة. (نووی: ص/۶۱)

یعنی آدمی اور اس کے کفر کے درمیان نماز حائل ہے، کہ نماز پڑھنا کفر سے بچالیتا ہے، اور ترکِ صلوٰۃ آدمی کو کافر بنادیتی ہے۔

(ب) اختلافِ ائمہ اور تاویلِ حدیث:

ترکِ صلوٰۃ اگر انکار کی بناء پر ہو تو باتفاق علماء یہ کفر ہے، اور اگر اس کے واجب ہونے کا اعتقاد ہو؛ مگر تکاسل وسستی کی بناء پر ترک کردیتا ہو، تو اس کے کفر میں علماء کا اختلاف ہے۔

قولِ اوّل: امام احمدؒ کا مشہور مسلک اور مفتیٰ بہ قول یہ ہے کہ تارکِ صلوٰۃ کافر ہوجاتا ہے۔

قولِ ثانی: ائمہ ثلاثہ اور ایک روایت امام احمدؒ کی بھی یہ ہے کہ تارکِ صلوٰۃ کافر نہیں ہوگا؛ بلکہ ترکِ صلوٰۃ گناہِ کبیرہ ہے۔

قولِ اوّل کی دلیل: (۱) حدیثِ باب۔

(۲) عن أنس عن النبي ﷺ من ترك الصلوٰة متعمدا فقد كفر جهارًا.

قولِ ثانی کی دلیل: (۱) إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ

(۲) قوله عليه السلام من قال لا إله إلّا الله دخل الجنة.

(۳) حرم الله على النار من قال لا إله إلّا الله. (نعمت المنعم: ص/۳۰۵)

مذکورہ بالا حدیث کے جوابات:

(۱) یہ حدیث اس شخص کے متعلق ہے جو ترکِ صلوٰۃ کو حلال جانتا ہو یا نماز ہی کا منکر ہو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) کفر سے مراد فعل الکفار ہے، یعنی یہ تو کافر جیسا عمل ہے کہ اس کی تعمیل میں قصداً کوتاہی نہ کی جائے۔

(۳) یہ حکم بطورِ تغلیظ وتشدید فرمایا گیا ہے ان تمام تاویلات میں کفر کا اطلاق بطورِ مجاز ہوا ہے۔

فائدہ: ائمہ ثلاثہ تارکِ صلوٰۃ عمداً کو موجبِ قتل قرار دیتے ہیں، یہ الگ بات ہے کہ امام احمد یہاں کفر وارتداد کی بناء پر اور ان دونوں حضرات کے یہاں بطورِ حداً قتل کیا جائے گا۔
جبکہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ تارکِ صلوٰۃ نہ تو مرتد ہوگا اور نہ ہی مستحقِ قتل، ہاں بطورِ سزا قید کردیا جائے گا، اگر تین دن کے اندر نماز شروع کردے تو فبہا، ورنہ کوڑوں سے مار کر لہولہان کیا جائے گا۔ (نفع المسلم: ص/ ۲۶۶)

سوال: (۶۹)، صفحہ: (۷۲)

(سالانہ امتحان ۱۴۲۰ھ/ ۱۴۳۰ھ)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ قَتَلَ نَفْسَهٗ بِحَدِيْدَةٍ فَحَدِيْدَتُهٗ فِيْ يَدِهٖ يَتَوَجَّأُ بِهَا فِيْ بَطْنِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيْهَا أَبَدًا.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) مطلب لکھتے ہوئے بتائیں کہ مذکورہ سزا میں اہلِ سنت والجماعۃ اور دیگر فرقوں کا کیا اختلاف ہے؟

(ج) اگر یہ حدیث اہلِ سنت کے خلاف ہے تو ان کی طرف سے کیا جواب ہوگا؟ نیز اس حدیث کے خلاف جو خود ابوہریرہؓ اور دیگر صحابہؓ سے احادیث مروی ہیں، جن میں خالداً ومخلداً نہیں ہے، ان کو بھی تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قرآن کی آیت "مَنْ قَتَلَ مِنْكُمْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَآئُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ" کا اہلِ سنت کیا جواب دیتے ہیں؟ بوضاحت لکھیں۔

(د) اہلِ سنت اس کی کیا کیا تاویل کرتے ہیں؟ اور ان کے تاویل کرنے کی وجہ بھی تحریر کریں۔

(ہ) کیا ان تاویلات کی بناء پر اللہ تعالیٰ کی خبر کردہ وعیدوں میں کذب وخلف و تبدیل قول لازم نہیں آئے گا، جو محال ہے، آپ اس کا جواب تحریر کریں۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا: کہ حضورِ اقدس ﷺ کا فرمان ہے جو شخص اپنی جان کسی دھاردار آلہ سے ہلاک کرے تو وہ ہتھیار جہنم میں اس کے ہاتھ میں ہوگا، اور اس کو اپنے پیٹ میں ہمیشہ گھونپتا رہے گا۔

(ب) تشریح:

حدیثِ باب اور اس طرح کی دیگر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خودکشی کرنے والا اور گناہِ کبیرہ کے مرتکب ہمیشہ جہنم میں رہیں گے، اور کافروں کی طرح ان کو بھی کبھی جہنم سے چھٹکارہ نصیب نہیں ہوگا؛ مگر اہلِ سنت کے نزدیک اس حدیث میں ذکر کردہ الفاظ خالداً مخلداً سے طویل ترین مدت تک، جس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، جہنم میں رہنا اور اپنے گناہ کی سزا بھگتنا مراد ہے، آخر کار ایک وقت ایسا آئے گا کہ جہنم سے نکالے جائیں گے۔

امام ترمذیؒ نے اسی طرح کی روایت سعید المقبری کے حوالہ سے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے، اس میں خالداً مخلداً کے الفاظ نہیں ہیں، پھر علامہ ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہی روایت زیادہ صحیح ہے؛ کیوں کہ صحیح احادیث سے اہل توحید کا گناہوں کی سزا بھگتنا،

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور مبتلائے عذاب ہونے کے بعد پھر نکلنے اور دائمی طور پر جہنم میں نہ رہنا ثابت ہے۔

جب کہ معتزلہ وخوارج کا نظریہ یہ ہے کہ خودکشی کرنے والا دائرۂ اسلام سے خارج ہوکر ہمیشہ ہمیش کے لیے جہنم کا مستحق ہوجاتا ہے، اور خالداً مخلداً جیسے الفاظ کو اپنا مستدل بناتے ہیں۔ (تفہیم المسلم: جزء/۵،ص/۴، نفع المسلم: ص/۳۰۰)

(ج) اہلِ سنت والجماعت کی جانب سے حدیثِ باب کے جوابات:

(۱) بعض حضرات نے یہ جواب دیا ہے کہ خالداً مخلداً سے مقصود جزر وتوبیخ ہے، اوران گناہوں کی شدت کا اظہار ہے۔

(۲) بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ان گناہوں کی سزا کا تقاضہ تو یہی تھا کہ مرتکبِ کبیرہ ہمیشہ جہنم میں رہتا؛ مگر موحدین کے ساتھ باری تعالیٰ اکرام کا معاملہ کرتے ہوئے ان کی توحید کے باعث ان کو جہنم سے نکال لے گا۔

(۳) اس سے مرادمکثِ طویل ہے نہ کہ دوام اور ہمیشگی۔

(۴) اس کا جواب علّامہ نوویؒ نے بھی دیا ہے کہ خلود فی النار اس شخص کے لیے ہے جوان گناہوں کو حلال سمجھ کر کرے، اور ظاہر ہے کہ حرام کو حلال سمجھنے والا کافر ہے۔ (تفہیم المسلم: جزء/۵،ص/۵، نفع المسلم: ج/۱،ص/۳۰۱، نعمت المنعم: ص/۳۲۴)

وہ حدیثیں جن میں خالداً مخلداً کا تذکرہ نہیں ہے:

(۱)عن أبي هريرةؓ: عن النبي ﷺ قال: من قتل نفسه بسم عذب في نار جهنم. (ترمذی: ج/۲،ص/۲۴)

(۲)عن ثابت بن الضحاك قال: قال النبي ﷺ: من خلف بملة سوى الإسلام كاذبًا متعمداً فهو كما قال: ومن قتل نفسه بشيء عذب الله به في نار جهنم. (مسلم: ج/۱،ص/۷۲)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

"من قتل منكم مؤمنا متعمدا" إلخ کا اہلِ سنت کی طرف سے جواب:

تمام اہلِ حق کا اس پر اتفاق ہے کہ بجز کفر وشرک کے کوئی امر موجب خلود فی النار نہیں، اور اس دعویٰ پر بے شمار آیات دال ہیں۔

اور اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کر ڈالے، تو اس کی اصل سزا تو جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہوتا؛ لیکن اللہ کا فضل ہے کہ یہ اصلی سزا جاری نہیں ہوگی؛ بلکہ ایمان کی برکت سے آخر نجات ہو جائے گی، اور ایک متعین وقت تک اللہ تعالیٰ غضبناک ہوں گے۔ (بیان القرآن: ج/۱، ص/۳۹۱)

(د): حدیثِ باب کی تاویلات (ب) کے تحت دیکھیں۔

حدیثِ باب اور اس مضمون کی احادیث میں تاویل کرنے کی وجہ:

اہلِ سنت والجماعۃ ان جیسی احادیث میں تاویل اس لیے کرتے ہیں تا کہ نصوص قطعیہ اور احادیث مشہورہ کی مخالفت لازم نہ آئے، مثلاً:

(۱) قوله تعالىٰ: "إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ" إلخ

(۲) عن أبي ذر قال: قال رسول الله ﷺ من قال لا إله إلا الله دخل الجنة وإن زنى وإن سرق - وغيره ذلك -

کیا ان تاویلات کی بناء پر باری تعالیٰ کی خبر کردہ وعیدوں میں تغیر وتبدل نہیں ہوگا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کلام باب وعید میں واقع ہوتا ہے؛ مگر مقصود انذار وتغلیظ وتشدید ہوتی ہے، اور ایسا ہر جگہ نہیں؛ بلکہ تعارض کی صورت میں ہوتا ہے کہ اگر تغلیظ وتشدید پر محمول نہ کیا جائے تو دوسری روایات کا ترک لازم آئے گا؛ البتہ اگر تعارض نہ ہو تو اس کے معنیٔ حقیقی پر محمول کیا جائے گا، اور یہاں تعارض ہو رہا ہے، تو تاویل کی جائے گی۔ (احسن الہادی: ص/۷۰)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال: (۷۰)، صفحہ: (۷۵)

(سالانہ امتحان ۱۴۲۳ھ)

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ أَنُؤَاخَذُ بِمَا عَمِلْنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ مَنْ أَحْسَنَ فِي الْإِسْلَامِ لَمْ يُؤَاخَذْ بِمَا عَمِلَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَمَنْ أَسَاءَ فِي الْإِسْلَامِ أُخِذَ بِالْأَوَّلِ وَالْآخِرِ. عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ فَلَمَّا جَعَلَ اللّٰهُ الْإِسْلَامَ فِيْ قَلْبِيْ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ ابْسُطْ يَمِيْنَكَ فَلِأُبَايِعَكَ. فَبَسَطَ يَمِيْنَهُ قَالَ فَقَبَضْتُ يَدِيْ قَالَ مَا لَكَ يَا عَمْرُو؟ قَالَ قُلْتُ أَرَدْتُ أَنْ أَشْتَرِطَ قَالَ تَشْتَرِطُ بِمَاذَا قُلْتُ أَنْ يُغْفَرَ لِيْ. قَالَ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ وَأَنَّ الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهَا وَأَنَّ الْحَجَّ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قبل اسلام کے جرائم پر مؤاخذہ نہیں ہوگا، بشرطیکہ مسلمان ہو کر اچھے اعمال کرے اور دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ محض اسلام قبول کرنے سے مؤاخذہ ختم ہو جائے گا، ان دونوں میں تطبیق کے لیے امام احمدؒ احسان فی الاسلام کا کیا مطلب بیان کرتے ہیں؟ اور امام ابوحنیفہؒ اس کا کیا مفہوم لیتے ہیں؟ قولِ باری تعالیٰ ''إِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّاقَدْ سَلَفَ'' سے کس کے مذہب کی تائید ہوتی ہے؟ وضاحت سے تحریر کریں۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ہم نے عرض کیا، یارسول

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اللہ ﷺ! کیا ہم سے ان اعمال کا مؤاخذہ کیا جائے گا جن کو ہم نے زمانۂ جاہلیت میں کیا ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے اسلام میں نیکی کی، اس سے زمانۂ کفر کے اعمال کی باز پرس نہیں ہوگی، اور جس نے اپنا اسلام خراب کیا اس سے زمانۂ کفر و اسلام دونوں زمانے کے اعمال کا مواخذہ ہوگا۔

حضرت عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: پھر جب اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ایمان کی محبت ڈال دی تو میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، کہ اپنا دایاں ہاتھ بڑھایئے تاکہ میں آپ ﷺ سے بیعت کروں، آپ ﷺ نے اپنا داہنا دست مبارک بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا، آں حضور ﷺ نے فرمایا: اے عمرو! کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں شرط لگانا چاہتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا شرط ہے؟ میں نے عرض کیا کہ یہ شرط ہے کہ میرے گناہ معاف ہو جائیں گے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عمرو! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اسلام کے باعث پچھلے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور ہجرت سے سارے سابق گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

(ب) تشریح:

اِس حدیث شریف کی تشریح میں علماء کا اختلاف ہے۔

"من أحسن منكم في الإسلام" اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ محض اسلام قبول کرنے سے زمانۂ جاہلیت کے گناہ معاف نہیں ہوں گے؛ بلکہ اعمالِ صالحہ شرط ہیں، اور حدیث عمرو بن عاصؓ سے معلوم ہوتا ہے کہ محض اسلام قبول کرنے کی وجہ سے زمانۂ جاہلیت کے اُمور کا مؤاخذہ ختم ہو جائے گا۔

ان دونوں حدیثوں میں تطبیق دینے کے لیے امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ "احسان فی الاسلام" کا مطلب یہ ہے کہ اسلام مثل توبہ کے ہے، جس طرح توبہ سے وہی گناہ معاف ہوتا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے، جس سے توبہ کی جائے، اسی طرح اسلام لانا کفر سے توبہ ہے، جس کی وجہ سے اسلام لانے سے کفر معاف ہوگا، زمانۂ جاہلیت میں کفر کے سوا جو گناہ کرتا تھا، اگر ان سے توبہ نہیں کی، اور زمانۂ اسلام میں بھی ان کو کرتا رہا، تو زمانۂ کفر کے معاصی کا گناہ بھی اس کو ہوگا۔

جمہور علماء اور امام ابوحنیفہؒ: فرماتے ہیں کہ أحسن منکم في الإسلام کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص صدقِ دل سے اسلام قبول کرے تو اس سے زمانۂ کفر کے معاصی پر مؤاخذہ نہیں کیا جائے گا، اور جو دل سے اسلام قبول نہیں کرے گا، اس سے زمانۂ کفر کے معاصی پر مؤاخذہ کیا جائے گا۔ (مزید تفصیل کے لیے دیکھیں: نعمت المنعم: ص/۳۴۲)

قال النووي: ذهب جماعة من المحققين إلى انّ المراد بالإحسان الدخول في الإسلام، بالظاهر والباطن جميعًا، وأن يكون مسلمًا حقيقيًا، فهٰذا يغفر له ماسلف في الكفر بنصِّ القرآن والحديث الصحيح، الإسلام يهدم ماكان قبله.

والمراد بالأساءة عدم الدخول في الإسلام بقلبه بل يكون منقادًا في الظاهر، مظهرا للشهادتين غيرمعتقد للإسلام بقلبه فهٰذا منافق باقٍ على كفره باجماع المسلمين. (نووی: ص/۷۵)

''اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّاقَدْ سَلَفَ'':

اس آیتِ مبارکہ سے جمہور کی تائید ہوتی ہے؛ کیوں کہ اسلام توبہ مطلقہ ہے؛ اس لیے مغفرت بھی مطلق حاصل ہوگی، ''الإسلام يهدم ماكان قبله'' اس سے بھی مسلک جمہور ہی کی تائید ہوتی ہے؛ کیوں کہ ''ماکان'' میں ''ما'' عام ہے اور اپنے عموم کی بناء پر ہر طرح کے گناہوں کو شامل ہے؛ اس لیے جمہور علماء اسلام کے ذریعہ ہر طرح کے گناہوں کے معاف ہونے کے قائل ہیں، حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد۔

(نعمت المنعم: ص/۳۴۲)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال: (۷۱)، صفحہ: (۷۶)

(سالانہ امتحان ۱۴۱۵ھ)

عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَأَيْتَ أُمُوْرًا كُنْتُ أَتَحَنَّثُ بِهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ هَلْ لِي فِيْهَا مِنْ شَيْءٍ؟ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْلَمْتَ عَلٰى مَا أَسْلَفْتَ مِنْ خَيْرٍ.

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں۔

(ب) مطلب بوضاحت لکھیں، اور بتائیں کہ کافر کا عمل کفر کے زمانہ کا معتبر ہے یا نہیں؟ پھر روایت کا مطلب کیا ہوگا؟

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت حکیم بن حزامؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا، کہ میں نے قبل از اسلام جو نیک کام کیے ہیں، کیا ان کا بھی مجھے کچھ ثواب ملے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اسلام لائے ان تمام نیکیوں پر جو کر چکے ہو، یعنی ان کا ثواب ملے گا۔

تشریح: امام عبداللہ مازریؒ فرماتے ہیں: کہ حدیث کا ظاہر اس مقررہ ضابطہ کے خلاف ہے کہ تقرب کافر درست نہیں ہے، لہٰذا اس کو طاعت پر ثواب بھی نہ ملے گا، اور ایمان کا جہاں تک تعلق ہے تو اسے اطاعت کہا جائے گا اس کو تقرب نہیں کہیں گے، اور اسے تقرب نہ کہنے کا سبب یہ ہے کہ شرطِ تقرب یہ ہے کہ جس سے تقرب مقصود ہو اسے پہچانے اور کفر کی حالت میں وہ فی الحقیقۃ باری تعالیٰ کو پہچانتا ہی نہ تھا، تو اس حدیث کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تاویل کرنی پڑے گی، اور اس میں کئی احتمال ہیں۔

(۱) ایک معنیٰ اس کے یہ ہو سکتے ہیں کہ زمانۂ کفر میں نیکیوں کے باعث تیری طبیعت نیکی کی خوگر ہوگی، اور تیری طبیعت کی یہ نیکی تجھے زمانۂ اسلام میں بھی فائدہ پہنچائے گی؛ کیوں کہ وہ تجھے نیک کاموں پر اُبھارے گی۔

(۲) اور اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان نیکیوں کے باعث اس کا حقدار ہو گیا کہ تیری تعریف کی جائے، اور بحالتِ اسلام بھی تیری یہ عادت باقی ہے۔

(۳) یا اسکا مطلب یہ ہے کہ زمانۂ اسلام میں تجھے اوروں کے مقابلہ میں نیکیوں کا اجر زیادہ ملے گا؛ کیوں کہ تجھ سے پہلے بھی نیک کام سرزد ہو چکے ہیں، اگر کافر کے عذاب میں نیک کاموں کی بناء پر تخفیف ہو سکتی ہے تو اسے اگر ثواب زیادہ ملے تو اس میں کیا بعد ہے۔

(۴) قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ بعض کے نزدیک حدیث کا مطلب یہ ہے کہ زمانۂ کفر میں تیرے اُمورِ خیر کی برکت ہی کی وجہ سے تجھے اللہ نے دولتِ اسلام سے نوازا۔

ابن بطال و محققین کی رائے:

ابن بطالؒ وغیرہ محققینؒ فرماتے ہیں کہ دراصل حدیث اپنے ظاہر ہی پر محمول ہے؛ کیوں کہ کافر جب دولتِ اسلام سے نوازا گیا اور اس کا خاتمہ اسلام پر ہوا تو اسے بحالتِ کفر کیے ہوئے اُمورِ خیر پر ثواب دیا جائے گا۔ (تفہیم المسلم: جز ۵، ص ۳۹-۴۰)

علامہ کشمیریؒ کی رائے: علامہ کشمیریؒ کی رائے یہ ہے کہ کافر کے نیک اعمال آخرت میں نفع بخش ہو سکتے ہیں، اگرچہ اس کی صورت تخفیف عذاب ہو؛ کیوں کہ ایک منصف اور ایک ظالم کے عذاب میں بدیہی فرق ہے، اور اس فرق کی وجہ صرف یہ ہو سکتی ہے کہ منصف کا انصاف ہی اس کے حق میں تخفیفِ عذاب کا باعث ہو؛ ورنہ اصل کفر میں تو دونوں برابر ہیں۔ (نفع المسلم: ص ۳۲۲)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال: (۷۲)، صفحہ: (۷۸)

(سالانہ امتحان ۱۴۲۸ھ)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ تَجَاوَزَ لِأُمَّتِي عَمَّا حَدَّثَتْ بِهِ أَنْفُسَهَا مَالَمْ تَعْمَلْ أَوْ تَكَلَّمْ بِهِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) ماحدثت به أنفسها کی تفصیل وتعداد بیان کریں۔

(ج) عمل کی جو تفصیل قلبی وغیر قلبی کی طرف ہے، اس کو تحریر کریں۔

(د) اس کے بعد بتلائیں کہ ''ماحدثت به أنفسها'' جب عزم کے درجہ میں ہو تو کیا وہ بھی معاف ہے یا نہیں؟ اس کو تفصیل سے تحریر کریں۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کے دل میں پیدا ہونے والے خیالات کو معاف کردیا، جب تک ان پر عمل پیرا نہ ہو، یا زبان سے نہ نکالے۔

(ب) ''ماحدثت به انفسها'' کی تفصیل وتعداد:

اس حدیث شریف کا صریح وصاف مطلب یہ ہے کہ وہ وساوس وخیالات جو دلوں میں گزریں وہ معاف ہیں، بشرطیکہ یہ پختہ ہوکر عزم کی حد تک نہ پہنچے ہوں، اس لیے حدیث مذکور میں وساوس وخیالات کی معافی کا اعلان ہے اور وہ حدیثِ نفس اور خاطرہ ہے عزم نہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

خلاصہ یہ ہے کہ قلبی وساوس کے مختلف اقسام ومراتب ہیں، اب اگر معاصی کے خیلات ہیں، توان میں سے بعض خیالات اختیاری ہیں، اور بعض غیر اختیاری۔

پھر اختیاری کے دو درجہ ہیں:

(۱) پہلا درجہ یہ ہے کہ خیال آیا؛ لیکن اس سے گناہ کا عزم وارادہ نہیں ہوا، تو حدیث مذکور کے تحت معاف ہے۔

(۲) اور اگر عزم بالجزم ہوگیا، اور کسی آسمانی رکاوٹ کی وجہ سے عملی جامہ نہ پہنا سکا، تواس سے آیتِ کریمہ ''اِنۡ تُبۡدُوۡا مَافِيۡٓ اَنۡفُسِكُمۡ اَوۡتُخۡفُوۡهُ يُحَاسِبۡكُمۡ بِهِ اللّٰهُ'' کے تحت مواخذہ ہوگا۔

وسوسہ کے اقسام:

(۱) دل میں بُرے خیالات آئیں اور فوراً نکل جائیں تو اسے ہاجس کہتے ہیں۔

(۲) دل میں بُرے خیالات بار بار آئیں، اور نکل جائیں تو اسے خاطر کہتے ہیں۔

(۳) ان خیالات کی طرف دل کا میلان ہورہا ہو تو اس کو حدیثِ نفس کہا جاتا ہے۔

(۴) ان وساوس وخیالات کے بارے میں دل کبھی کرنے اور کبھی نہ کرنے کا حکم دیتا ہو، یعنی تذبذب وتردد ہو تو اسے ''ہم'' کہتے ہیں۔

(۵) دل سے تردد ختم ہوجائے اور دل نے اس کے بارے میں حتمی فیصلہ کرلیا ہو تو اس کو عزم کہتے ہیں۔ (نعمت المنعم: ج۱/ ص/ ۳۴۲)

(ج) عمل کی تفصیل قلبی وغیر قلبی کی طرف:

وہ قلبی خیالات جن پر نفس نے عمل کا ارادہ نہیں کیا ہے وہ معاف ہیں، جب تک ان کو خارج میں موجود نہ کرے۔

اور اگر ان کا تعلق زبان سے ہے تو وہ بھی معاف ہیں، جب تک زبان سے کہہ نہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دے، اور اگر اعضاء و جوارح سے ہو تو وہ بھی معاف ہیں، جب تک اعضاء و جوارح سے شروع نہ کردے، شروع کرنے سے قبل مواخذہ نہیں ہوگا۔ (نعمت المنعم: ص/۳۴۱)

تصمیم عزم پر مواخذہ ہے یا نہیں؟

جس عمل و فعل پر تعمیم عزم ہے، اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱) خالص قلبی عمل جس کا جوارح سے کوئی تعلق نہیں ہے، اور نہ ہی خارج میں اس کی شکل وصورت ہے۔

(۲) ایسا قلبی عمل جس کا جوارح سے تعلق ہے اس کی خارج میں شکل ہے جیسے زناء اور شراب نوشی وغیرہ۔

پھر خالص قلبی عمل کی دو قسمیں ہیں:

(۱) اس کا تعلق اعتقادیات سے ہو، جیسے: توحید، نبوت اور بعث بعد الموت وغیرہ۔

(۲) اس کا تعلق اخلاق، ملکات، کیفیات اور نفسانیت سے ہو، جیسے: کبر، حسد وغیرہ۔

قلبی عمل کی ان دونوں قسموں میں علماء کا اتفاق ہے کہ اس پر مؤاخذہ ہوگا۔

اور جس قلبی عمل کا تعلق جوارح سے ہو، اور قلبی عمل محض واسطہ اور ذریعہ ہے، اصل مقصود اعضاء و جوارح کا عمل ہے، جیسے زنا، شراب، قتل وغیرہ، اس طرح کے عمل میں عزم قلبی وحتمی پر مواخذہ کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔

قولِ اوّل: قاضی ابوبکر باقلانیؒ کی رائے یہ ہے کہ اس پر مواخذہ ہوگا، اور قاضی عیاضؒ نے اس کو جمہور علماء کا مذہب بتلایا ہے۔

قولِ ثانی: امام مازریؒ کہتے ہیں کہ بہت سے فقہاء و محدثین جن میں سرفہرست امام شافعیؒ ہیں، ان کا مذہب یہ ہے کہ اس پر مواخذہ نہیں ہوگا، حدیثِ باب کی وجہ سے۔

اور اس لیے بھی کہ اس میں عملِ قلبی (عزم) واسطہ اور ذریعہ ہے، مقصود بالذات نہیں۔ جب مقصود بالذات حاصل نہیں ہوا تو وسیلہ کا اعتبار نہیں ہوگا۔ (نعمت المنعم: ص/۳۴۲)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال: (۷۳)، صفحہ: (۷۹)

(سالانہ امتحان ۱۴۲۲ھ)

اَنَّ أَبَاهُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي الشَّيْطَانُ اَحَدَكُمْ فَيَقُوْلُ مَنْ خَلَقَ كَذَا وَكَذَا؟ حَتّٰى يَقُوْلَ لَهُ مَنْ خَلَقَ رَبَّكَ؟ فَإِذَا بَلَغَ ذٰلِكَ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ وَلْيَنْتَهِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں، بظاہر دفع شک کے لیے تفکر و تفحص کو اور اس کے جواب دینے کو منع فرمایا ہے، جب کہ ایک اعرابی نے آپ ﷺ سے عدویٰ کے بارے میں سوال کیا تھا تو آپ ﷺ نے اس کا جواب دیا ''من أعدی الأول'' اس لیے آپ تحریر کریں کہ کب تفکر و تفحص ممنوع ہے، اور کیا جواب دینا ضروری ہے، پھر شیطان سے شیطان الانس مراد ہے یا شیطان الجن؟

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کے پاس شیطان آجائے پھر تم سے یہ کہے کہ یہ کس نے پیدا کیا؟ یہاں تک کہ کہتا ہے کہ تمہارے پروردگار کو کس نے پیدا کیا، جب یہاں تک کی نوبت آجائے تو اللہ تعالیٰ کی پناہ لینی چاہیے اور اس کے ساتھ سوال و جواب کا سلسلہ ختم کر دینا چاہیے۔

تشریح: وہ وساوس جو قلوب میں آتے جاتے ہیں اور ان کا دل میں استقرار نہیں ہوتا، ان کے لیے تو علاج آیتِ قرآنی ''وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ'' ہے؛ مگر وہ وساوس جو قلوب میں مستقر ہو جاتے ہیں، اور جڑ پکڑ لیتے ہیں، تو ان کو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صرف اس علاج سے فائدہ نہیں ہوگا؛ بلکہ ایسی صورت میں دلیل کے ساتھ ان شبہات کا ازالہ ضروری ہے۔

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس اعرابی کو جس نے اعتراض کرتے ہوئے کہا تھا کہ صحیح و تندرست اونٹوں میں کوئی خارشی اونٹ آجاتا ہے، تو وہ ان سب کو بھی خارشی بنادیتا ہے، اس کو تعوذ وایمان بالرسول کو یاد کرنے کا حکم نہیں دیا؛ بلکہ دلیل سے اس کے اعتراض کو دفع کرتے ہوئے فرمایا: ”فمن أعدى الأوّل“ اس لیے علماء نے وساوس وشبہات کو دو قسموں میں منقسم کیا ہے۔

قسم اوّل: وہ شبہات ووساوس، جو حدیث نفس کے درجہ میں ہوں، تو اس قسم کے شبہات ووساوس کے ازالہ کی صورت حدیث ابوہریرہؓ میں مذکور ہے کہ اس کے تصور اور غور وفکر سے باز رہے، اور خدا کی طرف التجا کرے، اور اللہ پر یقین کا تصور کرے، اس طرح شکوک وشبہات اور وساوس دفع ہوجائیں گے۔

قسم ثانی: اگر یہ وساوس وشبہات اس سے آگے بڑھ کر یقین سے مزاحمت کرنے لگیں یا درجۂ تکذیب تک پہنچ جائیں اور دل میں پیوستہ ہوجائیں تو اس صورت میں اس کو دلیل کے ذریعہ دفع کرنا ضروری ہوجاتا ہے، جیسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود دلیل سے اعرابی کے شبہ کو دفع فرمایا۔ (نعمت المنعم: ج/۱، ص/۳۴۴)

یہ وساوس شیطان الانس ہیں یا شیطان الجن؟

ملّا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ وسوسہ خود ابلیس کی طرف سے ہیں، اور متبعین شیطان الانس میں سے بھی ہوسکتے ہیں اور شیطان الجن میں سے بھی۔

قوله عليه السلام: يأتي الشيطان أحدكم: قال الملّا علي القاري: أن يوسوس ابليس أو أحدٌ أعوانه من شيطان الإنس والجن على طريق التلبيس. (مرقاة المفاتيح: ج/۱، ص/۱۳٦)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال: (۷۴)، صفحہ: (۸۰)

(سالانہ امتحان ۱۴۳۲ھ)

قَالَ كَانَتْ بَيْنِي وَبَيْنَ رَجُلٍ خُصُومَةٌ فِي بِئْرٍ فَاخْتَصَمْنَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ شَاهِدَاكَ أَوْيَمِينُهُ. اور دوسری حدیث میں ہے: قَضٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَاهِدٍ وَيَمِينٍ.

(الف) دونوں حدیثوں کو ذہن میں رکھ کر بتائیں کہ کس طرح کے حقوق کے فیصلہ کرنے کے لیے دو شاہد کا ہونا ضروری ہے اور کس میں ایک ہی شاہد و یمین کافی ہے؟ اگر اس میں اختلافِ ائمہ ہو تو حقوق کی تفصیل کرتے ہوئے بتلائیں کہ کس طرح کے حقوق میں اختلاف ہے؟

(ب) پھر ہر ایک کی دلیل دیں اور احناف کی طرف سے ان کی مخالف دلیل کی تاویل بھی تحریر کریں۔

الجواب

(الف): کس طرح کے حقوق میں ایک شاہد و یمین اور کس طرح کے حقوق میں دو شاہد کا ہونا ضروری ہے؟

پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مدعی کے لیے دو گواہ پیش کرنے ضروری ہیں، اگر گواہ پیش نہ کر سکا تو مدعی علیہ سے قسم لی جائے گی، اگر وہ قسم کھالے تو اس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا۔

اور دوسری حدیث یعنی ''قضی رسول اللہ ﷺ شاھد و یمین'' سے معلوم ہوتا ہے کہ فیصلہ میں ایک گواہ پر بھی اکتفا کیا جا سکتا ہے، بشرطیکہ مدعی اس گواہ کے ساتھ اپنے دعویٰ کے سچ ہونے پر قسم کھالے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اختلافِ ائمہ:

قولِ اوّل: ائمہ ثلاثہؒ فرماتے ہیں کہ: اگر مدعی اپنے دعویٰ پر دو گواہ پیش نہ کر سکا، تو ایک گواہ پر بھی اکتفا کیا جا سکتا ہے، بشرطیکہ مدعی اس گواہ کے ساتھ اپنے دعوی کے سچ ہونے پر قسم کھالے، گویا کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مدعی کا قسم کھانا دوسرے گواہ کے قائم مقام ہے۔

قولِ ثانی: امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ: صرف ایک گواہ کی گواہی پر فیصلہ نہیں کیا جائے گا، اگرچہ مدعی اپنے دعویٰ کے سچ ہونے پر قسم کھالے، دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔

قولِ اوّل کی دلیل: عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قضى رسول الله باليمين مع الشاهد الواحد وفي رواية: قضى رسول الله بشاهدٍ.

قولِ ثانی کے دلائل: (۱) قوله تعالى: وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتَانِ. (۲) وَاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ.

ان دونوں آیتوں میں گواہوں کے لیے تثنیہ کا صیغہ استعمال فرمایا ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ نصابِ شہادت دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں ہیں، اس بارے میں کوئی مزید تفصیل قرآن پاک نے بیان نہیں فرمائی ہے۔

(۳) ''البينة على المدعي واليمين على من أنكر'' اس حدیث شریف میں بینہ پیش کرنا مدعی کی ذمہ داری قرار دی ہے، اور یمین مدعی علیہ کی، گویا دونوں وظائف کی تقسیم فرمادی اور تقسیم شرکت کے منافی ہے۔

قولِ اوّل کی دلیل کے جوابات:

(۱) ''قضى باليمين مع الشاهد الواحد'' کے معنی ہیں قضى بيمين المدعى عليه مع الشاهد الواحد للمدعي.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ مدعی کے پاس صرف ایک ہی گواہ تھا؛ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعی علیہ سے قسم لے کر فیصلہ فرمایا۔

(۲) نصابِ شہادت کا ثبوت قرآن کریم کی آیت "وَاشْهِدُوا ذَوَىْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ" اور "وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ" سے ہے، اور اس جیسی احادیث اخبارِ آحاد ہیں جن سے کتاب اللہ پر زیادتی درست نہیں۔

سوال: (۷۵)، صفحہ: (۸۵)

(سالانہ امتحان ۱۴۱۷ھ)

نَحْنُ أَحَقُّ بِالشَّكِّ مِنْ اِبْرَاهِيْمَ إِذْقَالَ "رَبِّ اَرِنِىْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ" وَيَرْحَمُ اللّٰهُ لُوْطًا لَقَدْ كَانَ يَأْوِيْ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ، وَلَوْلَبِثْتُ فِي السِّجْنِ طُوْلَ لُبْثِ يُوْسُفَ لَأَجَبْتُ الدَّاعِيَ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں، پھر آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا "نحن أحق بالشك من إبراهيم" کہنے کا مقصد بیان کریں۔

(ب) لفظ "کیف" کیفیت کے سوال کے لیے وضع ہوا پھر اللہ نے "اَوَلَمْ تُؤْمِنْ" کیوں فرمایا؟ کیفیتِ احیاء پر ایمان کا ہونا ایمان کے لیے ضروری ہے یا نہیں؟ اس کی بھی وضاحت کریں۔

(ج) بقیہ جملوں کی تشریح کرتے ہوئے "رکن شدید" کی مراد واضح کریں۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم حضرت ابراہیمؑ سے زیادہ شک کرنے کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مستحق ہیں، (اگر وہ سوال از راہِ شک کرتے) جس وقت انہوں نے کہا اے پروردگار! مجھے دکھلا دے کہ آپ مردوں کو کس طرح زندہ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا تمہیں اس پر یقین نہیں؟ عرض کیا کیوں نہیں؛ لیکن مقصد یہ ہے کہ (کیفیت احیاء کا مشاہدہ کرکے) میرا دل اور مطمئن ہو جائے اور اللہ تعالیٰ حضرت لوطؑ پر رحم کرے، بے شک وہ ایک مضبوط سہارا ڈھونڈ رہے تھے، اگر یوسفؑ کی طرح میں اتنے دنوں جیل میں رہ جاتا تو میں داعی کی پکار کو قبول کر لیتا۔

آپ ﷺ کا ''نحن أحق بالشك من إبراهيم'' کہنے کا مقصد؟

(ا) مذکورہ بالا جملہ سے آپ ﷺ کا مقصد حضرت ابراہیمؑ کی شانِ عالی اور شک سے آپ ﷺ کی برأت کا اعلان کرنا ہے؛ کیوں کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب آیتِ کریمہ ''رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی'' نازل ہوئی تو بعض صحابہ کرام کی زبان سے نکلا ''شك إبراهيم ولم يشك نبيّنا'' اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی'' کہ سوال ابراہیمی کا باعث معاذ اللہ شک وتردد نہ تھا؛ ورنہ اگر بالفرض ان سے یہ سوال شک وتردد کی بنا پر سرزد ہوتا تو ہم اس شک کے زیادہ حقدار ہوتے؛ کیوں کہ بعض فروعاتِ عملیہ میں اور اطاعتِ حق میں ابراہیمؑ متبوع اور ہم تابع ہیں۔

''قال الله تعالىٰ فاتبعوا ملّة إبراهيم حنيفًا'':

جب ہم تابعین کو کوئی شک لاحق نہیں ہوا تو پھر متبوع اور اس موحد اعظم کو کس طرح شک لاحق ہو سکتا ہے، جو اس وقت کی ساری دنیا سے اعلیٰ ایمان ویقین پر تھے۔

''اِذْ قَالَ اِبْرَاهِیْمُ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ'':

حضرت ابراہیمؑ کا یہ سوال کسی شک کی بناء پر نہیں تھا؛ بلکہ احیاءِ موتیٰ کی کیفیت کے بارے میں تھا، کہ اس کی کیفیت کیا ہوگی، تا کہ عینی مشاہدہ ہو کہ ایمان عین الیقین تک پہنچ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جائے، سوال میں خود ''کیف'' کا لفظ اشارہ کرتا ہے کہ حالت وکیفیت کے متعلق شوق کا سوال تھا نہ کہ شک کا، یہ بات ہمیشہ ذہن میں رہے کہ شوق وشک کے سوال میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

ذوق وشوق عین تقاضائے یقین ہے، اگر خدا تعالیٰ کے احیاءِ موتی پر یقین نہ ہوتو کیفیتِ احیاء کے مشاہدہ کا شوق ہی کیسے پیدا ہوتا، یہاں ممکن تھا کہ کسی کج فہم کو یہ شبہ گزرتا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے احیاءِ موتی کے متعلق شک کی بنیاد پر سوال کیا تو اس گوشہ کو بھی قرآن نے ازخود ''اَوَلَمْ تُؤْمِنْ'' کا سوال اُٹھا کر حضرت ابراہیمؑ کی زبان سے صاف کرادیا۔

کیفیتِ احیاء پر اطمینان کا ہونا ایمان کے لیے ضروری ہے یا نہیں؟

جہاں تک احیاءِ موتی کی قدرت کا یقین ہے تو وہ ایمان کا جزءِ لاینفک ہے؛ لیکن نفسِ ایمان کے لیے کیفیتِ احیاءِ موتی کا جاننا ضروری نہیں ہے اور حضرت ابراہیمؑ کو یقین تو پہلے ہی سے حاصل تھا، اسی لیے آپؑ نے نمرود کے ساتھ مناظرہ کرتے ہوئے فرمایا: ''رَبِّيَ الَّذِيْ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ'' لیکن آپ کے دل میں احیاءِ موتی کی مختلف صورتیں و کیفیتیں آتی تھیں، کہ نہ معلوم اللہ کے احیاءِ موتی کی کیا صورت ہوگی، اور ذہنی انتشار و سکونِ قلب وکمالِ اطمینان میں خلل انداز ہوتا ہے؛ اس لیے مشاہدہ کی درخواست کی گئی۔

(نعمت المنعم: ص/۳۶۹)

(ج) بقیہ جملوں کی تشریح:

یرحم اللہ لوطًا: قومِ لوطؑ نے حضرت لوطؑ کے مہمانوں کو پریشان کیا تو حضرت لوطؑ نے قوم کو بہت سمجھایا، یہاں تک کہ فرمایا: ''هٰؤُلَآءِ بَنَاتِيْٓ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ'' لیکن وہ نہیں مانے، تو اس موقع پر حضرت لوطؑ نے مہمانوں کی عزت بچانے کے لیے اور مہمانوں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے سامنے اپنی مجبوری ظاہر کرتے ہوئے فرمایا: ''لَوْ اَنَّ لِیْ قُوَّۃً اَوْ اٰوِیْ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ'' یعنی اگر ذاتی طور سے میرے پاس قوت وطاقت ہوتی، یا خاندانی طور سے قوت وطاقت ہوتی تو میں تم لوگوں کو بتلا دیتا، مہمانوں کی عزت بچانے کا حضرت لوطؑ پر اس قدر غلبہ تھا کہ جس کی وجہ سے اپنی ذاتی طاقت وخاندانی قوت کا تصور آیا، شاید خدا کا تصور جو سب میں طاقتور اور سب سے زیادہ دفاع کرنے والا ہے اسے بھول گئے، حالاں کہ ان کی حمایت ونصرت حضرت لوطؑ کے شامل حال تھی، جیسا کہ حضرت سلیمانؑ ''اِنْ شَآءَ اللّٰہُ'' کہنا بھول گئے، ''یرحم اللہ لوطًا'' سے حضور ﷺ ان کے عذر کو بیان فرما رہے ہیں۔

(نعمت المنعم: ص ۱/۳۷۱)

رُکْنٍ شَدِیْدٍ سے کیا مراد ہے؟

اس سے مراد خاندان کے افراد ہیں؛ لیکن حدیث میں ''رُکْنٍ شَدِیْدٍ'' سے مراد اللہ تعالیٰ ہیں۔

عام طور سے علماء نے ''رُکْنٍ شَدِیْدٍ'' سے اللہ تعالیٰ کی ذات مراد لی ہے؛ مگر ابن حزمؒ اس کے برخلاف ''رُکْنٍ شَدِیْدٍ'' سے اللہ کی مدد جو فرشتہ کی شکل میں تھی اس کو مراد لیا ہے۔ ابن حزمؒ کہتے ہیں کہ حضرت لوطؑ کا قوم کو فواحش سے باز رکھنے کے لیے خاندانی قوت کا سہارا لینا یہ اعتماد علی اللہ کے منافی نہیں ہے۔ (نعمت المنعم: ص ۱/۳۷۱)

''ولو لبثت في السجن... لأجبت الداعي'':

آں حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ: اگر یوسفؑ کی جگہ میں ہوتا تو اتنی درازگی مدت قید کے پیش نظر میں اس داعی وقاصد کا پیغام رہائی قبول کر لیتا، اور فوراً جیل خانہ سے نکل جانا منظور کر لیتا؛ مگر یہ یوسفؑ کا عزم وہمت وصبر واستقلال تھا، کہ آپؑ نے ایسے موقع پر نہایت پامردی اور استقامت کا مظاہرہ فرمایا۔ (نعمت المنعم: ج ۱/ص ۳۷۰)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال: (۷۶)، صفحہ: (۸۶)

(سالانہ امتحان ۱۴۲۴ھ)

عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ثَلَاثَةٌ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمَنَ بِنَبِيِّهِ وَ أَدْرَكَ النَّبِيَّ ﷺ فَآمَنَ بِهٖ وَاتَّبَعَهُ وَصَدَّقَهُ فَلَهُ أَجْرَانِ، وَعَبْدٌ مَمْلُوكٌ أَدَّى حَقَّ اللّٰهِ تَعَالَى عَلَيْهِ وَحَقَّ سَيِّدِهٖ فَلَهُ أَجْرَانِ، وَرَجُلٌ كَانَتْ لَهُ أَمَةٌ فَغَذَاهَا فَأَحْسَنَ غِذَاءَهَا ثُمَّ أَدَّبَهَا فَأَحْسَنَ أَدَبَهَا ثُمَّ أَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا فَلَهُ أَجْرَانِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں، کیا صرف انھیں تین قسم کے لوگوں کے لیے دوہرا اجر ہے یا ان کے سوا کچھ اور لوگ بھی ہیں؟ اگر ہیں تو دو تین کے نام تحریر کریں، پھر لفظ ''ثلثۃ'' سے اعتراض ہوگا تو اس کا جواب بھی تحریر کریں۔

(ب) ان تینوں کو دوہرا اجر کس بنیاد پر ملے گا؟ اگر دو عمل کرنے کی بنیاد پر ملے گا تو یہ اجر ہر ایک کو ملتا ہے، ان کی کیا تخصیص ہے؟ اگر ان کے دو عمل میں سے ہر عمل پر اجر ملے گا تو مولیٰ کے اعمال دو سے زائد ہیں، اگر کوئی اور وجہ ہو تو اس کو بھی بیان کریں۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ تین شخص ایسے ہیں، جو دوہرے ثواب کے مستحق ہوں گے، ایک وہ اہلِ کتاب جو اپنے نبی پر ایمان لایا، پھر اسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دورِ مبارک نصیب ہوا، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ایمان لایا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی، اور تصدیق کی، تو اس کے لیے دوہرا ثواب ہے۔

اور ایک وہ غلام جو اللہ کا حق واجب ادا کرے اور اپنے مالک کا بھی حق ادا کرے، تو اس کے واسطے دوہرا اجر ہے۔

اور ایک وہ شخص جس کے پاس باندی ہو پھر وہ اس کو اچھی طرح کھلائے پلائے (آسائش سے رکھے) اور اس کی اچھی طرح تعلیم و تربیت کرے اس کے بعد اس کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے تو وہ دوہرے اجر کا مستحق ہے۔

(ب) کیا صرف انھیں تین قسم کے لوگوں کے لیے دوہرا اجر ہے یا ان کے علاوہ کو بھی؟

دوہرے اجر کے مستحق صرف یہی تین شخص نہیں ہیں؛ بلکہ ان کے علاوہ کو بھی دوہرا اجر ملے گا، نیز علامہ سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ اس طرح کے لوگوں کا میں نے استقراء کیا تو ان کا عدد چالیس تک پہنچ گیا، مثلاً:

(۱) قرآن کریم کی تلاوت پر دشواری ہو رہی ہے، پھر بھی تلاوت کرتا ہے تو یہ شخص ایک ہی عمل کی بنا پر دوہرے اجر کا مستحق ہے۔

(۲) جو شخص رشتہ داروں پر صدقہ کرتا ہے، وہ بھی دوہرے اجر کا مستحق ہے۔

(۳) صف کا بایاں حصہ خالی ہو، اور اس کو کوئی پُر کر دے تو وہ بھی دوہرے اجر کا مستحق ہے۔

اعتراض: اگر ان تین کے علاوہ بھی دوہرے اجر کے مستحق ہیں تو انھیں تین کی تخصیص کیوں کی گئی۔

جواب: مفہوم عدد کا کسی امام کے یہاں اعتبار نہیں، بنابریں کہا جاتا ہے کہ عدد اپنے مافوق کی نفی نہیں کرتا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حدیث میں مذکورہ شخصوں کے لیے دوہرا اجر ملنے کی وجہ:

(۱) دونوں عملوں پر ایک ایک اجر ملے گا؛ مگر یہ احتمال درست نہیں؛ کیوں کہ جب عمل دو ہیں تو اجر بھی دو ہوتے تو اس میں کیا خصوصیت ہوئی؟

(۲) دونوں عملوں ہی پر دوہرا ثواب ملے گا؛ لیکن یہ احتمال بھی درست نہیں؛ کیوں کہ عیسیٰؑ کی بعثت سے یہودیت منسوخ ہوگئی، اور نبی کریم ﷺ کی بعثت سے عیسائیت منسوخ ہوگئی، پھر ان پر ایمان لانے کا اجر کیسے ملے گا۔ علاوہ ازیں اس صورت میں چار عمل ہو جائیں گے، جب کہ حدیث میں دو اجروں کی وضاحت ہے۔

(۳) ان تینوں شخصوں کو زندگی بھر دوہرا ثواب ملے گا، اور شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی بھی یہی رائے ہے، مذکورہ لوگوں کو ہر ایک عمل پر دوگنا ثواب ملتا ہے، مثلاً کوئی دوسرا شخص کوئی بھی نیک عمل کرے، تو اس کو عمومی بشارت کے تحت دس گناہ ثواب ملے گا؛ لیکن ان تینوں کو اسی عمل پر بیس گناہ ثواب ملے گا۔

(۴) ان تینوں کو صرف دوسرے عمل پر دوسرا ثواب ملے گا، یہی احتمال صحیح ہے، یعنی اہلِ کتاب کو آپ ﷺ پر ایمان لانے کا دوہرا اجر ملے گا؛ کیوں کہ یہ کام ان کے لیے بھاری ہے، اسی طرح غلام کو حق اللہ ادا کرنے پر دوہرا ثواب ملے گا اور باندی کے مالک کو باندی سے نکاح کرنے پر دوہرا اجر ملے گا۔

سوال: مولیٰ کے چار کام ہیں: (۱) باندی کی اچھی تربیت (۲) اچھی تعلیم دینا (۳) آزاد کرنا (۴) نکاح کرنا، اگر اس میں بھی دو ہی اجر ملیں گے تو اس کا نقصان ہوگا۔

جواب: یہ چاروں کام درحقیقت ایک کام ہیں؛ اس لیے چاروں کاموں کے مجموعہ پر دوہرا ثواب ملے گا۔ اس اعتراض کے دفاع میں شیخ عبدالحق کی رائے زیادہ مفید ثابت ہوگی؛ کیوں کہ ان کے یہاں زندگی بھر ہر نیک کام پر دوہرا اجر ملنے کی بات ہے۔ (ایضاح المسلم: ج ۱/ص ۳۹۹)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال: (۷۷)، صفحہ: (۸۷)

(سالانہ امتحان ۱۴۱۴ھ/ ۱۴۲۶ھ/ ۱۴۳۲ھ)

أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيكُمْ، وَإِمَامُكُمْ مِنْكُمْ. وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرىٰ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيكُمْ فَأَمَّكُمْ مِنْكُمْ. قَالَ الرَّاوِي: قُلْتُ لِابْنِ أَبِي ذِئْبٍ إِنَّ الْأَوْزَاعِيَّ يَقُولُ فِي حَدِيثِهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ وَإِمَامُكُمْ مِنْكُمْ. قَالَ ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ تَدْرِي مَا أَمَّكُمْ مِنْكُمْ قُلْتُ تُخْبِرُنِي قَالَ فَأَمَّكُمْ بِكِتَابِ رَبِّكُمْ عَزَّ وَجَلَّ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں، ابن ابی ذئب، دونوں حدیثوں میں تعارض ختم کرنے کے لیے کیا توجیہ بیان کر رہے ہیں؟ آپ اس کی وضاحت کریں۔

(ب) ینزل فیکم ابن مریم حکمًا مقسطًا فیکسر الصلب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ جزیہ لینا شریعتِ اسلامی کا قرآنی حکم ہے، حضرت عیسیٰؑ جب شریعت کے مطابق حکم فرمائیں گے، تو جزیہ کیوں کر ختم فرمائیں گے؟ اس کا جواب مطلوب ہے۔

(ج) ولید ابن مسلم نے ابن ابی ذئب پر کیا اعتراض کیا ہے؟ اور ابن ابی ذئب نے کیا جواب دیا ہے؟ تحریر کریں۔

(د) ایک روایت سے مفہوم ہے کہ حضرت عیسیٰؑ لوگوں کی امامت فرمائیں گے، اور دوسری روایت بتا رہی ہے لوگوں کا امام امت محمدیہ کا ایک فرد ہوگا یعنی امام مہدیؒ حقیقت حال کیا ہے؟ اس کی نشان دہی آپ کے ذمہ ہے، نیز بین الروایتین دفع تعارض بھی آپ ہی کی ذمہ داری ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: بھلا اس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی جب عیسیٰؑ تمہارے درمیان آسمان سے اُتریں گے، اور تمہارا امام خودتم میں کا ہوگا۔ اور ایک دوسری روایت جو خود حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ اس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی جب تمہارے مابین حضرت عیسیٰؑ آسمان سے نزول فرمائیں گے، اور تمہاری امامت کریں گے، راوی کا قول ہے کہ میں نے ابن ابی ذئب سے کہا، امام اوزاعیؒ اپنی حدیث میں فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ تمہارا امام تم میں کا ہوگا، ابن ابی ذئب نے کہا آپ جانتے ہیں کہ تمہاری امامت کون کرے گا؟ میں نے کہا آپ ہی بتلا دیجیے، ابن ابی ذئب نے کہا کہ حضرت عیسیٰؑ قرآن وسنت نبویؐ کے مطابق تمہاری امامت فرمائیں گے۔

دفع تعارض کے لیے ابن ابی ذئب کی توجیہ:

ابن ابی ذئب فرماتے ہیں کہ ”امامکم منکم وأمکم منکم“ کا ایک ہی مطلب ہے، یعنی حضرت عیسیٰؑ شریعت محمدیؐ کے مطابق فیصلہ فرمائیں گے، انجیل کے مطابق نہیں یعنی حضرت عیسیٰؑ امتِ محمدیہ کے فرد بن کر تشریف لائیں گے، دینِ محمدی کو منسوخ نہیں کریں گے۔ (ایضاح المسلم: ج را، ص ر ۴۱۰)

فینزل فیکم ابن مریم حکمًا مقسطًا... ویضع الجزیة:

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرآن واحادیث نبویہ کے مطابق فیصلہ فرمائیں گے، اور جزیہ قرآنی حکم ہے، تو اس کو کیوں کر ختم کریں گے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب: ویضع الجزیۃ: اس کا مطلب یہ نہیں کہ شریعتِ محمدیہ میں تغیر وتبدل کریں گے؛ بلکہ مطلب یہ ہے کہ دنیا میں مسلمانوں کے علاوہ کوئی بچے گا ہی نہیں، یہود ونصاریٰ اور کفار وغیرہ تمام لوگ دجال کے ساتھ مقتول ہوں گے، اور جو بچیں گے، وہ حلقہ بگوشِ اسلام ہو جائیں گے، پس جزیہ بھی نہیں رہے گا۔ (ایضاح المسلم: ج/۱،ص/۳۰۷)

ولید بن مسلم کا ابن ابی ذئب پر اعتراض اور ابن ابی ذئب کا جواب:

اعتراض: ولید ابن مسلمؒ کا ابن ابی ذئب پر اعتراض یہ ہے کہ آپ نے ابن شہاب زہری سے حدیث بیان کی اور آپ کی بیان کردہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ امامت فرمائیں گے۔

جب کہ امام اوزاعیؒ نے ابن شہاب زہری سے یہی حدیث اسی سند سے بیان کی ہے، اور ان کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ امامت نہیں فرمائیں گے؛ بلکہ امتِ محمدیہ کا ایک فرد یعنی حضرت امام مہدیؒ امامت فرمائیں گے۔

جواب: ابن ابی ذئب نے جواباً فرمایا: فأمّکم بکتاب ربّکم وسنۃ نبیّکم إمامکم منکم اور أمکم منکم دونوں کا ایک ہی مطلب ہے، یعنی حضرت عیسیٰؑ تمہارے رب کی کتاب، اور شریعتِ محمدیہ کے مطابق تمہاری امامت فرمائیں گے۔

(ایضاح المسلم: ج/۱،ص/۴۱۰)

نزولِ عیسیٰؑ کے وقت امام کون ہوگا؟

"إمامکم منکم فأمکم" اس وقت اس امت کے امام کون ہوں گے؟ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مہدیؒ امام ہوں گے، اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ ہوں گے، ان دونوں روایتوں کے تعارض کو ختم کرنے کے لیے مختلف صورتیں ہیں:

(۱) إمامکم میں امام سے مراد امام مہدیؑ ہیں۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ عیسیٰؑ کا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نزول ایسے وقت میں ہوگا جب کہ ہمارے امام ہم ہیں کا ایک شخص ہوگا، اس صورت میں امامت سے مراد ''امامتِ کبریٰ'' یعنی امیر وخلیفہ ہے، اور امامت کے لیے بلانا اس سے امامتِ صغریٰ مراد ہے۔

(۲) امام سے مراد حضرت عیسیٰؑ ہوں، تو مطلب یہ ہوگا کہ اس وقت حضرت عیسیٰؑ امتِ محمدیہ کے ایک فرد ہوں گے؛ کیوں کہ ان کا فیصلہ قرآن کے مطابق ہوگا، نہ کہ انجیل کے مطابق۔

(۳) اگر امام سے مراد حضرت مہدیؑ کو لیا جائے، تو مطلب یہ ہوگا کہ جس وقت وہ آسمان سے نزول فرمائیں گے، وہ فجر کا وقت ہوگا، اور لوگ جماعت کی تیاری میں ہوں گے، اور حضرت مہدیؑ امامت کے لیے جا چکے ہوں گے؛ مگر نماز شروع ہونے سے پہلے حضرت عیسیٰؑ کا نزول ہوگا، حضرت مہدیؑ ان سے امامت کی درخواست کریں گے؛ مگر اس نماز میں حضرت مہدیؑ ہی امامت کریں گے، اس کے بعد حضرت عیسیٰؑ امامت کریں گے، تو ''إمامکم منکم'' سے فجر کی نماز اور ''أمّکم'' سے اس کے بعد والی نماز مراد ہوں گی۔ (نفع المسلم: ج/۱، ص/۳۷۲)

سوال: (۷۸)، صفحہ: (۸۸)

(سالانہ امتحان ۱۴۱۳ھ)

عَنْ أَبِي ذَرٍّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمًا أَتَدْرُوْنَ أَيْنَ تَذْهَبُ هٰذِهِ الشَّمْسُ؟ قَالُوْا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ قَالَ إِنَّ هٰذِهِ تَجْرِيْ حَتّٰى تَنْتَهِيَ إِلٰى مُسْتَقَرِّهَا تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَخِرُّ سَاجِدَةً فَلَا تَزَالُ كَذٰلِكَ حَتّٰى يُقَالَ لَهَا ارْتَفِعِيْ ارْجِعِيْ مِنْ حَيْثُ جِئْتِ فَتَرْجِعُ فَتُصْبِحُ طَالِعَةً مِنْ مَطْلِعِهَا ثُمَّ تَجْرِيْ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) عبارت باعراب لکھ کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب لکھیں۔

(ج) دلائل اور مشاہدے سے معلوم ہوتا ہے کہ آفتاب کو غروب کے وقت سکون نہیں ہوتا ہے، اور عرشِ باری کے نیچے آفتاب کا سجدہ سکون کو چاہتا ہے، نیز آفتاب کا غروب عالم میں ہر وقت ہوتا رہتا ہے، لہٰذا ہر وقت آفتاب کو سکون ہونا چاہیے، نیز آفتاب اپنے فلک میں یا اپنے مدار میں حرکت کر رہا ہے، اس روایت سے لازم آتا ہے کہ آفتاب اپنے مدار یا اپنے فلک سے متجاوز ہو کر آسمانوں کو طے کرتا ہوا عرشِ باری کے لیے سجدہ کرتا ہے، جو کہ دلائل واقعہ کے خلاف ہے، مندرجہ بالا اُمور کی جواب دہی آپ کے ذمہ ہے۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے ایک دن ارشاد فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ آفتاب کہاں جاتا ہے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا، کہ اللہ اور اس کے رسول ہی اس سے اچھی طرح واقف ہیں، ارشاد ہوا یہ جاتا ہے یہاں تک کہ اپنے قیام کی جگہ پر عرش کے نیچے آجاتا ہے، اور سجدہ ریز ہو جاتا ہے، حتیٰ کہ اسے اُٹھنے (اور بلند ہونے) کا حکم ہوتا ہے، اور یہ کہ جہاں سے آیا ہے وہیں لوٹ جا، تو وہ لوٹ جاتا ہے، اور پھر صبح نکلنے کی جگہ سے طلوع ہوتا ہے، اس کے بعد وہ چلتا رہتا ہے۔

(ب) تشریح:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ وہ آفتاب درخشاں اسی وحدہٗ لاشریک لہٗ کی اداءِ طاعت کے لیے محیط کے پردے سے باہر آتا ہے اور دنیا کا یہ سب سے زیادہ روشن ستارہ جب مشرق سے مغرب کو روانہ ہوتا ہے، تو اپنی حرکت کی ہر آن میں اور مسافت کے ہر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہر قدم پر ربّ العرش کے سامنے سجدہ ریز ہوتا ہے، اور حالاً یا قالاً آگے بڑھنے کی اجازت طلب کرتا رہتا ہے، یہ مجال نہیں کہ اس عزیز و علیم کی اجازت کے بغیر ایک قدم اُدھر یا اِدھر رکھ سکے؛ چناں چہ صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک جو چکر چوبیں گھنٹہ میں پورا کرتا ہے، اس سے ایک ساعت بھی ایسی نہیں آتی کہ وہ ربّ العزت کے حکم سے بے نیاز ہو سکے، یا اس سے سرتابی کا خیال لا سکے، اس کا یہ سلسلہ روزمرّہ اسی طرح چل رہا ہے، تا قیامت یوں ہی چلتا رہے گا، یہاں تک کہ اسلام کے معتقدات کے موافق امرِ الٰہی آ پہنچے، اور عالم کی انتہاء کی گھڑی نزدیک آ جائے اور اپنے جس مستقر کی تلاش میں یہ آفتاب سرگرداں رہتا تھا اس کو پا چکے، اس وقت اس کو حکم ہوگا کہ ایک قدم بھی آگے مت اُٹھاؤ، اپنی حرکت کو روک لو، جس طرف سے آئے ہو، اسی طرف اُلٹے پاؤں لوٹ جاؤ، لقولہ تعالیٰ: وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا إلخ (تفہیم المسلم: ج/۶، ص/۴۰)

(ج) دلائل و مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آفتاب کو غروب کے وقت سکون نہیں ہوتا الخ:

اعتراض (۱): عام مشاہدہ ہے کہ آفتاب اگر ایک جگہ غروب ہوتا ہے تو دوسری جگہ طلوع ہو جاتا ہے؛ اس لیے طلوع و غروب اس کا ہر وقت جاری رہے گا، پھر بعد الغروب تحت العرش جانے کے اور سجدہ کرنے کے کیا معنیٰ ہیں؟

(۲): عرشِ الٰہی کی جو کیفیت قرآن و سنت میں سمجھی جاتی ہے، وہ یہ ہے کہ وہ تمام زمین و آسمانوں کے اوپر محیط ہے یہ زمین و آسمان مع سیارات سب کے سب عرش کے اندر محصور ہیں، اور عرش تمام کائنات سماویہ کو اپنے اندر لیے ہوئے ہے، اس لحاظ سے آفتاب تو ہمیشہ ہر حال میں، اور ہر وقت ہی تحت العرش ہے، پھر غروب کے بعد تحت العرش جانے کا کیا مطلب؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۳): حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آفتاب اپنے مستقر پر پہنچ کر وقفہ کرتا ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کر کے اگلے دور کی اجازت لیتا ہے، حالاں کہ آفتاب کی حرکت میں کسی بھی وقت انقطاع نہ ہونا کھلا ہوا مشاہدہ ہے، اور چوں کہ آفتاب کا طلوع و غروب مختلف مقامات کے اعتبار سے ہوتا رہتا ہے، تو یہ وقفہ اور سکون بھی ہر وقت ہونا چاہیے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آفتاب کو کسی بھی وقت حرکت نہ ہو۔

اعتراضِ اوّل کا جواب: روایت میں ہر جگہ کے افق کے اعتبار سے جانا مراد نہیں؛ بلکہ مدینۃ المنورہ کے اُفق کے اعتبار سے جانا مراد ہے، کہ جب وہ وہاں پر غروب ہوتا ہے، تو اس کے بعد تحت العرش اجازت کے لیے جاتا ہے، اس وجہ سے کہ یہ حدیث آپ ﷺ نے مدینۃ المنورہ میں بیان فرمائی ہے، اسی لیے افق مدینہ کو ترجیح ہوگی۔

اعتراض ثانی وثالث کا جواب: ان دونوں اعتراضوں کا جواب یہ ہے کہ ٹھہراؤ و توقف کے بغیر اس کی رفتار جاری وساری ہے، آفتاب دوپہر میں اپنے دیگر اوقات کی بہ نسبت عرش سے زیادہ قریب ہوتا ہے، اور اپنے محور پر گردش کرتا ہے، اور نصف اللیل میں جو نصف النہار کے بالکل مقابل ہوتا ہے۔

اس وقت میں دیگر اوقات کی بہ نسبت عرش سے زیادہ دُور ہوتا ہے، حدیث میں اسی کو تحت العرش کہا گیا ہے، اور ہر چیز کا سجدہ اس کے مطابق ہے جس کی صحیح کیفیت ہم کو معلوم نہیں ہے۔ (نصر المنعم: ص/ ۱۸۵-۱۸۶)

سوال: (۷۹)، صفحہ: (۹۱)

(سالانہ امتحان ۱۴۳۱)

لیلۃ المعراج میں نبی ﷺ کو دیدارِ خداوندی حاصل ہوا یا نہیں، حضرت ابن عباسؓ، ابن مسعودؓ، ابوہریرہؓ، ابودرداؓ اور عائشہؓ کے اقوال بیان کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

"مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَاٰى، وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً أُخْرىٰ" کی تفصیل میں کیا اختلاف ہے؟ رؤیتِ باری تعالیٰ کے بارے میں کوئی صریح حدیث ہو اسے تحریر کریں۔

الجواب

لیلۃ المعراج میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیدارِ خداوندی حاصل ہوا یا نہیں؟

رؤیتِ باری کا مسئلہ دورِ صحابہؓ سے لے کر مختلف فیہ چلا آرہا ہے، ایک جماعت رؤیتِ باری کی قائل ہے، اور دوسری جماعت عدمِ رؤیتِ باری کی قائل ہے۔

قولِ اوّل (۱): حضرت عائشہؓ ابن مسعودؓ اور ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ شبِ معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو رؤیتِ باری نصیب نہیں ہوئی ہے، یہ حضرات سورۂ نجم کی آیات "مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَاٰى، وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً أُخْرىٰ" میں "راٰہ" کی ضمیر کا مرجع حضرت جبرئیلؑ کو قرار دیتے ہیں، اور اس آیت کو رؤیتِ جبرئیل پر محمول کرتے ہیں۔

دلیل (۱): حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ: "من زعم أن محمّدًا رأى ربّه فقد أعظم على الله الفرية"۔

دلیل (۲): حضرت عائشہؓ استدلال کرتی ہوئی فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"لَاتُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ"۔

وجہِ استدلال یہ ہے کہ آیت میں مخلوق کے لیے حصولِ ادراکِ باری کی نفی ہے، اور نیز ذاتِ باری کو لطیف وغیر محسوس قرار دیا گیا ہے، معلوم ہوا کہ اس کا ادراک ممکن نہیں۔

قولِ ثانی: رؤیتِ باری کے قائلین حضرت ابن عباسؓ، عبداللہؓ اور حضرت ابوذرؓ، حسن بصریؒ، امام زہریؒ، امام ابوالحسن اشعریؒ اور ان کے متبعین کہتے ہیں لیلۃ المعراج میں دیدارِ خداوندی نصیب ہوا، یہ حضرات آیتِ نجم کو رؤیتِ باری پر محمول کرتے ہیں۔

پھر ان حضرات کے درمیان رؤیتِ باری کی کیفیت میں اختلاف ہوا، ان میں سے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بعض حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ رؤیتِ باری بصری حاصل ہوئی؛ لیکن دوسرے بعض کہتے ہیں کہ رؤیتِ قلبی حاصل ہوئی۔ (تفہیم المسلم: جزء/۷، ص/۶)

رؤیتِ باری کے قائلین کے دلائل:

(۱) عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال: اتعجبون أن تکون الخلة لإبراهيم والكلام لموسٰى، والرؤية لمحمد ﷺ. (نسائی)

(۲) عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ: رأى رَبَّهُ مرتين بفؤاده، و مرة ببصره.

(۳) عن معمر عن الحسن، أنه حلف أن محمداً رأى ربّه.

دونوں قولوں کے درمیان تطبیق:

بظاہر حدیث ابن عباسؓ اور حدیثِ عائشہ کے درمیان بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے، یہاں اس تعارض کو دفع کرنا ممکن ہے؛ اس لیے کہ حضرت عائشہؓ وغیرہ جس رؤیت کے منکر ہیں اس سے رؤیتِ بصری مراد ہے اور حضرت ابن عباسؓ وغیرہ کی مراد رؤیت سے رؤیتِ قلبی ہے، اور یہ رؤیت حصولِ علم کے طور پر نہیں ہے، یعنی اللہ نے آپ ﷺ کے قلب مبارک میں بالکل آنکھ کی صلاحیت پیدا کردی ہو۔ (تفہیم المسلم: ج/۷، ص/۷)

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى کی تفسیر:

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى، عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى کی آیت دلالت کرتی ہے کہ حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ یا جبرئیلؑ کو سدرۃ المنتہی پر دیکھا۔

حضرت عائشہؓ، ابن مسعودؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آیت میں ''راٰہ'' کی ''ہ'' ضمیر کا مرجع حضرت جبرئیلؑ ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور حضرت ابن عباسؓ، ابن عمرؓ اور حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ ''ہ'' ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ ہیں۔

رؤیتِ باری پر صریح حدیث:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال: قال أتعجبون أن تكون الخلة لإبراهيم والكلام لموسٰی، والرؤية لمحمد.

أخرجه النسائي بإسنادٍ صحيح. وصححه الحاكم أيضا من طريق عكرمة.

مزید تفصیل کے لیے دیکھیں سوال نمبر ۸۰۔

سوال: (۸۰)، صفحہ: (۹۲)

(سالانہ امتحان ۱۴۲۷ھ/ ۱۴۳۳ھ)

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَاهُ جِبْرِيلُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ فَأَخَذَهُ فَصَرَعَهُ فَشَقَّ عَنْ قَلْبِهِ فَاسْتَخْرَجَ الْقَلْبَ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ عَلَقَةً فَقَالَ هٰذَا حَظُّ الشَّيْطَانِ مِنْكَ. ثُمَّ غَسَلَهُ فِيْ طَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ لَأَمَهُ ثُمَّ أَعَادَهُ فِيْ مَكَانِهِ وَجَاءَ الْغِلْمَانُ يَسْعَوْنَ إِلٰى أُمِّهِ يَعْنِيْ ظِئْرَهُ فَقَالُوْا إِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ قُتِلَ. فَاسْتَقْبَلُوْهُ وَهُوَ مُنْتَقِعُ اللَّوْنِ....

(الف) عبارت باعراب لکھ کر ترجمہ کیجیے۔

(ب) مطلب لکھئے اور بتائیں کہ شق صدر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کتنی بار ہوا ہے؟ اور شق صدر کے موقع پر طشت اور سونے کا طشت اور ماءِ زمزم کی تخصیص کیوں کی گئی؟

(ج) خط کشیدہ الفاظ کی لغوی تشریح کر کے مطلب لکھیں۔

(د) اور بتائیں کہ شق صدر کا واقعہ کتنی مرتبہ پیش آیا اور کب؟ اور شق صدر کا مقصد کیا تھا؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حضرت جبرئیلؑ آئے، اور آپ ﷺ سے اس وقت لڑکوں کے ہمراہ کھیل رہے تھے، حضرت جبرئیلؑ نے آپ ﷺ کو پکڑ کر اور پچھاڑ کر دل چیر کر اس میں سے ایک جمع ہوا خون الگ کر لیا، اور یہ کہا کہ یہ (دراصل) آپ ﷺ میں شیطان کا حصہ تھا پھر دل کو سونے کے طشت میں آبِ زمزم سے دھویا، اس کے بعد اسے جوڑ کر اس جگہ رکھ دیا اور بچے دوڑتے ہوئے آں حضور ﷺ کی رضاعی والدہ کے پاس آ کر بولے، کہ محمد ﷺ قتل کر دیے گئے، لوگ (آپ ﷺ کے رضاعی والد اور والدہ) یہ سن کر دوڑے اس وقت آپ ﷺ کے روئے مبارک کا رنگ اُڑا ہوا تھا (دہشت کے باعث)۔

(ب) تشریح:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ معراج سے قبل بھی شق صدر ہوا تھا، جیسا کہ لڑک پن میں حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے یہاں ایک بار اور بعثت کے وقت ایک دفعہ اور ہر مرتبہ کی حکمت الگ الگ ہے، لڑک پن میں تو اس لیے کہ عام بچوں میں کھیل کود کا جو مادہ ہوتا ہے، اسے نکال دیا جائے، اس وقت ایک جمع ہوا خون یہ کہہ کر نکالا گیا "ھٰذا حظ الشیطان" گویا لڑک پن میں شیطانی اثرات سے حفاظت کے لیے شق صدر ہوا تھا۔

اور بعثت کے وقت وحی الٰہی کا بوجھ اُٹھانے کے لیے شق صدر ہوا تھا اور معراج کے وقت اس لیے کہ عالم ملکوت کی سیر اور حق تعالیٰ سے ہم کلامی کی قوت قلب میں پیدا ہو جائے، اس لیے جن لوگوں نے معراج کے وقت شق صدر کا انکار کیا ہے وہ غلط ہے؛ کیوں کہ شق صدر کے راوی ثقہ ہیں؛ اس لیے انکار کی گنجائش نہیں۔ (نفع المسلم: ج/۱ ص/۴۲)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

طشت اور سونے کے طشت اور ماءِ زمزم کی تخصیص:

طشت: طشت کو دھونے کی خاطر اس لیے مخصوص کیا کہ یہ برتن عرب میں دھونے کے واسطے مشہور ہے۔

سونے کا طشت: اور سونے کے طشت کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ اس میں وہ بہت سے خواص ہیں، جو اس کے علاوہ دوسرے میں نہیں پائے جاتے۔ اور اس موقع پر اس میں دھونا بعض مناسبتوں کے باعث ہے، مثلاً:

(۱) وہ بہشت کے برتنوں میں سے ہے۔

(۲) اسے آگ نہیں کھاتی۔

(۳) اسی طرح اسے مٹی بھی نہیں کھاتی۔

(۴) اسی طرح جواہر میں یہ ثقیل ترین جوہر ہے، نیز دنیوی اعتبار سے معزز ترین اور بڑی چیزوں میں شمار کیا جاتا ہے، اور یہ حکم شریعت کا سونے کی حرمت کے حکم سے پہلے کا ہے، یا یہ واقعہ مکہ کا ہے؛ کیوں کہ سونا ہجرت کے بعد مدینۃ المنورہ میں حرام ہوا ہے اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اس کے استعمال کی حرمت دنیا کے ساتھ مخصوص ہے اور شبِ معراج میں جو کچھ بھی ہوا اس میں سے بیشتر کا تعلق احوال غیب سے ہے، لہٰذا اس کے لیے اُخروی احوال مرتب ہوں گے۔

ماءِ زمزم کی تخصیص کی وجہ:

یہ اتنا عمدہ ترین پانی ہے کہ جو حضرت ابراہیمؑ کی برکت سے حاصل ہوا، بنا بریں اس کو قلبِ اطہر کے واسطے دھونے کے لیے استعمال کیا گیا۔ (تفہیم المسلم: ج/۶، ص/۲۶)

(ج) خط کشیدہ الفاظ کی لغوی تحقیق:

لامہ: لام کے زبر کے ساتھ اور اس کے بعد ہمزہ، بمعنی اکٹھا کرنا، اور بعض کو بعض

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

میں ملانا یعنی چری ہوئی جگہ کو ٹھیک کرنا۔

ظئرہ: ''ظ'' کے کسرہ کے ساتھ دودھ پلانے والی۔

منتقعُ اللون: ''قاف'' کے زبر کے ساتھ بمعنی رنگ بدلا ہوا۔

(د) شق صدر کتنی مرتبہ پیش آیا؟

شق صدر تین مرتبہ پیش آیا: (۱) بچپن میں جب آپ ﷺ دائی حلیمہ کے پاس تھے جیسا کہ حدیث باب میں ہے۔

(۲) نبوت ملنے کے وقت کما اخرجه أبو نعيم في الدلائل.

(۳) اسراء ومعراج کے وقت جیسا کہ صحیحین وغیرہ میں مروی ہے۔

(نعمت المنعم: ج ۱، ص ۴۳)

لیکن بعض حضرات کہتے ہیں واقعہ شق صدر چار مرتبہ پیش آیا، مذکورہ تین کے علاوہ ایک مرتبہ دس سال کی عمر میں پیش آیا جیسا کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔

اور شقِ صدر کا مقصد تشریح کے تحت دیکھیں۔ (ایضاح المسلم: ج ۱، ص ۴۵۵)

سوال: (۸۱)، صفحہ: (۹۷)

(سالانہ امتحان ۱۴۳۴ھ)

عَنِ الشَّيْبَانِيِّ قَالَ سَأَلْتُ زِرَّ بْنَ حُبَيْشٍ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ''فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى''. قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ مَسْعُودٍ رضي الله عنه أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأٰى جِبْرَئِيلَ لَهُ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) شب معراج میں نبی کریم ﷺ نے باری تعالیٰ کو دیکھا ہے یا نہیں دیکھا؟ تفصیل سے بتائیے، صحابہ کرام میں کن حضرات کی رائے رؤیت رب کی ہے اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کون حضرات اس کی نفی کرتے ہیں؟ دونوں قسم کے حضرات کی دلیل دیتے ہوئے اپنے اکابر کی رائے بھی تحریر کریں۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت سلیمان شیبانی فرماتے ہیں کہ میں زر بن حبیش سے ارشادِ باری ''فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى'' کے متعلق عرض کیا تو فرمانے لگے کہ مجھ سے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے حضرت جبرئیلؑ کو چھ سو بازوں بازوں والا دیکھا۔

(ب) مسئلہ رؤیتِ باری تعالیٰ:

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ سلف وخلف کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو شبِ معراج میں رؤیتِ باری ہوئی یا نہیں؟ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہؓ اس کا انکار فرماتی ہیں، جیسا کہ صحیح مسلم میں ان سے مروی ہے، اور اسی کے مانند صحابۂ کرامؓ میں سے حضرت ابو ہریرہؓ اور ابن مسعودؓ وغیرہ سے مروی ہے، نیز محدثین متکلمین کا ایک گروہ بھی اسی کا قائل ہے۔

اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کو اپنی آنکھوں سے رؤیتِ باری ہوئی ہے، حضرت ابوذرؓ، حضرت کعبؓ اور حسن بصریؒ کی یہی رائے ہے؛ بلکہ حضرت حسن بصریؒ تو اس پر حلف کیا کرتے تھے، کہ آں حضور ﷺ کو ان ہی آنکھوں سے رؤیتِ باری ہوئی۔ (نووی: ص/۹۷)

قائلینِ رؤیتِ باری کے دلائل:

(۱) عن ابن عباس رضي الله عنه قال: أتعجبون أن تكون الخلة لإبراهيم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

والكلام لموسٰى والرؤية لمحمد ﷺ. (نسائی)

(۲) عن ابن عباسؓ قال النبيُ راوه ربّه مرّتين بفؤاده ومرة ببصره.

(۳) قال الحسن البصري حلفًا رأى محمدا ربّه. (نووی: ص/ ۹۷)

عدمِ رؤیتِ باری کے قائلین کے دلائل:

(۱) قوله تعالٰی: لَاتُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ.

(۲) وَمَاكَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْمِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ.

(۳) من زعم أنّ محمّدًا رأى ربّه فقد أعظم على اللّٰه الفرية.

حضرت عائشہؓ کے پیش کردہ دلائل کے جوابات:

(۱) لَاتُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ: اس کا جواب بالکل عیاں ہے کہ ادراک احاطہ کا نام ہے اور اللہ تعالیٰ کا احاطہ کسی سے ممکن نہیں؛ مگر احاطہ کی نفی سے بلا احاطہ رؤیت کی نفی نہیں ہوتی۔

(۲) وَمَاكَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ: اس کے چند جوابات دیے گئے ہیں:

(۱) منجملہ ان میں سے ایک یہ ہے کہ بوقتِ رؤیت یہ لازم نہیں ہے کہ کلام بھی ہو، پس بلا کلام کے رؤیت درست ہے۔

(۲) اور دوسرا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس عالم میں مخصوص کرلیا گیا۔

(نووی: ص/ ۹۷، تفہیم المسلم: ج/ ۷، ص/ ۹)

ہمارے بعض مشائخ اس سلسلہ میں توقف سے کام لیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ رؤیتِ باری پر کوئی واضح دلیل تو موجود نہیں ہے؛ البتہ رؤیت درست ہے، اور دیدارِ ربانی دنیا میں جائز ہے، حضرت موسیٰؑ کا دیدارِ باری کی درخواست کرنا خود اس کے امکان کی دلیل ہے؛ اس لیے کہ نبی اس سے ناواقف نہیں ہوتا کہ کیا منجانب اللہ جائز ہے اور کیا ممنوع۔

(نووی: ص/ ۹۷)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال: (۸۲)، صفحہ: (۹۸-۹۹)

(سالانہ امتحان ۱۴۲۱ھ/۲۵ھ/۲۹ھ/۱۴۳۸ھ)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَاٰی، وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً أُخْرٰی. قَالَ: رَاٰهُ بِفُؤَادِهِ مَرَّتَيْنِ. وَقَالَتْ عَائِشَةُ: مَنْ تَكَلَّمَ بِوَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ فَقَدْ أَعْظَمَ عَلَى اللهِ الْفِرْيَةَ. قُلْتُ مَا هُنَّ قَالَتْ مَنْ زَعَمَ أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأٰى رَبَّهُ فَقَدْ أَعْظَمَ عَلَى اللهِ الْفِرْيَةَ. قَالَ مَسْرُوْقٌ: وَكُنْتُ مُتَّكِئًا فَجَلَسْتُ فَقُلْتُ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنْظِرِيْنِيْ وَلَا تَعْجَلِيْنِيْ أَلَمْ يَقُلِ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ ''وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِيْنِ'' وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً أُخْرٰى'' فَقَالَتْ أَنَا أَوَّلُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ سَأَلَ عَنْ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنَّمَا هُوَ جِبْرِيْلُ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رویت باری حاصل ہے اس باب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا کیا اختلاف ہے؟ آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہ کوئی روایت پیش کرتے ہیں یا نہیں؟ آیت سے قطع نظر مطلق دیدارِ خداوندی کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کوئی حدیث پیش کرتے ہیں، آپ اس مسئلہ میں جانبین کے دلائل مفصل طور پر ذکر کریں۔

(ج) آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیدارِ خداوندی حاصل ہوا یا نہیں احادیث بالا کی روشنی میں مفصل و مدلل کلام کریں۔

(د) اگر اس میں جمع و تطبیق کی صورت ممکن ہو تو اس کو بھی تحریر کریں۔

(ہ) لیلۃ المعراج میں دیدارِ خداوندی کے حاصل ہونے کے باب میں کوئی حدیث

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مرفوع ہے یا نہیں؟ ابن عباسؓ جو رؤیتِ باری کے قائل ہیں ان کی بنیاد کیا ہے؟ اور حضرت عائشہؓ کے قول کی بنیاد کیا ہے؟ تفصیل سے تحریر کریں۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ''آپ ﷺ کے دل نے جھوٹ نہیں دیکھا'' اور آپ ﷺ نے اس کو دوسری مرتبہ بھی دیکھا، نیز فرمایا: ''آپ ﷺ نے اس کو اپنے دل سے دو مرتبہ دیکھا'' حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جو شخص تین باتوں میں سے ایک بات کا قائل ہو تو وہ اللہ پر بڑا جھوٹ باندھنے والا ہے، میں نے عرض کیا: وہ کون سی تین باتیں ہیں؟ تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا: جو شخص یہ خیال کرتا ہو کہ محمد ﷺ کو رؤیتِ باری ہوئی ہے تو اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا، حضرت مسروقؒ کہتے ہیں کہ (اس وقت) میں ٹیک لگائے ہوئے تھا، میں نے یہ سنا تو بیٹھ کر عرض کیا، اے ام المومنین! مجھے ذرا بات کرنے کی مہلت دیں، اور عجلت نہ فرمائیں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا: ''وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ. وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى'' حضرت عائشہؓ بولیں (میں نے اس امت میں سب سے پہلے ان آیات کے بارے میں استفسار کیا) تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ جبرئیل ہیں۔

(ب): اس جز کا مفصل جواب سوال نمبر ۷۸ اور ۸۰ کے تحت گزر چکا۔

(ج): اس کا جواب بھی سوال نمبر ۸۰ کے تحت دیکھیں۔

(د): روایتوں کے مابین جمع وتطبیق سوال نمبر ۷۸ کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

(ہ): اس کا جواب بھی سوال نمبر ۷۸ ''وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى'' کی تفسیر کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال: (۸۳)، صفحہ: (۱۰۰)

(سالانہ امتحان ۱۴۱۶ھ)

عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: جَنَّتَانِ مِنْ فِضَّةٍ آنِيَتُهُمَا وَمَافِيهِمَا وَجَنَّتَانِ مِنْ ذَهَبٍ آنِيَتُهُمَا وَمَافِيهِمَا وَمَابَيْنَ الْقَوْمِ وَبَيْنَ اَنْ يَّنْظُرُوْا اِلٰى رَبِّهِمْ اِلَّارِدَاءُ الْكِبْرِيَاءِ عَلٰى وَجْهِهٖ فِي جَنَّةِ عَدْنٍ.

(الف) عبارت باعراب لکھ کر ترجمہ کریں۔

(ب) رویتِ باری کے بارے میں اہلِ سنت اور فرقۂ ضالہ کے درمیان کیا اختلاف ہے؟ اس کی نشان دہی کریں، فرقۂ ضالّہ کے دلائل کیا ہیں، اور اہلِ سنت والجماعت کی طرف سے اس کے جوابات کیا ہیں؟

الجواب

ترجمہ: حضرت ابوبکر بن عبداللہ بن قیس اپنے والد وہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ دو جنت ہیں، جن کے برتن اور کل سامان چاندی کے ہیں، اور دو جنت ہیں جن کے کل سامان سونے کے ہیں، جنت میں جنتی اور ان کے رب کی رویت کے بیچ صرف اللہ کی بے پایاں عظمت حائل ہوگی۔

(ب) فرقۂ ضالّہ اور اہلِ سنت کا رویتِ باری میں کیا اختلاف ہے؟

اہلِ سنت والجماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رویتِ باری ممکن ہے، عقلاً محال نہیں، اور اس پر بھی اجماع ہے کہ آخرت میں مسلمانوں کو رویت ہوگی، اور کفار محروم ہوں گے، جب کہ معتزلہ، خوارج اور بعض مرجیہ کا خیال یہ ہے کہ رویتِ باری ناممکن اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عقلاً محال ہے، کسی کو رؤیت ہو ہی نہیں سکتی، ان لوگوں کا یہ نظریہ سراسر غلط اور جہالت پر مبنی ہے، کتاب وسنت اور اجماعِ صحابہؓ، اور تابعین سے مؤمنین کے لیے آخرت میں رؤیت ثابت ہے، تقریباً بیس صحابہ کرامؓ سے رؤیت کی روایت حدیثوں کی کتابوں میں مروی ہیں۔

رہا دنیا کا معاملہ تو جو جمہور سلف وخلف کہتے ہیں کہ دنیا میں رؤیتِ باری ممکن ہے؛ مگر اس کا وقوع نہیں۔ (نووی: ج/۱، ص/۹۹، تفہیم المسلم: ج/۷، ص/۲۴)

فرقۂ ضالّہ کے دلائل:

(۱) قولہ تعالیٰ: ''لَاتُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ، وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ'' اس روایت سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہاں اَبصار سے ادراک نہ ہونے کی بات کہی گئی ہے؛ کیوں کہ ذاتِ باری لطیف ہے اور لطیف ذات کا ادراک بمعنی رؤیت ممکن نہیں ہے، ''وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ'' سے اسی عدمِ رؤیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

(۲) عقلی دلیل: کسی چیز کے دیکھنے کے لیے چند شرطیں ہیں: (۱) شئ مرئی کا آنکھ کے مقابل جہت ومکان میں ہونا (۲) ایک خاص مسافت پر ہو، نہ زیادہ دُور ہو، اور نہ زیادہ قریب (۳) درمیان میں کوئی چیز حائل نہ ہو، (۴) حددرجہ باریک ولطیف نہ ہو (۵) دیکھنے والے کی آنکھ امراض سے محفوظ ہو، اللہ تعالیٰ کے اندر یہ شرائط موجود نہیں ہیں، لہٰذا اس کی رؤیت محال وناممکن ہے۔ (شرح عقائد: ص/۷۳، نعمت المنعم: ج/۱، ص/۴۵۰)

فرقۂ ضالّہ کی دلیل اوّل کا جواب: ہم کہتے ہیں کہ یہاں ادراک سے مراد اللہ تعالیٰ کا احاطہ ہے اور باری تعالیٰ کا احاطہ ناممکن ہے اور احاطہ کی نفی سے رؤیت کی نفی لازم نہیں آتی ہے۔ (تفہیم المسلم: ج/۷، ص/۹)

دوسری دلیل کا جواب: جہاں تک ہمارے دیکھنے کا تعلق ہے تو اس میں بسا اوقات یہ مقابلہ اور روبرو ہونا پایا جاتا ہے؛ مگر اسے شرط قرار دینا درست نہیں، ہمارے ائمہ متکلمین

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نے اسے روشن اور واضح دلائل سے ثابت کیا ہے اور رویتِ باری سے اللہ تعالیٰ کا ایک جہت میں ہونا ثابت نہیں ہوتا؛ بلکہ باری تعالیٰ کا مؤمنین بلاقید جہت دیدار کریں گے۔

(نووی: ج/۱، ص/۹۹، تفہیم المسلم: ج/۷، ص/۲۵)

دوسرا جواب: یہ اسبابِ عادیہ تو اس دنیا کے لیے ہیں اور ہماری گفتگو آخرت کی رویت کے بارے میں ہے۔ (نعمت المنعم: ج/۱، ص/۴۵۴)

لطیفہ: علامہ ابراہیم بلیاویؒ کے ملفوظات میں ہے کہ حضرت فرماتے تھے کہ بھائی بحث کرنے کی کیا ضرورت ہے، ہم آخرت میں رویت کے قائل ہیں تو ہمیں دیدارِ خداوندی نصیب ہوگا اور وہ رویت کے قائل نہیں ہیں؛ اس لیے انہیں دیدارِ خداوندی نصیب نہیں ہوگا۔

سوال: (۸۴)، صفحہ: (۱۰۲)

(سالانہ امتحان ۱۴۱۹ھ/ ۱۴۳۰ھ)

حتّٰی إِذَا لَمْ يَبْقَ إِلَّا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ مِنْ بَرٍّ وَفَاجِرٍ أَتَاهُمْ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ فِيْ أَدْنٰى صُوْرَةٍ مِنَ الَّتِيْ رَأَوْهَا فِيْهَا. قَالَ: فَمَاذَا تَنْتَظِرُوْنَ تَتْبَعُ كُلُّ أُمَّةٍ مَا كَانَتْ تَعْبُدُ قَالُوْا يَا رَبَّنَا فَارَقْنَا النَّاسَ فِي الدُّنْيَا أَفْقَرَ مَا كُنَّا إِلَيْهِمْ وَلَمْ نُصَاحِبْهُمْ. فَيَقُوْلُ أَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ لَا نُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا حَتّٰى إِنَّ بَعْضَهُمْ لَيَكَادُ أَنْ يَنْقَلِبَ فَيَقُوْلُ هَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ آيَةٌ فَتَعْرِفُوْنَهُ بِهَا فَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) اس واقعہ کو مختصر طور پر ذکر کرتے ہوئے بتلائیں کہ حتی إذا لم يبق إلا ما كان يعبد کی نوبت کہاں آئے گی؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج) کیا خدا کے لیے صورت ہے؟ اور صورت کا کیا مطلب ہے؟ جب خدا تعالیٰ خود کہتا ہے "أَنَا رَبُّكُمْ"، تو لوگ انکار کرتے ہیں اور اس کے پہلے یا ربّنا سے اقرار کررہے ہیں، اس اشکال کی وضاحت کریں۔

(د) یا ربّنا سے جس کو مخاطب کررہے ہیں، جب وہ أنا ربّکم کہتا ہے تو انکار کرتے ہیں اس کی وضاحت مطلوب ہے، نیز یکاد ینقلبُ کا مطلب وضاحت سے لکھیں۔

(ہ) أدنی صورةٍ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے شکل وصورت ہے اس کی توجیہ بیان کریں۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: ابوسعید خدریؓ کی حدیث میں ہے کہ جب صرف وہ لوگ باقی رہیں گے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے، خواہ وہ نیک ہوں یا فاجر، تو اللہ تعالیٰ ان کے پاس ان کی دیکھی ہوئی صورت سے ادنیٰ صورت میں آئے گا، پھر ان سے کہے گا کہ تم کس کا انتظار کررہے ہو، جب کہ ہر جماعت اپنے معبود کے ساتھ چلی گئی، تو لوگ کہیں گے کہ ہمارے پروردگار ہم دنیا میں ان سے الگ تھلگ رہے، جب کہ ہم وہاں ان کے زیادہ محتاج تھے، اور ان کے ساتھ نہیں رہے، تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں تمہارا رب ہوں، لوگ کہیں گے ہم خدا کی پناہ چاہتے ہیں تجھ سے، ہم اللہ کا کسی کو شریک قرار نہیں دیتے، دو یا تین مرتبہ اسی طرح کہیں گے، حتیٰ کہ ان میں سے بعض پھر جانے کے قریب ہوجائیں گے (شدتِ آزمائش کے باعث) پھر ارشاد ہوگا کہ کیا تم اپنے رب کی کسی نشانی سے آگاہ ہو؟ جس سے اس کی شناخت کرو، تو وہ کہیں گے ہاں (واقف ہیں)۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) تشریح:

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اوّلین وآخرین کو ایک سرزمین میں جمع کریں گے، پھر رب العالمین تجلی فرمائیں گے اور فرمائیں گے کہ جو دنیا میں جس کی پیروی کرتا تھا وہ اس کے ساتھ ہو لے؛ چناں چہ جو جس کی عبادت کرتا تھا وہ اس کے ساتھ ہو لے گا، مثلاً سورج کے پجاری سورج کے ساتھ، اور چاند کے پجاری چاند کے ساتھ، اور مورتیوں کے پجاری مورتیوں کے ساتھ ہو لیں گے، اور یہ امت یعنی تمام موحدین خواہ ان کا تعلق کسی بھی امت سے ہو، اور خواہ وہ نیک ہوں یا بد باقی رہ جائیں گے، ان میں منافقین بھی ہوں گے، پس اللہ تعالیٰ غیر معروف صورت میں ان کے سامنے ظاہر ہوں گے، اور موحدین ساتھ جانے سے انکار کر دیں گے، پھر اللہ تعالیٰ معروف صورت میں ظاہر ہوں گے تو مؤمنین اپنے رب کو پہچان لیں گے، اور ان کی پیروی کریں گے۔

پہلی مرتبہ اللہ تعالیٰ اَنجانی شکل میں مؤمنین کے سامنے اس لیے ظاہر ہوں گے تاکہ ان کا امتحان ہو کہ وہ اپنے رب کو پہچانتے ہیں یا نہیں؟ چناں چہ انجانی شکل ہونے کی وجہ سے مؤمنین پناہ مانگیں گے، کہ مؤمنین اندھا دھند کسی کے پیچھے چلنے والے نہیں، وہ حق کو پہچان کر اختیار کرتے ہیں۔ (ایضاح المسلم: ج ۱/ ص ۴۹۷)

حتّٰی إذا لم یبق إلّا من یعبد کی نوبت کب آئے گی؟

میدانِ محشر، چٹیل برابر وہموار ہوگا، اور اس میں سارے لوگ جمع ہوں گے اور ایک مدت مدید تک جمع رہیں گے اور بہت سے مراحل کے بعد اعلان ہوگا کہ "من کان یعبد شیئاً فلیتبعه" اس کے بعد "حتی إذا لم یبق" کی نوبت آئے گی۔ (نعمت المنعم: ج ۱/ ص ۴۶۴)

(ج) کیا باری تعالیٰ کے لیے صورت ہے؟

باری تعالیٰ صورت وغیرہ سے منزہ ومبرہ ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ اجسام کی صفات اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حدوث کے اوصاف سے منزہ ومبرہ ہیں اور صورت، اجسام اور حدوث کے اوصاف میں سے ہے۔

قال القاضي ثناء الله: أجمع أهل السنة من السلف والخلف على أن الله منزه عن صفاتِ الأجسام وسمات الحدوث. (نعمت المنعم: ص/۴۷۱)

صورت کا کیا مطلب ہے؟

یاتیهم الله في صورة غیر صورة اللتي یعرفون إلخ: اس میں صورة سے ''صفة اور غیر صورته'' سے صفت اعتقادی مراد ہے، اور اتیان کے مجازی معنی ہیں: اللہ تعالیٰ اپنی صفت (تجلی) عیاں کریں گے؛ مگر پہلی مرتبہ اہلِ توحید کے اعتقاد میں اللہ تعالیٰ کی جو صورت وصفت ہے اس سے ادنیٰ ظاہر کریں گے، اور اس سے مؤمنین کا امتحان مقصود ہوگا، پھر جب اللہ تعالیٰ اپنی اصل تجلی فرمائیں گے تو مؤمنین اللہ کو پہچان لیں گے۔

(ایضاح المسلم: ج/۱، ص/۴۹۹)

قالوا یا ربنا..... فیقول: أنا ربكم ...فیقولون نعوذ بالله منك إلخ

اعتراض: یہاں اعتراض یہ ہوتا ہے کہ پہلے موحدین ''یا ربّنا'' کہہ چکے ہیں اور جب وہ خود کہتا ہے ''أنا ربكم'' تو وہ انکار کر دیتے ہیں۔

جواب: امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ ''یا ربّنا'' سے اس صورتِ ظاہرہ کو خطاب نہیں کیا ہے؛ بلکہ اپنے ربِ حقیقی سے دعاء وتضرع کی ہے کہ اس مصیبت کو دُور کر دے۔

قال النووي: معنی قولهم التضرع إلی الله تعالیٰ في كشف هٰذه الشدة عنهم. (نووی: ص/۱۰۲ | نعمت المنعم: ج/۱، ص/۴۶۷)

(ب):

اس کا جواب (ج) کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

"لیکاد ینقلب" کی وضاحت:

ممکن ہے کہ اس سے مراد منافقین ہوں، اور یہ بھی احتمال ہے کہ عوام المسلمین میں سے وہ ہوں جن کو ایمان میں رسوخ نہیں ہوا۔ (نعمت المنعم: ج/۱، ص/۴۶۹)

(ہ): ادنیٰ صورت کی وضاحت (ج) کے تحت دیکھیں۔

سوال: (۸۵)، صفحہ: (۱۱۳)

(سالانہ امتحان ۱۴۱۳ھ)

لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ فَتَعَجَّلَ كُلُّ نَبِيٍّ دَعْوَتَهُ وَإِنِّي اخْتَبَأْتُ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَهِيَ نَائِلَةٌ إِنْ شَاءَ اللهُ مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِي لَا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) کس قسم کی شفاعت آں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاص ہے؟ حدیثِ بالا میں جس شفاعت کا ذکر ہے وہ آں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاص ہے یا نہیں؟ تحریر کریں۔

(ج) معتزلہ کا شفاعت کی کس قسم میں اختلاف ہے؟ اس کو تحریر کریں۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: ہر نبی کے لیے ایک مقبول دعاء ہے، اور ہر نبی نے اپنی دعاء دنیا میں مانگ لی اور میں نے اپنی دعاء کو قیامت کے روز اپنی امت کی سفارش کی خاطر چھپا کر رکھا ہے، پس وہ قبول ہوگی، اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا، اس شخص کے حق میں جس کو اس حال میں موت آئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں گردانتا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) کس قسم کی شفاعت آپ ﷺ کے ساتھ خاص ہے؟

(۱) شفاعتِ کبریٰ، یہ مقامِ محمود کے اوصاف میں سے ہے۔

(۲) بلاحساب وکتاب جنت میں داخلہ کی سفارش، اس کو علامہ نوویؒ نے آں حضور ﷺ کے ساتھ خاص قرار دیا ہے۔

(۳) اپنے چچا ابوطالب کے عذاب کی تخفیف کی سفارش، یہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ خاص ہے۔

حدیث بالا میں مذکورہ شفاعت آپ ﷺ کے ساتھ خاص ہے؛ کیوں کہ یہ مقامِ محمود کے اوصاف میں سے ہے، اور باری تعالیٰ کا فرمان ہے: ''عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا''. (نووی: ص ر ۱۱۳)

شفاعت کی اقسام:

شفاعت کی دو قسمیں ہیں: (۱) شفاعتِ مالکانہ (۲) شفاعتِ بالاذن۔

شفاعتِ مالکانہ: یہ ہے کہ باری تعالیٰ اپنی کسی مخلوق کو جو اس کا مقرب ہو نفع وضرر اور شفاعت کی قدرت مستقلہ عطا کردے۔

شفاعت کی یہ قسم مخلوق کو حاصل نہیں ہے، اور قرآن میں اسی شفاعتِ مالکانہ کی نفی کی گئی ہے۔

شفاعت بالاذن: اس کا ثبوت قرآن سے ثابت ہے، مثلاً: ''مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ''.

شفاعت بالاذان کے اقسام:

(۱) شفاعتِ کبریٰ لقولہ تعالیٰ ''عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا''.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) ایک جماعت بلا حساب و کتاب جنت میں داخل کرنے کی شفاعت۔

(۳) ایک جماعت جن کا حساب و کتاب ہو گیا اور وہ جہنم کے بھی مستحق ہو گئے ان کے لیے شفاعت، کہ وہ بلا عذاب کے جنت میں داخل ہو جائیں۔

(۴) موحدین گنہگار جو جہنم میں داخل ہو چکے ہیں ان کو جہنم سے نکالنے کی شفاعت۔

(۵) جو لوگ جنت میں داخل ہو چکے ان کے لیے بلندیٔ درجات کی شفاعت۔

(۶) اپنے چچا ابو طالب کے لیے تخفیفِ عذاب کی شفاعت۔

(نعمت المنعم: ص ر ۴۸۲، فتح الملہم: ص ر ۵۰۴)

(ج) معتزلہ کا شفاعت کی کس قسم میں اختلاف ہے؟

اہلِ سنت والجماعت شفاعت بالاذن کی تمام اقسام کے قائل ہیں، معتزلہ اور خوارج شفاعت بالاذن کی دوسری، تیسری اور چوتھی قسم کے منکر ہیں۔ (احسن الہادی: ص ر ۸۳)

سوال: (۸۶)، صفحہ: (۱۱۴)

(سالانہ امتحان ۱۴۳۲)

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَارَسُوْلَ اللهِ اَيْنَ أَبِيْ؟ قَالَ فِي النَّارِ فَلَمَّا قَفَّى دَعَاهُ فَقَالَ اِنَّ اَبِيْ وَاَبَاكَ فِي النَّارِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) بتائیں کہ ''أبي و أباك في النار'' کہنے کی وجہ کیا ہے؟ جب کہ قرآن کریم کہتا ہے ''وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا'' اور آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کی وفات زمانۂ فترۃ میں ہوئی؟

(ج) آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کے بارے میں کوئی اور روایت ہو تو اسے بھی تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے سوال کیا، اے اللہ کے رسول! میرے والد کہاں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: دوزخ میں، جب وہ پیٹھ موڑ کر چلا تو آپ ﷺ نے اس کو بلوایا، اور فرمایا: میرے والد اور تمہارے والد دونوں جہنم میں ہیں۔

(ب) إن أبي وأباك في النار کہنے کی وجہ:

قال النوويؒ إن أبي و أباك في النار هو من حسن العشرة للتسلية بالاشتراك في المصيبة.

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا یہ فرمان سائل کو تسلی دینے کے لیے تھا۔

(نووی: ص/۱۱۴)

”وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا“:

اس آیت سے بعض لوگوں نے یہ سمجھا کہ زمانۂ فترۃ کے لوگ معذب نہ ہوں گے؛ بلکہ ناجی ہوں گے؛ حالاں کہ اس آیت میں دنیوی سزا کا ذکر ہے، جو حق و باطل کی کشمکش کے آخر میں عملی فیصلہ کرنے کے لیے نازل ہوئی تھی، آخرت کے عذاب سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ (ایضاح المسلم: ج/۱، ص/۵۶۶)

زمانۂ فترۃ کے لوگ ناجی ہیں یا ناری؟

قال النووي: أنّ من مات على الفترة على ماكانت عليه العرب، من عبادة الأوثان فهو من أهل النار.

وليس هذا مؤاخذة قبل بلوغ الدعوة؛ فإن هؤلاء كانت قد بلغتهم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دعوة إبراهيم وغيره من الأنبياء صلوات الله عليهم أجمعين.

(نووی: ج/۱، ص/۱۱۴)

یعنی جو لوگ زمانۂ فترت میں کفر و شرک پر مر گئے تو وہ جہنمی ہیں۔

(ج) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد کے متعلق ایک اور روایت:

علامہ ابن حجرؒ نے زواجر میں لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خصوصی معاملہ یہ فرمایا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین محترمین کو زندہ فرمایا گیا تھا، اور وہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے، نیز علامہ قرطبیؒ اور شام کے حافظ ناصر الدینؒ نے اس حدیث کو صحیح تسلیم کیا ہے، اور فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعزاز و اکرام میں قاعدہ کے خلاف ایسا کیا گیا۔ (نفع المسلم: ص/۵۲۲)

نوٹ: محققین کی رائے یہ ہے کہ یہ مسئلہ بڑا نازک ہے، اس سلسلہ میں سکوت ہی مناسب ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے ساتھ ادب ملحوظ رکھنا چاہیے۔

سوال: (۸۷)، صفحہ: (۱۱۶)

(سالانہ امتحان ۱۴۲۸ھ)

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِيْ سَبْعُوْنَ اَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ قَالُوْا وَمَنْ هُمْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هُمُ الَّذِيْنَ لَايَكْتَوُوْنَ وَلَايَسْتَرْقُوْنَ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ فَقَامَ عُكَّاشَةُ فَقَالَ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ قَالَ أَنْتَ مِنْهُمْ قَالَ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَانَبِيَّ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ قَالَ سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ لَايَرْقُوْنَ اَيْضًا.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) رقیہ کرنے اور رقیہ کرانے اسی طرح کا عمل کرنے کی اجازت خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نے دی ہے پھر اس درجہ کے حاصل ہونے کے لیے اُمورِ مذکورہ کی نفی کرنے کا کیا مطلب ہے یعنی اس میں کوئی تفصیل ہے یا مطلقاً یہ چیزیں نہ ہوں؟ تحریر کریں۔

(ج) نیز توکل کی تعریف کریں اور بتلائیں کہ اسباب کا استعمال توکل کے خلاف ہے یا نہیں؟ اگر اس میں کوئی تفصیل ہو تو تحریر کریں۔

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت عمران بن حصینؓ کہتے ہیں: اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: میری امت کے ستر ہزار افراد بلا حساب جنت میں جائیں گے صحابہؓ نے عرض کیا: وہ کون لوگ ہوں گے اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو نہ داغتے ہیں اور نہ جھاڑ پھونک کراتے ہیں، بلکہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ پس عکاشہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا: (اے اللہ کے رسول!) دعاء فرمائیں کہ اللہ پاک مجھے ان لوگوں میں شامل فرمائیں، آپ ﷺ نے فرمایا: آپ انھیں میں سے ہیں پھر دوسرا شخص کھڑا ہوا اور اس نے بھی عرض کیا: اے اللہ کے رسول! دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان لوگوں میں شامل فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عکاشہ تم سے اس دعا میں سبقت لے گئے یعنی آگے بڑھ گئے، اور ابن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ وہ منتر بھی نہیں کرتے ہیں۔

رقیہ کرنا اور کرانا کیسا ہے؟

اعتراض: رقیہ کرنے اور کرانے اور اسی طرح کا عمل کرنے کی اجازت خود آپ ﷺ نے دی ہے، پھر اس درجہ کے حاصل ہونے کے لیے اُمورِ مذکورہ کی نفی کرنے کا کیا مطلب؟

جواب: آں حضورؐ نے اس درجہ کو حاصل ہونے کے لیے مذکورہ اُمور کی نفی سدّ اللذرائع کی ہے؛ اس لیے کہ ان اُمور کا کرنے والا کبھی اپنے رقیہ پر اعتماد نہ کرلے۔ (نعمت المنعم، ص/۵۰۵)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب):

توکل کی تعریف: حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں: کہ توکل کی تعریف یہ ہے کہ خدا پر اتنا کامل یقین ہو جائے کہ منافع کے حصول اور دفع ضرر کی سعی اسباب کی طرف سے کمزور پڑ جائے؛ لیکن اللہ کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق اسباب کی تلاش میں رہے؛ مگر اعتماد اسباب پر نہ ہو۔ (نعمت المنعم: ص/ ۵۰۵)

اسباب کا استعمال توکل کے خلاف ہے یا نہیں؟

اسباب کے اقسام:

(۱) اسبابِ مقطوعہ: جن پر مسبب کا ترتب عادۃ اللہ کے مطابق ہمیشہ ہوتا رہتا ہے، جیسے: پانی سے پیاس اور کھانے سے بھوک کا ختم ہونا۔

(۲) اسبابِ مظنونہ: جن پر مسبب کا ترتب اکثر و بیشتر ہوتا ہے، جیسے: دواؤں سے شفاء۔

(۳) اسبابِ موہومہ: جن پر مسبب کا ترتب گاہے بگاہے ہوتا ہے جیسے رقیہ کرنا اور کرانا۔

اسبابِ مقطوعہ و مظنونہ کا استعمال توکل کے خلاف نہیں ہے، بشرطیکہ اس کو اسباب پر اعتماد نہ ہو، اور اسبابِ موہومہ کا استعمال توکل کے خلاف ہے، ہاں! اگر اسبابِ موہومہ کسی کے لیے اسبابِ مقطوعہ یا مظنونہ کے درجہ میں ہو جائیں تو خاص اس کے لیے اس کا استعمال توکل کے خلاف نہ ہوگا۔ (نعمت المنعم: ص/ ۵۰۵)

سوال: (۸۸)، صفحہ: (۱۱۷)

(سالانہ امتحان ۱۴۲۳ھ)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأُمَمُ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ وَمَعَهُ الرُّهَيْطُ وَالنَّبِيَّ وَمَعَهُ الرَّجُلُ وَالرَّجُلَانِ وَالنَّبِيَّ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لَيْسَ مَعَهُ اَحَدٌ اِذْرُفِعَ لِيْ سَوَادٌ عَظِيْمٌ فَظَنَنْتُ اَنَّهُمْ اُمَّتِيْ فَقِيْلَ لِيْ هٰذَا مُوْسٰى وَقَوْمُهُ وَلٰكِنِ انْظُرْ إِلَى الْاُفُقِ فَنَظَرْتُ فَاِذَا سَوَادٌ عَظِيْمٌ فَقِيْلَ لِيْ اُنْظُرْ اِلَى الْاُفُقِ الْآخَرِ۔ فَاِذَا سَوَادٌ عَظِيْمٌ فَقِيْلَ هٰذِهِ اُمَّتُكَ وَمَعَهُمْ سَبْعُوْنَ اَلْفًا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَلَاعَذَابٍ ثُمَّ نَهَضَ نَدْخُلُ مَنْزِلَهُ ...... فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هُمُ الَّذِيْنَ لَايَرْقُوْنَ وَلَايَسْتَرْقُوْنَ وَلَايَتَطَيَّرُوْنَ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ وَفِيْ رِوَايَةِ عِمْرَانَ وَلَايَكْتَوُوْنَ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) تطیر کی حقیقت واضح کریں۔ رقیہ کرنا کرانا اور کی کرنے کی اجازت احادیث سے ثابت ہے، بلکہ رُقیہ آپ علیہ السلام نے خود کیا ہے، پھر جنت میں بلاحساب جانے والوں کے لیے مذکورہ اعمال کے نہ کرنے کی قید کیوں لگائی گئی ہے؟

الجواب

(الف):

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے یہ روایت بیان کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ مجھ پر امتیں پیش کی گئیں (یہ کوئی منامی معراج ہے) پس میں نے ایک نبی کو دیکھا تو اس کے ساتھ ایک چھوٹی سی جماعت تھی، اور کسی نبی کے ساتھ ایک دو آدمی تھے، اور کسی نبی کے ساتھ کوئی بھی نہیں تھا، یہاں تک کہ میرے سامنے ایک بڑا مجمع لایا گیا، پس میں نے گمان کیا کہ یہ میری امت ہے، پس مجھ سے کہا گیا کہ یہ موسیٰؑ اور ان کی قوم ہے؛ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم افق کی طرف دیکھیں، پس میں نے سر اُٹھا کر دیکھا کہ اچانک ایک بہت بڑا مجمع تھا، پھر مجھ سے کہا گیا کہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

یا آپ دوسرے افق کی طرف دیکھیں تو میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا مجمع ہے، اس کے بعد مجھے بتایا گیا کہ یہ آپ ﷺ کی اُمت ہے اور ان کے ساتھ ستر ہزار ایسے افراد ہیں جو بلا حساب اور عذاب کے جنت میں جائیں گے، پھر نبی ﷺ اُٹھے اور گھر میں تشریف لے گئے، پھر نبی ﷺ ان کے پاس آئے اور کہا وہ وہ ہیں، جو نہ منتر کرتے ہیں، اور نہ منتر کراتے ہیں، اور نہ بدفال لیتے ہیں، اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں، اور حضرت عمرانؓ کی ایک روایت میں ہے کہ وہ نہ داغتے ہیں۔

تطیر کی حقیقت:

ولا یتطیرون: زمانۂ جاہلیت میں دستور یہ تھا کہ جب کسی مقصد سے باہر جانے کے لیے گھر سے باہر نکلتے تھے، اگر کوئی پرندہ داہنی جانب اُڑ جاتا تو مقصد میں کامیابی کی علامت سمجھتے تھے، اور اگر بائیں جانب سے نکل جاتا تو ناکامی کی علامت سمجھتے تھے۔

بعض لوگ تو اس مقصد سے پرندہ کو اُڑاتے تھے، اگر بائیں جانب اُڑتا تو سفر میں نہیں نکلتے اور اگر دائیں جانب اُڑ جاتا تو سفر میں نکلتے، اسی طرح پرندہ کے دائیں بائیں اُڑانے کو ''سانح''، اور ''بارح'' سے موسوم کرتے تھے، سانح وہ چڑیا ہے جو سفر کرنے والے کی بائیں جانب سے دائیں جانب اُڑ جائے، اور ''بارح'' جو دائیں جانب سے بائیں جانب اُڑ جائے، سانح کو بابرکت اور بارح کو بے برکت سمجھتے تھے، یہ سب فاسد خیالات تھے، جن کو مذہبِ اسلام نے مٹایا۔

(ب) رقیہ کرنا کرانا کیسا ہے؟

اس کا جواب سوال ۸۶ کے تحت گزر چکا ہے۔

''تمتِ الأسئلةُ مع الأجوبةِ''

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551